



الظفر السَّحْمَانِي فِي كسِفِ القَادِيَانِي

تَصْنِيفُ لَطِيفٍ

کتاب ہذا اس مناظرے کی روداد ہے جو

مناظرۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اور

قادیانی مولوی جلال الدین شمس

بمقام ہریا، تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات

بتواریخ ۱۸-۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں منعقد ہوا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَالْذِينَ الْكَامِلِ الْمُبِينِ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى سَائِرِ أَهْلِ الْمِلَلِ كُلِّهِمْ أَجْمَعِينَ ۝ وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَخُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ۝
أَمَّا بَعْدُ ۝ وَاضْحَ هُوَ كَلَامُ إِسْلَامِي جَمَاعَتِ كِي خِدْمَتِ مِیں عُمُومًا اُور قَادِيَانِي جَمَاعَتِ كِي خِدْمَتِ مِیں
خُصُوصًا دُرْخُوسَتِ هے كِه اُپ هَر اِيك صَاحِبِ اس كِتَابِ كُو اَز اِبْتِدَاءِ تَا اَخِيرِ نِهَآيَتِ غُورِ سَے
سَبْجِه كِر پڑھيں۔ اكر كوئي بَآتِ سَبْجِه مِیں نَدَآئے تُو اس كُو كُسي لَاقِ عَالَمِ سَے سَبْجِه لِيں اُور پُجَرِ اِيْمَانِ
كِه دَاوَرِه كِه اُنْدَر كُھڑے هُو كِر يِه فيصْلَه كَرِيں كِه هَر دُو مَنَظَرُوں مِیں سَے كُون مَنَظَرِ اِيْمَانِ
كِه مَقْتَضِي كِه اُنْدَر رِه كِر فَاتِحِ وَكَامِيَاپِ هُو اِهے اُور كُون مَنَظَرِ اِيْمَانِ كِه مَقْتَضِي سَے خَارِجِ هُو
كِر مَقْتُوحِ وَنَا كَامِ هُو؟

سبب مناظرہ

جولوگ حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے مشرب و مذاق سے واقف
ہیں وہ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب کو مناظرہ کے ساتھ انس و محبت نہیں، نہ اس وجہ سے کہ ان
میں کوئی علمی کمزوری ہے بلکہ اسلئے کہ آج کل کے مناظرے درحقیقت مناظرے نہیں ہوتے
بلکہ مجادلے یا مکابرے ہوتے ہیں لیکن قادیانی جماعت کے بعض افراد نے مفتی صاحب
کے اس سمع کو اس رنگ میں بیان کرنا شروع کر دیا کہ چونکہ مفتی صاحب کے پاس اپنے
مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ میدان مناظرہ میں نہیں آتے اور اس ذکر کو
عرصہ دراز تک جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اسلامی جماعت کے کثیر التعداد آدمی اضطراب
العقائد و متردد الایمان ہو گئے۔ جب مفتی صاحب نے اسلامی جماعت میں یہ اضطراب

وترد محسوس کیا تو انہوں نے اپنے دل میں یہ ناطق فیصلہ کر لیا کہ اسلامی جماعت کے ایمان و عقائد و حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے اب منجانب اللہ تیرا مناظرہ کرنا لازمی فرض ہو چکا ہے اور مفتی صاحب نے بڑے زور سے اعلان کر دیا کہ میں مناظرہ کرنے پر ہر طرح سے تیار ہوں۔

تعیین موضوع مناظرہ

کئی سال سے قادیانی جماعت کے بعض افراد مفتی صاحب کے پاس آتے رہے اور جب وہ اپنے قادیانی مذہب کی تائید میں طول طویل تقریریں کرتے اور مفتی صاحب اخیر میں ایک ہی فاضلانہ فقرہ سے کب کی تردید کر دیتے تو وہ قادیانی آدمی گھبرا کر مفتی صاحب کو کہتے کہ تم ہمارے عالم کے ساتھ مناظرہ کیوں نہیں کرتے؟ کبھی تو مفتی صاحب سکوت فرماتے اور کبھی یہ فرماتے کہ اگر تمہارا کوئی عالم یہاں آ جائے تو ہم مضامین مفصلہ ذیل میں متبادل خیالات کریں گے۔

ختم نبوت، مرزا صاحب کی نبوت، مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا، مرزا صاحب کے منکروں کی تکفیر، مرزا صاحب کا اسلام و کفر، مرزا صاحب کی صداقت و تکذیب۔

لیکن قادیانی آدمی ہر بار اس بات پر زور دیتے کہ ہمارا عالم پہلے مسیح ابن مریم کی حیات و وفات پر مناظرہ کرے گا۔ بلحاظ وجہ مذکور مفتی صاحب نے پہلے بھی مسیح ابن مریم کی حیات و وفات پر مناظرہ کرنا تسلیم کر لیا اور قادیانی جماعت کے اس مضمون پر زور دینے کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نبی مرزا صاحب نے بھی اس مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم پر بہت زور دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

”یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔“ (تحدید، ص ۱۶۶)

اور واقعی اسلامی جماعت کے علماء اس موضوع پر مناظرہ کرنے سے کسی قدر جھکتے تھے۔ لیکن جب زبدۃ المحدثین و رئیس العارفین مرکز الہدایت و محور الولایت مولانا و مرشدنا حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب لازالت فیوضہم نے کتب ذیل شمس الہدایہ، حجتہ اللہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ، فیوضات مہرئہ تالیف فرمائیں تو اس وقت سے اسلامی جماعت کے علماء کے بازو اس موضوع یعنی حیات و وفات مسیح ابن مریم پر مناظرہ کرنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے قوی ہو گئے ہیں۔ کیونکہ مرشدنا الممدوح نے حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کیلئے ایسے طرق استدلال و استنادات بیان فرمائے ہیں جن کے جواب دینے سے مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے مریدین آج تک عاجز ہیں۔ اور ان کی حقیقت پر مطلع ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ طرق استدلال و استنادات موہوبی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب مرشدنا الممدوح بغرض مناظرہ لاہور تشریف لے گئے اور قریباً ہفتہ عشرہ وہاں قیام فرمایا تو مرزا صاحب مناظرہ کے لئے نہ آئے بلکہ انکار کر دیا اور نیز یہی وجہ ہے کہ چونکہ اسلامی مناظر یعنی مفتی صاحب مرشدنا الممدوح کے مریدین مستقیحین میں سے ہیں اس لئے قادیانی مناظر نہ ان کی تردید کر سکا اور نہ ہی کوئی دلیل تام القریب پیش کر سکا۔ اور مناظرہ ختم ہونے کے بعد علامہ دہر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب گھوٹوی پریزنڈنٹ اسلامی جماعت دوسرے دن اسٹیشن میانی سے ریل پر سوار ہو کر بمقام گولڑہ شریف پہنچے اور

الْقَفْلُ الرَّحْمَانِي

وہاں مرشدنا الممدوح کے حضور میں مناظرہ کے تمام واقعات عرض کئے جس پر مرشدنا الممدوح نے اسلامی مناظر کو یہ خط لکھا جس کے الفاظ بعینہا حسب ذیل ہیں۔
”مخلصی فی اللہ مفتی غلام مرتضیٰ“ حفظکم اللہ تعالیٰ !

بعد سلام و دعا کے الحمد للہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو توفیق اظہار حق بوجہ اتم عنایت فرمائی۔ مخلصی مولوی غلام محمد صاحب سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔ بل کے بل نے سب بل مبطلین کے نکال دیئے۔

اللَّهُمَّ وَفَقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَالْحَمْدُ لَكَ أَوَّلًا وَآخِرًا. سب احباب سے مبارک بادى۔

العبد الملتجى والمشتكى الى الله المدعو به

مہر علی شاہ قلم خود از گولڑہ۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء

شرائط مناظرہ

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۳ء کسی اپنے خاص کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی صاحب مسمی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے اور اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۲۳ء گنج منڈی میانی میں تقریر کی اور بعد اختتام تقریر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ لیکن مطابق الاسلام یعلو ولا یعلیٰ خدا تعالیٰ نے یہ اتفاق پیدا کر دیا کہ مفتی صاحب کو سفر میں گرمی محسوس ہوئی۔ اس وجہ سے وہ ارادہ سفر ملتوی کر کے بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء صبح

کی گاڑی پر براستہ بھیرہ واپس میانی پہنچ گئے۔ جس پر اسلامی جماعت میں نہایت سرور و خوشی ہوگئی اور قادیانی جماعت کے اندر اضطراب ہوا۔ وَتِلْكَ الْآيَاتُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ اور مفتی صاحب نے قادیانی جماعت کو کہنا بھیجا کہ تم نے اسلامی جماعت کو مخاطب کر کے مناظرہ کے لئے دعوت دی ہے اس لئے میں بتائید اللہ مناظرہ کرنے پر تیار ہوں۔ آپ میرے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں چنانچہ بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۲ء مابین مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی و مولوی جلال الدین صاحب ٹمس مولوی فاضل قادیانی بموجودگی ہر دو فریقین شرائط مفصلہ ذیل باتفاق فریقین طے ہوئیں۔

المناظر فیہ حیات و وفات مسیح

۱..... ایک مناظرہ دوسرے مناظر کے مقابلے میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا۔ علاوہ ازیں مناظر جماعت اسلامیہ سنیہ جماعت اسلامیہ احمدیہ کے مقابلہ میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔
۲..... قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔
(۱)..... قرآن کریم (۲)..... حدیث صحیح (۳)..... اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح کے مخالف نہ ہوں (۴)..... لغت عرب (۵)..... صرف (۶)..... نحو (۷)..... معانی (۸)..... بیان (۹)..... بدیع

اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔

۳..... کل پرچے پانچ ہوں گے۔ پہلے دن ہر ایک مناظر اپنے دعویٰ کے دلائل تحریری طور پر پیش کرے گا۔ اور ہر ایک تقریر کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ وقت ہوگا۔ اور قبل از شروع اس تمام تقریر کو تحریر میں لا کر دوسرے مناظر کو دیدے گا۔ اور ہر ایک مناظر تحریر کردہ مضمون کے علاوہ

الظفر السراجی

اور کوئی مضمون بیان نہیں کرے گا، ہاں توضیح اور تشریح کر سکتا ہے۔ اور تردید کے تحریر کرنے کے لئے دو گھنٹے کا وقت ہوگا اور آدھ، آدھ گھنٹہ ان کے سنانے کے لئے ہوگا۔ ان کے سنانے کے بعد پہلے دن کا اجلاس ختم ہوگا۔ دوسرے دن ہر ایک مناظر کی طرف سے تین تین پرچے ہوں گے۔ ہر ایک پرچے کی تحریر کے لئے ایک ایک گھنٹہ وقت مقرر ہوگا اور تقریر کے لئے آدھ آدھ گھنٹہ ہوگا۔ پہلے دن کے پہلے پرچے کے علاوہ کسی پرچے میں کوئی نئی دلیل پیش نہ کی جائے گی۔

۴..... ہر ایک دن کا اجلاس صبح ۸ بجے سے شروع ہوگا۔ تحریر اور تقریر کے علاوہ جو وقت صرف ہوگا وہ وقت مناظرہ میں شمار نہ ہوگا۔

۵..... مناظر پر چہ خود لکھے گا۔ اس کی دوسری کاپی کرنے کے لئے ایک معاون ہوگا۔ ہر ایک مناظر کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا پرچہ مع اس کے دستخطوں کے پرچہ سنانے سے پہلے دوسرے مناظر کو دیا جائے گا اور ہر دو پریزیڈنٹوں کے دستخط اس پر ثبت ہوں گے۔

۶..... ہر ایک مناظر کسی غیر سے اثنائے مناظرہ میں کسی قسم کی امداد نہ لے گا۔

۷..... تاریخ مناظرہ ۱۸-۱۹، اکتوبر ۱۹۲۳ء مقرر ہے یعنی بروز ہفتہ و اتوار۔

۸..... مناظرہ بمقام میانہ متصل سرائے بڑے کے درخت کے نیچے ہوگا۔

۹..... فریقین میں سے کسی کو ضم ضمیمہ کا اختیار نہ ہوگا۔ مگر فریقین کو علیحدہ علیحدہ اس مباحثہ کی اشاعت لازمی ہوگی۔

۱۰..... فریقین کی طرف سے ایک ایک پریزیڈنٹ ہوگا، جن کا کام وقت کی پابندی کرانا ہوگا۔ اگر کوئی مناظر خلاف تہذیب گفتگو کرے گا تو پریزیڈنٹ روک دیں گے۔

۱۱..... مناظرین اور ہر دو پریزیڈنٹوں کے بغیر کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

- ۱۲..... صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے پہلے اس مناظرہ کے لئے اجازت لی جائے گی۔
- ۱۳..... فریقین کی طرف سے جو مناظر ہوں گے ان پر مذکورہ بالا شرائط کی پابندی لازمی ہوگی۔

بقلم خود نبی محمد

یکرڈی انجمن احمدیہ میانی و گھوگیاٹ ۲۸.۰۸.۲۳

نوٹ : جب شرط پیغمبر اکا یہ فقرہ یعنی ”ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا“۔ طے ہو چکا تو مفتی صاحب نے کہا کہ میں قادیانی مناظر کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال بھی بطور حجت و الزام پیش کر سکوں گا۔ اس پر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال ہم پر حجت نہیں۔ جو ہے تعجب و حیرانگی کی بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جماعت کے پیغمبر تو کہتے ہیں۔

آنچه داده ست ہر نبی را جام دادہ آں جام را مرا تمام
یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کے تمام کمالات مجھے عطا کئے ہیں۔ اور قادیانی امت یہ کہتی ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر کے خلیفوں کے اقوال نامنظور ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ **فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ** (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲) یعنی ”جیسا کہ میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے ویسا ہی میرے خلیفوں کی فرمانبرداری تمہارے اوپر لازم ہے“۔ اور پھر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے اقوال بھی علی الاطلاق ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ وہ اقوال جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ یہ عجیب پیغمبر ہے اور عجیب اس کی امت ہے۔

شرط نمبر اول و دوم

شرائط مجوزہ مسلمہ فریقین میں سے شرط نمبر (۱) و شرط نمبر (۲) نہایت قابل غور ہیں اور حقیقت یہی دو شرطیں فتح و شکست کا معیار و میزان ہیں۔ اور نیز یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم و حدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے ان ہر دو شرطوں کے عین مطابق اور تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ ”حیات مسیح ابن مریم“ ثابت کر دیا۔ اور قادیانی مناظر کے تمام خیالات کی تردید کی لیکن قادیانی مناظر باوجود ان ہر دو شرطوں سے متجاوز ہونے کے بھی اپنا دعویٰ وفات مسیح ابن مریم ثابت نہ کر سکا اور نہ ہی اسلامی مناظر کی تردید کر سکا جیسا کہ رونداد مناظرہ سے روشن ہے۔

اسلامی قاعدہ متعلق مناظرہ

اگر ہر دو مناظر اہل اسلام میں سے ہوں تو ان کا لازمی فرض ہے کہ وہ اس حکم اور قانون پر فیصلہ کریں جو قرآن کریم یا حدیث کے الفاظ سے مفہوم ہے۔ اور اس حکم اور قانون کی حکمت کا نہ دریافت کرنا ضروری ہے اور نہ بیان کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ حکم اور قانون قطعی و یقینی ہے اور حکمت ظنی ہے اور بوقت مناظرہ قطعی و یقینی امر کو ترک کر کے ظنی امر کی طرف رجوع کرنا خلاف عقل و نقل ہے۔ خلاف عقل ہونا تو ظاہر ہے دیکھئے اگر صاحب حج کسی مقدمہ میں ڈگری دیدیں تو مدعا علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس قانون کے زور سے آپ نے ڈگری دی ہے میں اس قانون کو تو مانتا ہوں لیکن مجھ کو خود اس میں یہ کلام ہے کہ یہ قانون مصلحت کے خلاف ہے اس لئے آپ اس کا راز بتلا دیں۔ اور اگر وہ ایسا کہے بھی تو اس کو تو بین عدالت اور جرم سمجھا جائے گا اور اس پر صاحب حج کو حق ہوگا کہ تو بین عدالت کا اس پر مقدمہ

کرے اور اگر مقدمہ بھی قائم نہ کیا تو اتنا تو ضرور کرے گا کہ کان پکڑ کر اس کو عدالت سے باہر کر دے گا۔ اور اگر اس وقت اس کی طبیعت میں حکومت کی بجائے حکمت غالب ہوئی تو یہ جواب دے گا کہ ہم عالم قانون ہیں واضح قانون نہیں، مصالح واضح سے پوچھو۔ تو کیا کسی متفکد کے نزدیک یہ جواب نامعقول جواب ہے، یا بالکل عقل کے موافق۔ اور نقل کے خلاف ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اطِيعُوْا اللّٰهَ وَاطِيعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلٰى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنٰازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء)۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے سے صاحب امر لوگوں کی پھر اگر کسی چیز میں باہم تنازع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو کہ اولی الامر کے ساتھ اَطِيعُوا اللّٰهَ لَانِے میں یہ ایماء ہے کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے ماتحت ہے اور پھر فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ میں اولی الامر کا ذکر نہ کرنا، اس میں قرآن کریم نے یہ صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ متنازع فیہ امر میں فیصلہ کن دو ہی چیزیں ہیں قرآن کریم اور حدیث، تیسری چیز کوئی نہیں۔ اور پھر اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فرما دیا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو متنازع فیہ امر کے فیصلہ کے لئے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرو گے ورنہ تم مومن نہیں۔

ناظرین غور کریں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیت فَاِنْ تَنٰازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے سین مطابق مناظرہ کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے اس آیت کے خلاف اپنے مناظرہ میں کثیر

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً ”توریت کا پیش کرنا اور یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم کو آسمان پر لٹنی دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ خدا تعالیٰ نے مسیح کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا اور ساتویں آسمان پر کیوں نہیں لے گیا؟ ان میں کوئی نقص باقی تھا وغیرہ وغیرہ۔“ جو روئے داد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت زبانی تو مدعی ایمان بالقرآن والحدیث ہے لیکن ان کے قلوب کی حالت دگرگوں ہے۔

صاحبو! یہ نہ سمجھئے کہ اسلامی جماعت کے علماء و فضلاء اسلامی احکام و قوانین کے اسرار و حکم کو نہیں جانتے۔ ان کے پاس سب کچھ ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن ۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز و رند در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست
ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں شا جہاں پور سے سفر کر رہا تھا۔ ایک جنٹلمین گاڑی میں بیٹھا تھا، ایک اسٹیشن پر اس کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضور وہ تو سنبھلتا نہیں۔ کہنے لگا کہ یہاں پہنچا دو، یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ وہ کونسی چیز ان کے ساتھ ہوگی جو خادم سے نہیں سنبھل سکتی اور اب یہ گاڑی میں مڑگا کر اس کو سنبھالیں گے۔ آخر چند منٹ بعد دیکھا کہ خادم صاحب ایک بہت بڑے اونچے کتے کو زنجیر میں باندھے ہوئے لا رہے ہیں اور وہ ٹکٹا زور کر رہا ہے۔ آخر وہ ان کے سپرد کیا گیا انہوں نے ریل کی آہنی سلاخوں سے اس زنجیر کو باندھ دیا۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ جناب! کتے کا کھانا کیوں حرام ہوا، باوجودیکہ اکمیں فلاں وصف ہے اور فلاں وصف ہے۔ کتے میں انہوں نے وہ وصف بیان کئے کہ شاید ان میں بھی نہ ہوں۔ میں سب سنتا رہا جب وہ کہہ چکے تو میں نے کہا کہ جناب میں نے سن لیا۔ اس کے دو جواب ہیں ایک عام کہ وہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے شبہات کا جواب ہے۔ اور ایک خاص کہ وہ خاص اسی کے متعلق ہے۔

کونسا عرض کروں؟ فرمانے لگے دونوں کہہ دیجئے۔ میں نے کہا جواب عام تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے کھانے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ جواب عام اس لئے ہے کہ قیامت تک کے لئے شہادت کا جواب ہے۔ البتہ اس میں دو مقدمے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ رسول تھے دوسرے یہ کہ رسول کا حکم ہے۔ اگر ان میں کلام ہے تو ثابت کروں؟ کہنے لگے۔ یہ تو ایمان ہے یہ تو عام جواب تھا اور یہ علمی اور حقیقی جواب تھا۔ لیکن ان کو اس کی قدر نہ ہوئی اور کچھ حظ نہ آیا کہنے لگے کہ جناب اور جواب خاص کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ کتے میں جس قدر اوصاف آپ نے بیان کئے واقعی وہ سب ہیں لیکن باوجود ان اوصاف کے اس میں ایک عیب اتنا بڑا ہے کہ اس کے تمام اوصاف کو خاک میں ملا دیا ہے وہ یہ کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک کتا دوسرے کتے کو دیکھ کر کس قدر از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔ اس جواب کو سن کر وہ بہت ہی محظوظ ہوئے اور اس کو جواب قطعی سمجھے۔ حالانکہ یہ محض ایک نکتہ ہے اور جس جواب پر وہ اس قدر خوش تھے علاوہ فضول ہونے کے میری نظر میں اس کی کچھ بھی وقعت نہ تھی اور میں اس کو جواب ہی نہیں سمجھتا تھا۔ غرض علت اور حکمت دریافت کرنا عشق اور محبت کے بھی بالکل خلاف ہے۔ ہاں اگر یہ کہو کہ ہم عاشق ہی نہیں تو دوسری بات ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اس کی بھی نفی کرتے ہوئے فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔ انہی کلامہ

اور اگر مناظرین میں سے ایک مسلم ہے اور دوسرا غیر مسلم ہے تو اس صورت میں مناظر مسلم کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے عقلی دلائل پیش کرے

شرط نمبر ۹

چونکہ قادیانی جماعت نے شرط ۹ کو توڑ کر پہلے ایک اشتہار شائع کیا اور پھر رونداد

مناظرہ کے ساتھ نئے مضامین جن کا نام چند ضروری باتیں رکھا گیا اور حواشی ضم کر دیئے۔
اس لئے ہم نے بھی بعد میں اشتہار شائع کیا اور حواشی وغیرہ بغرض توضیح و تشریح ملا دیئے۔

شرط نمبر ۸

بتاریخ ۱۴ یا ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع شاہپور کا حکم
صادر ہو کر پہنچا کہ فی الحال مناظرہ نہ کیا جائے۔ اس حکم کے پہنچنے پر قادیانی جماعت کو از حد
خوشی حاصل ہوئی اور مفتی صاحب کے ذمہ یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے صاحب بہادر کے
ساتھ کوشش کر کے مناظرہ رکھا دیا ہے۔ اس پر اسلامی جماعت نے یہ تجویز پیش کی کہ ضلع
شاہپور کی حد سے باہر مناظرہ کیا جائے لیکن قادیانی جماعت نے اس سے بھی گریز کی۔
جب مفتی صاحب نے یہ حالت دیکھی تو منظر بانہ صورت میں سر بھجودہو کر دعا کی کہ ”اے
خدا یا اجلاس مناظرہ منعقد فرما کر اہل اسلام کے ایمان و عقائد حقہ مستحکم کر اور مجھے اس
جھوٹے اتہام سے بری فرما۔“ اس مجیب الدعوات و سبب الاسباب نے ایسا اتفاق کیا کہ
بتاریخ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۳ء میاں شاہ محمد صاحب ساکن واڑہ عالم شاہ صبح کی گاڑی پر میانی پہنچ
گئے۔ ان کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی کہ قادیانی جماعت مناظرہ سے گریز کر رہی ہے
اور آپ بڑے لائق ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرانے کے لئے کوشش کریں۔ چنانچہ میاں
صاحب ممدوح قادیانی جماعت کے پاس گئے اور واپس آ کر کہنے لگے کہ وہ مناظرہ پر تیار
ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کس وجہ سے تیار ہو گئے ہیں۔ بعد ازاں مناظرہ میاں
صاحب ممدوح نے مفتی صاحب کے آگے موضع دریالہ جالپ کو جاتے ہوئے بیان کیا کہ
میں نے قادیانی جماعت کو یہ جا کر کہا تھا کہ میرا بھی مرزائیت کی طرف میلان ہے اور مفتی
صاحب گجرات میں ہیں وہ میدان مناظرہ میں کبھی نہ آئیں گے۔ آپ تیار ہو جائیے آپ

الْقَفْلُ السَّرْحَانِي

کی بلا محنت فتح ہے۔ اس پر قادیانی جماعت تیار ہو گئی۔ اور بتاریخ ۱۸، اکتوبر ۱۹۲۳ء صبح کی گاڑی پر سوار ہو کر ہر دو فریق موضع ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پہنچے۔ اور وہاں دودن یعنی بتاریخ ۱۸، ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۳ء مناظرہ ہوا۔ اور ہم چودھری غلام حیدر خان صاحب نمبردار ہریا کا خصوصاً اور دیگر باشندگان ہریا کا عموماً نہایت شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی سعی تبلیغ کی وجہ سے ہر دودن کا مناظرہ نہایت با امن و سکوت سامعین ہوا۔ علاوہ ازیں چودھری غلام حیدر خان صاحب و دیگر باشندگان ہریا نے باوجودیکہ وہ اہل اسلام میں سے تھے دودن ہر دو فریق یعنی اسلامی جماعت و قادیانی جماعت کو نہایت باعزت کھانا دیا اور چارپائی وغیرہ کا بہت عمدہ انتظام کیا حالانکہ ہر دودن مجمع کثیر التعداد تھا۔

المناظرین

اسلامی جماعت کی طرف سے مناظر حضرت مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی اور قادیانی جماعت کی طرف سے مناظر مولوی خلیل الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی تھے۔

صدر جلسہ

ہر دودن یعنی ۱۸، ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۳ء اسلامی جماعت کی طرف سے مجلس مناظرہ کے پریذیڈنٹ جامع الفنون العقلیہ والنقلیہ فہامہ دہر و علامہ غفر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب ساکن گھوٹہ ضلع ملتان تھے اور قادیانی جماعت کی طرف سے ۱۸، اکتوبر ۱۹۲۳ء کے پریذیڈنٹ کرم داد صاحب دولیال تھے اور ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۳ء کو حاجی علی صاحب تھے۔ معلوم نہیں کہ دوسرے دن کرم داد صاحب کو عہدہ پریذیڈنٹی سے کیوں معزول کیا گیا۔

-----☆☆☆☆☆-----

۱۸، اکتوبر ۱۹۲۳ء پرچہ نمبر اول

دلائل حیات مسیح علیہ السلام از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ط

حیات مسیح علیہ السلام پر پہلی دلیل

قوله تعالى وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه

۱۔ حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لئے اسلامی جماعت کے پاس دلائل بکثرت ہیں۔ مثلاً ۱۔ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلْعَالَمِينَ ۲۔ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۳۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۴۔ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ ۵۔ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ ۶۔ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۷۔ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَزَافِعُكَ إِلَيَّ ۸۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۹۔ وَإِنْ مَثَلُ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۱۰۔ وَلَنَجْعَلَ لَكَ آيَةً لِلنَّاسِ ۱۱۔ وَجَعَلْنِي مَبَازِكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ ۱۲۔ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۱۳۔ اور یہ قرآنی دلائل ایسے ہیں جن میں سوائے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کے کلمہ کے حرکت سبکی کا شخصی طور پر ذکر ہے اور حدیثی دلائل تو کثیر التعداد ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے قرآنی دو دلیلوں پر اکتفا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر کو ہر ایک دلیل کے متعلق پورا اطمینان اور یقین تھا کہ اس دلیل میں حیات مسیح ابن مریم کے اثبات میں تقریب تام ہے اور تقریر کے لئے وقت آمین تھا۔ ان وجوہات کے لحاظ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآنی دو دلیلوں کو انتخاب کر کے ان کی طرز استدلال کو شرط نمبر (۱) و شرط نمبر (۲) کے تحت میں رد کر اس قدر تحریر کیا جو وقت مغین میں بذریعہ تقریر بیان ہو سکے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ قادیانی مناظر کوئی جواب صحیح نہ دے سکا۔ مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریانے بعد ائمتہ مناظرہ بطرز اظہار رائے فرمایا۔

| | |
|--|---|
| حیات مسیح وہی ثابت کیتی وہ حدیث قرآنوں | نازل ہوئی وہی زمانے آج پرچہ پچھانوں |
| جس دم عالم قادیان والا کردای تقریراں | سننے والیاں تائیں ہرگز ہوں نہیں تاثیراں |
| نال تحمل اتے تامل مفتی صاحب بولن | خوش الحالی اتے مومن بند جاناں سب گھولن |
| علم بیانون مفتی صاحب خوب بیان سنایا | علم کلام معانی اندر الحق تیرا چھلایا |
| مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا | جسے قدم مبارک دکھیا کے نہ پیر اٹھایا |

۱۴ مرتب

وَمَا صَلَٰبُهُ وَلَكِنَّ شُبَّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (النساء) یعنی یہود اس قول کی وجہ سے ابھی ملعون ہوئے کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ ہی ”دار“ پر اس کو چڑھایا، لیکن ان کے لئے تشبیہ واقع کی گئی اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا البتہ وہ اس سے شک میں ہیں ان کو اس کا کوئی علم نہیں سوائے اتباع ظن کے اور انہوں نے یقیناً اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اوپر اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ غالب کامل القدرۃ حکمت والا ہے۔

اس آیت میں فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ لغت عرب میں رفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ رفع برداشتن وهو خلاف الوضع (صراح جلد ۲ ص ۱۶) رَفَعَهُ كَمَا مَنَعَهُ صِدْقًا وَضَعَهُ (تفسیر ص ۵۱۲) رَفَعَهُ رَفْعًا بِالْفَتْح برداشت آل را خلاف وضعه (نہجی الارب ص ۱۷۶) اور آیت وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (سورۃ یوسف) سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر چڑھایا۔ پس رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف حرکت اور انتقال مکانی مراد ہوگی اور رفع معانی میں مناسب مقام۔ اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام مکینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے بلکہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے جن کی شان میں لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ

الْفَلَاحُ الرَّحْمَانِي

وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (الحَرَامِ) شہادت خداوندی ہے یعنی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور جو کچھ انہیں حکم ملتا ہے کرتے ہیں۔

اور حدیث عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمَلَائِكَةُ يَتَعَاقِبُونَ مَلَائِكَةَ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةَ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ الَّذِينَ بَاتُوا فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَقَالُوا تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّونَ وَاتَيْنَاهُمْ يُصَلُّونَ. (بخاری جلد ۱ ص ۲۵)

اسی معنی کے مراد ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ ”یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آگے پیچھے آتے ہیں کچھ رات کو اور کچھ دن کو اور نماز صبح اور عصر میں دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں پھر چڑھ جاتے ہیں طرف اللہ کی وہ فرشتے جنہوں نے رات گزاری تمہارے میں۔ پھر اللہ سوال کرتا ہے حالانکہ وہ اعلم ہے۔ کس حالت میں تم نے میرے بندوں کو چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا، اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔“

کیونکہ اس حدیث میں عروج الی اللہ سے عروج الی السماء مراد ہے۔ اور عروج الی اللہ اور صعود الی اللہ اور رفع الی اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ اور حدیث يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۹۹) ”یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف عمل رات کے اٹھائے جاتے ہیں پہلے عمل دن کے۔“ اسی معنی کے مراد ہونے کے لئے مؤید ہے بلکہ یہ حدیث آیت إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ کی تفسیر ہے۔ ”یعنی اللہ کی طرف چڑھ جاتے ہیں کلمے پاک اور عمل نیک کو اللہ اٹھا لیتا ہے۔“

اور مرزا صاحب آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ”رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھائے جانا ہے جیسا کہ وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۰۴۹)

اور نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ”جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحيں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۱۴۵)

اور نیز لکھتے ہیں ”بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق و سباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔“ (ازالہ اوہام ص ۹۹۴)

ان عبارات منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی دفع الی اللہ سے مراد آسمان کے اوپر اٹھائے جانا ہے۔ کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں اور ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی اسے علیین اور آسمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں آسمان کی طرف حقیقی

۱۔ اگر یہ سوال ہو کہ کتاب ازالہ اوہام دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہے اور شرط نمبر ۱ کے مطابق اسلامی مناظر مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کر سکتا ہے جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ تاریخ دعویٰ نبوت بموجب مرزا صاحب اور ان کے مرید بیان کرتے ہیں وہ بیان ہم پر حجت نہیں کیونکہ ہم مرزا صاحب کو ”مفتی“ اور ان کے مریدوں کو مفتی کے مرید اعتقاد کرتے ہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس کتاب ازالہ اوہام میں کوئی ایسا فقرہ ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو خلیفہ زعم کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ وَمُبَشِّرًا بِوَسْوَائِي مِنَ بَعْدِي اسعد احمد۔ مرزا صاحب اسی کتاب ازالہ اوہام ص ۶۷ طبع اول میں لکھتے ہیں۔ میں وہ احمد ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ کتاب ازالہ اوہام کے اقوال پیش کرنے شرط نمبر ۱ کے خلاف ہیں بلکہ عین مطابق ہیں۔ ۲ مرتب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

طور پر اٹھایا جانا آپ کے نزدیک مسلم ٹھہرا۔ پس تنازع و اختلاف اس بات میں ہے کہ فقرہ **رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ** میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسده العنصری مرفوع ہونے کا بیان ہے یا بعد موت ان کے روح کے مرفوع ہونے کا ذکر ہے۔ اب ہم چند وجوہ سے رفع روحانی فقط کا ابطال کرتے ہیں اور رفع جسمانی و روحانی معا کا اثبات کرتے ہیں۔

پہلی وجہ۔

یہ کہ **إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ** میں قَتَلْنَا کا مفعول یہ یعنی جس پر بزعم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے **الْمَسِيحَ** ہے اور یہ امر نہایت روشن ہے کہ قتل کے قابل نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ انسان۔ پس ثابت ہوا کہ یہود کا یہ زعم ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے جو قتل از قتل زندہ تھا یعنی اس کے جسم اور روح کے درمیان بذریعہ قتل تفریق کر دی ہے۔ اور چونکہ **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ** اور **وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا** یہود کے مزعموم باطل کی تردید ہے۔ اس لئے نفی قتل اور نفی صلیب اسی بعینہ مسیح سے ہوگی جو عبارت جسم مع الروح سے ہے یعنی زندہ مسیح۔ اور ہر ضد ضمیریں منصوب متصل جو **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ** اور **وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا** میں ہیں ان کا مرجع وہی مسیح زندہ ہوگا۔ اور یہ شرط نمبر ۱ سے دو شرطیں یعنی شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ قابل غور ہیں بلکہ یہی دو شرطیں فتح اور شکست اور ہار جیت کا معیار ہیں۔

شرط نمبر ۱: ہر ایک مناظرہ دوسرے مناظرہ کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا ملاوہ الزی اسلای مناظرہ کا دیانی منظر کے مقابلے میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ وہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔
شرط نمبر ۲: قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔ (۱) قرآن کریم (۲) حدیث صحیح (۳) اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور احادیث صحیح کے مخالف نہ ہوں (۴) لغت عرب (۵) صرف (۶) نحو (۷) معانی (۸) بیان (۹) بدیع۔ اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔ اور یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم و حدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں ان دو شرطیں مذکورین کے تحت رہ کر قادیانی مناظرہ اس پہلی بیہ کا کوئی جواب نہیں دے گا۔ جو تقریب مفصل ہوگا۔ ۱۲ مرتب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

بات بالکل مہر نمروز کی طرح روشن ہے کہ ضمیر منصوب متصل جو بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں ہے اس کا مرجع بھی وہی بعینہ مسیح زندہ ہے جو ہر سہ ضماّر منصوب متصل سابقہ کا ہے پس ثابت بالبدلیل ہوا کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، نہ فقط روح۔

دوسری وجہ

یہ کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں بقرینہ قصر قلب ونفی کلمہ بَلْ ابطالیہ ہے جو بعد نفی کے واقع ہے۔ اور بَلْ ابطالیہ میں جو بعد نفی کے واقع ہو، ضروری ہے کہ صفت مبطّٰلہ اور صفت مُثَبِّتہ کے درمیان ضدیت ہو، دیکھو اَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ (مومنون) میں یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ایک چیز کا جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا متعذر ہے۔ اور یہاں معنوی نفی ہے اور دیکھو وَيَقُولُونَ اِنَّا لَنَارِكُوْا اِلٰهَيْنَا لِشَاعِرٍ مُّجْنُوْنٍ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ (سلف) میں بھی یہ امر بالکل روشن ہے کہ ایک چیز کا شعر و جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا ناممکن ہے اور دیگر نظائر قرآنی بھی بہت ہیں۔ پس اگر بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع روحانی اور اعزاز مراد لی جائے تو صفت مبطّٰلہ یعنی قتل المسیح اور صفت مُثَبِّتہ یعنی رفع المسیح کے درمیان ضدیت متصور نہ ہوگی کیونکہ قتل اور رفع روحانی واعزاز کا جمع ہونا ممکن ہے جب مقتول مقرّبین سے ہو۔ اور اگر یہ مراد لی جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو ضدیت متصور ہوگی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہیں تو پھر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع نہیں

۱۔ اس دوسری وجہ کا بھی قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی ان دو شرطین مذکورین کے تحت رہ کر تاقیامت اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ ۱۲ مرتب

الْقُلُوبُ السَّاجِدَاتُ

ہو سکتے اور اگر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو پھر مقتول نہیں۔ اور نیز وَقُولِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ سے ظاہر ہے کہ یہود کا اعتقاد جو مخاطب میں متکلم کے یعنی خدائے کریم کے برعکس ہے۔ اس لئے وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں قصر قلب ہے۔ اور قصر قلب میں ہوئے تحقیق اہل معانی گویا لازمی نہیں کہ دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدیت ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو، تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی و اعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقررین سے ہو۔ پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری زمانہ گذشتہ میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، نہ فقط روح۔

خلاصہ

یہ ہے کہ اس آیت میں فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری مرفوع الی السماء ہوئے پر زبردست اور محکم دلیل ہے۔ کیونکہ اس فقرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام اور ذکر ہے اور صیغہ ماضی کا ہے اور جملہ خبریہ تجزیر یہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب بھی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اثبات کے لئے قرآن کریم کا ایسا ہی فقرہ پیش کریں گے جو ان تمام صفات مذکورہ کا جامع ہو۔

۱۔ یہ آیت واقعی حسب اعتقاد اسلامی مناظر حیات مسیح ابن مریم پر زبردست اور محکم دلیل ثابت ہوئی کیونکہ قادیانی مناظر اس کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ ہاں جو دیکھ مثنیٰ صاحب اسلامی مناظر نے اس موقع پر یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان شاء اللہ قیامت تک میرا مقابل مناظر اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور ہاں جو استدعا اسلامی مناظر کے قادیانی مناظر وفات مسیح علیہ السلام پر قرآن کریم کا کوئی ایسا فقرہ نہیں پیش کر سکا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام و ذکر ہو اور صیغہ ماضی کا ہو اور جملہ خبریہ تجزیر یہ ہو۔ ۱۴ مرتب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آسمان پر اس جسم خاکی کا جانا محال ہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا يَعْنِي اللَّهُ تَعَالَى كَامِلٌ قَدْرَتِ وَالَا هِيَ كُو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے تو صعود الی السماء کے ناممکن ہونے کا خیال گذرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لحاظ سے وہ بالکل ممکن ہے۔ اسی لئے بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ مِیْن رَفَعِ كَا فَا عِلُّ خُو د اللہ تعالیٰ ہے اور اسی وجہ سے اسم اللہ لایا گیا ہے جس کے معنی ذاتِ مستجمع صفاتِ کاملہ ہیں۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ جب دیگر رسولوں کو زمین میں محفوظ رکھا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود اللہ تعالیٰ نے حَکِیْمًا کے ساتھ دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں کلمہ کن سے ہے جیسا کہ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا (مریم) سے ظاہر ہے۔ پس آپ کو کمال تشبہ بالملائکہ حاصل ہے۔ لہذا بلحاظ فطرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکمت الیزدی کا یہی اقتضاء ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھا جائے۔

حاصل یہ کہ اس آیت فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسده العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضرب نہیں۔ کیونکہ عربی لفظوں کے لئے عام طور پر مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ دیکھو کہ قرآن کریم میں عموماً لفظ مصباح سے مراد کوکب یعنی ستارہ ہے لیکن لفظ مصباح جو سورہ نور میں ہے اس سے مراد چراغ ہے

الْقُلُوبُ السَّخَابُ

اور دیکھو صلوة سے مراد عموماً عبادت یا رحمت ہے مگر بیع و صلوات سے مراد مقامات ہیں۔ وفس علی هذا۔

اب میں ایک اور قاعدہ مسلمہ اسلامیہ سے اس مسئلہ حیات کو حل کرتا ہوں جو قرآن کریم نے صاف لفظوں میں بیان فرمایا۔ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ”یعنی ہم نے قرآن کریم تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تو اے نبی ﷺ اس کا مطلب واضح کر کے لوگوں کو سمجھا دے۔“ اس آیت سے ایک عام قانون ملتا ہے کہ قرآن کریم کے کسی مجمل مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کی تشریح و توضیح حدیث سے ہونی چاہئے۔ اس لئے میں ایک حدیث بھی سناتا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح مسئلہ حیات و وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور اس حدیث کو مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَنْزِلُ وَيُؤَلِّدُ لَهُ وَيَمَكُّتُ خَمْسًا وَاَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِى فَاقُومُ اَنَا وَ عِيسَى بَنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرِ وَاحِدٍ بَيْنَ اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص، ۴۷۲) ”یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے پھر نکاح کریں گے ان کی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس (۳۵) سال زندہ رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے مقبرے میں میرے پاس دفن ہوں گے پھر قیامت کے روز میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقبرے سے اٹھیں گے اس طرح کہ حضرت ابوبکر علیہ السلام اور حضرت عمر علیہ السلام کے درمیان ہوں گے۔“

نَزُولُ فِرْعَوْنَ اَمْدَانَ (سراج جلد ۲، ص ۲۳۲) نَزَلَهُمْ وَبِهِمْ وَعَلَيْهِمْ نَزُولًا وَمَنْزِلًا

۱۔ اسلامی مناظر کا یہ بھی کمال ہے کہ حدیث کو بروایت قرآن کریم پیش کیا ہے۔ ۲۔ مرتب

کمجلس و مقعد فرو و آمد نزدايشاں۔ (منہی الارب جلد ۳، ص ۲۸۶) اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے اور یہ مفسر نہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز و استعارہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فن بلاغت و بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت متحدہ رہو (ملاحظہ ہو مطلق بحث حقیقت و مجاز ص ۳۲۸) اب ہم دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں، مرزا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۹۶۸)

اس عبارت میں مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا گو مرزا صاحب کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی حاجت نہیں تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جس کی توثیق جناب مرزا صاحب نے خود اعلیٰ درجہ کی ہوئی ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ”مولوی نور الدین صاحب بھیروی کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکو۔“ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۲۲۰)

یہی مولوی نور الدین صاحب ہیں جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ اول ہوئے۔ وہی مولوی نور الدین صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

فرماتے ہیں۔ ”ہر جگہ تاویلات و تمثیلات سے استعارات و کنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک علم، منافق، بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الہی کلمات طیبات کو لاسکتا ہے۔ اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔“ (ضمیمہ ازالہ اوہام طبع اول، ص ۸، تصنیفات سلسلہ احمدیہ جلد ۳، ص ۱۳۷)

پس ثابت ہوا کہ ایسی حدیثوں میں مجازات اور استعارات کا مراد لینا جائز نہیں۔ اب میں ایک اور طریق سے بھی مختصر عرض کرتا ہوں کہ حیات عیسیٰ ﷺ کا مسئلہ مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات حضرت عیسیٰ ﷺ کا مسئلہ مذہب اسلام کے نامناسب۔ کیونکہ عیسائیت کے اصول میں سے کفارہ ہے یعنی ایک شخص (حضرت عیسیٰ ﷺ) جو بیگناہ تھا وہ چونکہ دشمنوں کے ہاتھ سے مصلوب ہو کر تمام دنیا کی لعنتیں اس نے اٹھالیں اور اس کے تین دن دو زخ میں رہنے سے اب وہ سارے لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں ہمیشہ کے لئے دو زخ کے نجات پا گئے۔ جس کی مذہب اسلام نے یوں تردید کی ہے لَا تَنزُورُ وَازِرَّةٌ وَزَرَ أُخْرَىٰ جَنَىٰ دُوسَرِے کا بوجھ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ عقیدہ کفارہ کو جڑ سے کاٹنے کو فرمایا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ مسیح تو مرنے نہیں اس کو خدا تعالیٰ نے اٹھا لیا۔ جب حضرت عیسیٰ مرے نہیں تو کفارہ کہاں؟ نہ بانس ہو گا نہ بانسری بجے گی۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اگر کوئی حربہ اہل اسلام کے پاس ہے تو حضرت عیسیٰ ﷺ کی حیات ہے جس سے عقیدہ کفارہ کی بنیاد کھو گئی نہیں بلکہ جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فتنہ صلیبی کو پاش پاش کرنے آیا ہوں اس کا

۱۔ اس حدیث کا بھی قادیانی مناظران و شریکین مذکورین کے تحت میں رہ کر جواب نہ دے سکا۔ ۱۲ مرتب

۲۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس تقریر میں ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ﷺ کی حیات مذہب اسلام کے مناسب ہے اور حضرت عیسیٰ ﷺ کی وفات مذہب اسلام کے نامناسب ہے اور قادیانی مناظر اس کی تردید نہیں کر سکا۔ ۱۲ مرتب

فرض اولین ہونا چاہئے تھا کہ وہ وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرے۔ واللہ مجھے سخت حیرت ہوتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے اس کی الوہیت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ الوہیت کی تائید اس صورت میں ہوتی جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے زندہ بذاتہ اعتقاد کرتے۔ اور جب ہم قیامت سے پہلے ان کی وفات کے قائل ہیں تو پھر تائید الوہیت کیسی؟ اور نیز مجھے حیرانگی آتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے عیسائیوں کا خدا مر جاتا ہے۔ اور عیسائی مذہب ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا نہیں ہے؟ کیا عیسائیوں میں سے اس بات کے قائل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چلا کر جان دی؟ پھر جو بات خود عیسائی مانتے ہیں اس سے ان کے مذہب کی موت اور مغلوبیت کیسی؟ یہ فقط ایک جی خوش کرنے والی بات ہے۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
ہاں اگر حضرت عیسیٰ کی موت سے انکار کر دیا جائے اور ان کو زندہ تسلیم کیا جائے
جیسا کہ قرآن کریم کا منشا ہے تو عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

دوسری دلیل

قَوْلُهُ تَعَالَىٰ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (النساء) یعنی اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا۔ یہ آیت اس بات پر زبردست دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم آئندہ زمانہ میں بعینہ نہ ہمیشہ نزل فرمائیں گے۔ کیونکہ لَيُؤْمِنَنَّ میں نون تاکید کا ہے۔ اور تمام نحو یوں کا اس امر پر

الْقُلُوبُ السَّاجِدَاتُ

اتفاق ہے کہ نون تاکیدی مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ اور تمام محاورات قرآنی اور حدیثی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ اور نیز اس میں لام تاکید کا ہے اور جس وقت نون تاکیدی خبر پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اول جز میں کلمہ تاکید ہو مثلاً لام قسم۔ نون التأكيد خفيفة وثقيلة تختص بمستقبل طلب او خبر مصدر بتأكيد (متن تین ص ۲۹۹) بلکہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک جتنے صیغے معد لام القسم و نون التأكيد آئے ہیں سب سے مراد استقبال ہی ہے۔ چونکہ لَيُؤْمِنَنَّ میں نون تاکید ثقیلہ اور لام قسم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ لَيُؤْمِنَنَّ بہ قَبْلَ مَوْتِهِ جملہ خبریہ استقبالیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کے اترنے کے بعد اور موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ تمام ان پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ امر صاف طور پر روشن ہے کہ ضمیر بہ اور ضمیر مَوْتِهِ دونوں کا مرجع وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اولاً اس وجہ سے کہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مولوی نور الدین صاحب نے جن کی توثیق مرزا صاحب نے اعلیٰ درجہ کی ہوئی ہے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اور ان کے گواہ (نفس الہیہ) مقدمہ اہل کتاب جلد ہوں (۸۰) اور ثالثاً اس حدیث کے بیان میں عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذي نفسي بيده لَيُؤْمِنَنَّ ان ينزل فيكم ابنُ مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابو هريرة فاقرأوا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا لَيُؤْمِنَنَّ به قَبْلَ مَوْتِهِ..... الآية متفق

علیہ (مکتوبہ باب نزول عیسیٰ ص ۴۷) یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے پھر وہ عیسائیت کی صلیب کو (خسے وہ پوجتے ہیں اسے) تو زدیں گے اور خنزیر (جو برخلاف شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائیں گے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دیں گے اور مال بکثرت لوگوں کو دیں گے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال و متاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سنا کر) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ..... الْآيَةُ۔“ دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بال تصریح پکار رہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ میں مَوْتِهِ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ بن مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

شاید یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ”جو الفاظ حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔“ اس کا جواب یہ ہے کہ فن بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لے جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ حالانکہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

فرماتے ہیں بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔ (ازلہ اوہام ص ۹۶۸)

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ چونکہ اس آیت میں لَيُؤْمِنَنَّ بِہِ مع لام قسم اور نون تاکید ثقلیہ کے ہے۔ اور مَوْتِہ کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بعینہ ہیں اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجودہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لئے ثابت ہے ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں اور اس آیت کا ارتباط ماقبل سے یہ ہے کہ جب اثنائے ذکر برائیوں یہود کے اس بدی کا ذکر کیا وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ..... الا یہ اور اس بدی سے دو امر مترشح ہوتے تھے۔ ایک یہ کہ یہود کا زعم باطل قتل مسیح کا ہے اور دوسرا یہود کا افتخار جیسا لفظ رسول اللہ سے ظاہر ہے۔ تو حسب اقتضاء بلاغت و مطابق حکمت خدائے کریم نے پہلے ان کے زعم باطل کی تردید وَمَا قَتَلُوْهُ (الی) بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے کی اور پھر اس آیت سے ان کے افتخار کو توڑا کہ تم یہودی تو فخر کرتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں تمہارے ہم ملت یہود یہودیت کو ترک کر کے اسی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ اس کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ اور نیز بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے سوال پیدا ہوتا تھا کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو اتریں گے بھی یا نہ؟ تو خداوند کریم نے فرمایا کہ موت سے پہلے تشریف لائیں گے اور دین اسلام کو عالمگیر غلبہ حاصل ہوگا جیسا کہ آیت هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّہٖ سے ظاہر ہے یعنی ابھی تک اس دلیل قرآنی اور دلیل حدیثی کا بھی قادیانی منظر ان دونوں شریحین مذکورین کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہ دے سکا۔

۱۲ مرتب

ذکر بدیوں کا ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ اس بدی کا یہ مقتضاتھا کہ اس کے ساتھ ہی یہ مضمون بیان کیا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بلاغت و حکمت کو پورا کیا۔ اور اس آیت میں استثناء بعد نفی کے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول پہلے موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو اور موقوفہ قرأت متواترہ ہے جس کا قرأت شاذہ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور جناب مرزا صاحب بھی ایک زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔ ”اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔“

(براین احمد یہ ۴۹۸)

میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جن دنوں مرزا صاحب کو الہام اور مجید دیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقیقت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براین احمد یہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان اور قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل و دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا۔

نوٹ

چونکہ بوقت تحریر شرائط مناظرہ میرے فریق مخالف نے فرمایا تھا کہ مرزا صاحب کے خلیفوں یعنی مولوی نور الدین صاحب و جناب میاں صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہ ہوں گے۔ اس لئے میں نے مولوی نور الدین صاحب کے اقوال اس حیثیت سے پیش نہیں

الْفَقْرُ الرَّحْمَانِي

کہنے کہ مولوی صاحب ممدوح مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں بلکہ اس لحاظ سے پیش کئے ہیں کہ مولوی صاحب ممدوح کی جناب مرزا صاحب نے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ مجھے خیر اعلیٰ آتی ہے کہ جب مرزا صاحب نبی، امتی ہیں اور بوجہ کمال اتباع محمدی ﷺ وہ تمام کمالات محمدیہ ﷺ کے مظہر ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مطابق حدیث **فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ** (مکتوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص ۲۲) مرزا صاحب کے معتقدین مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال کو اپنے اوپر حجت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت ﷺ کی احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کرتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کے کلمات اسی حیات کی تائید کرتے ہیں اور قرآن مجید جو سابقہ اہل کتاب کی اصلاح کے لئے آیا ہے وہ اصلاح بھی اسی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو مانا جائے تاکہ اہل کتاب کا وہ غلط اور گمراہ کن عقیدہ جس کو کفارہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دنیا سے رخصت ہو جائے۔ وقت کی پابندی ہے لہذا یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں۔

”کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری“

دستخط

مفتی غلام مرتضیٰ

(اسلامی مناظر)

دستخط

غلام مرتضیٰ قلم خود

از مجموعہ متصل ملتان پریذینٹ اسلامی جماعت

۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء

☆☆☆☆☆

پرچہ نمبر اول

۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء

دلایل وفات مسیح علیہ السلام - از مولوی جلال الدین صاحب

قادیانی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

ابن مریم مرگیا حق کی قسم داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سرسبز اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے ہو گیا ثابت یہ تمیں آیات سے

۱۔ وفات مسیح پر جو قادیانی مناظر یعنی مولوی جلال الدین صاحب نے قرآن کریم کی آیات پیش کی ہیں ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں کہ جن کے عموم سے کوئی حکم ثابت کیا جاتا ہے، ابن مریم کی شخصیت کا کوئی ذکر نہیں جیسے وَنَوْمُ نَحْشُرُهُمْ جَبِينًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا... الخ اور وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ... الخ اور وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ... الخ اور لَهَا تَحِيَّاتٌ وَلَهَا تَمَوُّتُونَ... الخ اور وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ اور أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مَكَانًا... الخ اور وَمَنْ نَعْمُوهُ نَجْعَلْهُ... الخ اور وَمَنْ نَكْفُمْ مِنْ يَتَوَلَّى وَمِنْكُمْ مَنْ يُؤْذِي إِلَى أَرْضٍ الْقَوْمِ... الخ اور ان تمام آیتوں کا پرچہ نمبر ۵ میں اسلامی مناظر یعنی مفتی غلام مصطفیٰ صاحب نے اجمالی و اصولی طور پر بھی جواب دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مثلاً آیت وَالْمُطَلَقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ یعنی مطلقہ عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ عورتوں اور شہرنا دیدہ اور شہرنا نہادہ اور غیر حاملہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیض ثابت ہوتی ہے۔ اور آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِلَّةٍ تَعْلَمُونَهَا... الخ اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں کو نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کرو تو ان عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں۔ یہ لفظ مطلقہ شہرنا دیدہ کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ اور وَاللَّائِي يَنْشُرْنَ مِنَ الْمَجْجِصِ مَنْ نَسَايَكُمُ إِنْ أَرْتَبْتُمْ لَعَذَابُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحْضَنْ وَأُولَاتِ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی دو عورتیں جن کی بیجہ کبرئی کے حیض بند ہو چکی ہے اور دو عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں ان کی عدت تین مہینہ ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت غیر حاملہ اور حاملہ کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ دیکھو یہاں عام دلیل خاص منطوق دلیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شہرنا دیدہ اور شہرنا نہادہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوق کی والیت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں اور قرآن کریم میں ایسی مثالیں بہت ہیں ایسا ہی پتھر کے آیت وَمَا قُلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اور آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی حیات کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ اس لئے یہ عام دلائل پیش کرو قادیانی مناظر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ۱۲ مرتب

الْفَلَّاحُ الرَّحْمَانُ

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ میرے مد مقابل جناب مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اور باقی غیر احمدی علماء اور عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ اٹھائے گئے اور اب تک بغیر خوردنوش کے زندہ ہیں اور رہیں گے۔ اور امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کے لئے وہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے مگر راقم اور باقی جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری اسی طرح وفات پا چکے ہیں جس طرح کہ باقی رسولوں نے وفات پائی اور آنے والا مسیح آچکا اور وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادریانی مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔

”مسئلہ وفات مسیح پر بحث کرنے کا فائدہ۔“ اس مسئلہ پر بحث کرنے کے دو فائدے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے پتہ لگ جائے گا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں یا وفات پا گئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حضرت مسیح موعود کا صدق و کذب ظاہر ہو جائے گا کہ آیا آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود تحفہ گولڈویہ میں تحریر فرماتے ہیں: یاد رکھو کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت

۱۔ افسوس کہ موضوع مناظرہ حیات و وفات ابن مریم ہے اور قادریانی مناظر نے مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے مسئلہ کا بھی ذکر کر دیا جو ایک غلط بحث ہے۔ ۲۔ مرتب

۲۔ اس مناظرہ سے یہ نہایت روشن ہے کہ اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح قرآن کریم سے ثابت کر دیا ہے اور قادریانی مناظر شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے تحت آکر کوئی تردید نہیں کر سکا۔ پس حسب فیصلہ جناب مرزا صاحب کے سبہ غمے جھوٹے اور سب دلائل سچے ہوئے۔ ع

ہوا ہے صدق کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک و امین ماہ کنعان کا اور مرزا صاحب کا تمام مسائل مختلف فیہا میں سے فقط مسئلہ حیات و وفات مسیح کو ہی اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو یہ پورا اطمینان تھا کہ میرا فریق مخالف اس مسئلہ میں کبھی کامیاب نہ ہوگا لیکن الاسلام بعلو ولا یلعی۔ حق کے انوار نے ایسی روشنی کی کہ غم کو مسخ کر کے حیات مسیح علیہ السلام ثابت کر دکھایا۔ ۳۔ مرتب

عیسیٰ علیہ السلام اور حقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔ (تحدید کلامیہ ایڈیشن دوم ص ۱۶۶)

علامہ ازیں اگر غور کیا جائے تو ہمیں مسیح ناصری کی وفات ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں ہمارا صرف یہ کہہ دینا کہ وہ ایک انسان نبی تھے اس لئے بشرط زندگی ان کا ارڈل عمر تک پہنچنا اور عمر طبعی کے دائرہ کے اندر فوت ہو جانا ضروری تھا لہذا وہ بھی باقی انسانوں اور دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا گئے ہیں کافی ہے کسی اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام انسان ہو کر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر اب تک خلاف نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و برخلاف قانون فطرت کے مرنے سے بچا ہوا ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی حیات کا ثبوت دے۔ مثلاً ایک شخص جو تین چار سو سال سے مفقود الخبر ہے اس کی نسبت جب دو شخص کسی قاضی کی عدالت میں اس طور پر بحث کریں کہ ایک اس کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے تو ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کریگا جو خارق عادت زندگی کا قائل ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ پس مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ اگر قرآن مجید میں وفات مسیح کی ایک دلیل بھی نہ پائی جاتی تو پھر بھی وفات مسیح ثابت تھی جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قرآن مجید سے نہ پیش کی جاتی۔ اور آپ کی وفات دیگر موالا کھ انبیاء کی وفات کی طرح تسلیم کرنی پڑتی۔ مگر ہمارا قادر عالم الغیب خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس کے مخالفین اس بات پر زور دیں گے اور عیسائیوں کے معبود کی زندگی کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے اس قول سے عیسائیوں کی حمایت کریں گے اور

الْقَوْلُ الرَّحْمَانِي

فتنہ برپا کریں گے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو لوگوں کی ہدایت کے لئے اس نے اتارا مسیح ناصری کی وفات پر ایک دلیل نہیں بلکہ کئی دلائل بیان فرمائے چنانچہ ان دلائل میں سے چند دلائل میں صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی دلیل: خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِنِّي وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ**

۱۔ یہ پندرہ جملہ صورت دلائل ہیں اور درحقیقت مخالفت میں جیسا کہ رو خدا و مناظرہ سے واضح ہے اور یہ آیت تمام اس طرح ہے۔ **وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِنَّكَ عَلَى النَّاسِ حَقُّوْنَ وَأَنَا إِلَهُكَ مِنَ قَبْلِ هَٰذَا ۖ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَآلِيسَ لِي بِحَقِّكَ إِن كُنْتَ فَلَنَعْلَمَنَّ نَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا نَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتَ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ آخِذُوا بِاللَّهِ رَبِّهِمْ وَرَبُّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فَلَئِمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عُصَاةُكَ وَإِنْ تُغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الْحَكِيمُ ۝** (مائدہ) یعنی اور جب اللہ نے کہا کیا تم نے اسے ماری ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دوسرا معبود نہ ہو کہہ کر کہا تو پاک ہے مجھے کہیں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو مخفی رکھتا ہے جو کچھ غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے میں نے ان سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور ان میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا پھر جب تو نے مجھے توفیق دی تو تو ہی ان پر شہیدان تھا اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو ان کو خدا و مانے تو وہ میرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب نکلتا ۱۱۱۔ اس دلیل کی اسلامی مناظرہ نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اسی آیت کے الفاظ کے مفہوم کے لحاظ سے ترمیمی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ جِئْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَآيِمِهَا فِيمِنْكَ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُؤَسِّلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى** (الزمر ۴۲ پ) یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم کیا ہوتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقرر وقت تک بچا دیتا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفیق کے معنی اور موضوع اور مطلق قبض ہے نہ موت۔ اور نہ "الانفس" کے ذکر کیا ضرورت تھی اور نیز جملہ الفاظ والَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَآيِمِهَا اجتماع شدہ ہیں لازم آئے گا جو باطل ہے اور جو مستلزم باطل ہو وہ خود باطل ہے۔ پس ثابت ہوگا کہ توفیق کے معنی اور موضوع اور مطلق قبض ہے نہ موت۔ ہاں موت اور نیند توفیق کے دونوں ہیں۔ اور آیت **فَلَئِمَّا تَوَفَّيْتَنِي بِشَيْءٍ لِّي يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ كُنْتُ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ** الی کے وقوع کا بیان ہے اس لئے ہم پہلے آیت **يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ كُنْتُ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ** الی کے معنی سمجھتے ہیں اور پھر آیت **فَلَئِمَّا تَوَفَّيْتَنِي** کی تشریح کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِنِّي وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فَلَئِمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عُصَاةُكَ وَإِنْ تُغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الْحَكِيمُ ۝** (مائدہ) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے توفیق دینے والا اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا تو قیامت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ یہ آیت مانند آیت **وَمَا قُلُوْا بِقِيْنَا بَلْ وَقَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ** اس بات پر زبردست اور حکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زندہ ہجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں نہ انکار اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ۔ اس وجہ سے کہ **مُتَوَفِّيكَ** سے مراد عیسیٰ ہوگی یعنی میں تجھے سلائے والا ہوں۔ یا **مُتَوَفِّيكَ** ہوگی۔ یعنی میں تجھے موت دینے والا ہوں۔ اور یہ امر صاف (جاری)

37

شَهِيداً مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (مائدہ رکوع آخری) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسیح سے سوال کرے گا کہ یہ جو لاکھوں کروڑوں انسان تجھے اور تیری والدہ کو پوجتے رہے اور معبود سمجھتے رہے کیا تو نے ان کو یہ تعلیم دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا مدلل جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے کہ اس شرک کا الزام میں ذاتوں پر لگ سکتا ہے۔ خدا پر کہ شاید اس نے یہ تعلیم دی ہو تو اس کی تردید تو لفظ ”سُبْحَانَكَ“ میں کر دی کہ شرک کرنا تو ایک گناہ اور بدی ہے اور جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مسیح کو جو خدا تسلیم کرتے ہیں تو منشاء الہی کے ماتحت یہ غلط ہے کیونکہ اے خدا تو ہر ایک بدی سے پاک ہے۔ پس تیرا تمام نقائص اور بدیوں سے پاک ہونا اس خیال کی تردید کے لئے کافی دلیل ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجہ پر حضرت مسیح تھے کہ شاید انہوں نے خود ہی شرک کی تعلیم دی ہو تو اس کے لئے فرماتے ہیں مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّهِ کہ میں یہ تعلیم دے ہی کیسے سکتا تھا جبکہ میں نبی ہوں اور نبی تو وہی بات کہا کرتا ہے جس کا اسے حق ہوتا ہے اور یہ کلمہ کہنا کہ مجھے معبود مانو کسی نبی کا حق نہیں چنانچہ فرمایا مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَاداً لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَاباً أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (آل عمران ۸۰) کسی انسان کے لئے یہ بات نمایاں نہیں کہ خدا اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم میرے بندے بنو بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ خدا پرست ہو کر رہو اس لئے کہ تم لوگ دوسروں کو

کتاب الہی پڑھاتے رہتے ہو اور خود بھی پڑھتے رہے ہو اور وہ تم سے کبھی بھی نہیں کہے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو بھلا ایسا ہو سکتا ہے جب تم اسلام لا چکے ہو۔ پھر وہ تمہیں کفر کرنے کو کہے اور اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تو اس کو جانتا ہے۔ تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے مگر میں نہیں جانتا بیشک تو علّام الغیوب ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر صراحتاً آپ نے تعلیم نہیں دی۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی تعلیم دی ہو جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ تو الوہیت کا مدعی ہے اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ يَكُونُ لَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ تو ان کو وہی بات کہی جس کا تو نے حکم دیا ہے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا تھا کہ تم نے اگر ایسی بات بھی نہیں کہی جس سے غلط فہمی لگ سکے تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بخود اپنی مرضی سے تجھے پوچھنے لگے ہوں اور تو نے انہیں روکا نہ ہو۔ تو اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ يَكُونُ لَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ تو ان کی نگرانی اور محافظت کرتا رہا۔ میری موجودگی میں یہ عقیدہ ان میں نہیں آیا۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر یہ عقیدہ ان میں کب آیا تو فرمایا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ یعنی مجھے کچھ علم نہیں اگر بگڑے ہوں گے تو میری وفات کے بعد بگڑے ہوں گے کیونکہ میری وفات کے بعد تو ہی ان پر نگران تھا وفات کے بعد کا حال مجھے معلوم نہیں۔ پس فقرہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے ہم دو طریق پر وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو اس طرح کہ مسیح علیہ السلام اقرار کرتے

الْقَوْلُ الرَّحْمَانِي

ہیں کہ نصاریٰ کا بگڑنا اور مجھے معبود بنانا اگر ہوا تو میری وفات کے بعد ہوا نہ کہ میری موجودگی میں اور آیت لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا چکے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ مسیح نے اس آیت میں اپنی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران اور محافظ ہونے کی اور دوسری ان کے اندر عدم موجودگی اور ان پر نگران نہ ہونے کی حالت اور ان دونوں کے درمیان حد فاصل توفی ہے۔ اور تیسری کوئی حالت آپ پر نہیں گذری۔ پس یا تو مانو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ میں موجود ہیں یا وفات پا گئے ہیں۔ پہلی شق تو باطل ہے کیونکہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ وہ اس وقت ان میں موجود نہیں ہیں پس دوسری شق ثابت ہوئی اور وہ وفات کی حالت ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ مسیح نے اپنی تیسری حالت کوئی بیان نہیں کی۔ صرف دو ہی حالتیں بیان کی ہیں۔ اَلَيْسَ مَا دُمْتُ فِيْهِمْ كِي اور دوسری كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ کی اور یہ دوسری حالت توفی کے بعد کی ہے۔ پس اگر وہ زندہ ہیں تو ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران و محافظ ہونا ضروری ہے۔

مگر ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگرانی آپ کے نزدیک بھی باطل۔ پس جو مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل اور دوسری حالت جو عدم موجودگی کی ہے وہ وفات کے بعد کی حالت ہے۔ پس مسیح کی وفات ظاہر ہے۔ چنانچہ یہی آیت آنحضرت ﷺ نے اپنے متعلق فرمائی ہے جیسا کہ بخاری میں آیا ہے کہ حشر کے دن چند لوگ پکڑ کر لے جائے جائیں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو جواب دیا جائے گا لَا تَدْرِي مَا

کہ تیری وفات کے بعد جبکہ تو ان سے جدا ہوا ان کی یہ حالت رہی کہ وہ مرتد بنے رہے پس آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی دوہی حالتیں بیان فرمائیں ہیں۔ ایک اپنی قوم میں موجودگی اور دوسری قوم سے عدم موجودگی تیسری حالت آپ پر بھی کوئی نہیں۔ پہلی میں تو صحابہ نہیں بگڑے جن کو کہ حشر کے دن پکڑا گیا ہے اسی لئے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ تو میرے پیارے صحابہ ہیں ان کا بگڑنا چونکہ آپ کی عدم موجودگی میں وفات کے بعد ہوا

۱۔ اس کا جواب اسلامی مناظر نے اس طرح دیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس کی توضیح یہ ہے کہ التشبیہ ان يدل على مشاركة امر لا ظرفي معنی (مطلوب ص ۲۸۶) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً زید کا لاسد میں اشتراک ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں مشارک ہوں جیسے شجاعت اور یہ ضروری نہیں کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں مشارک ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ زید کا لاسد اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا مشارک ہو جو وہو کما ہوئی۔ پس فاقول كما قال العبد الصالح الع میں قول آنحضرت ﷺ مشبہ ہے اور قول میں التشبیہ یہ ہے اور وجہ تشبیہ کیلئے اشتراک کافی ہے کہ متقول آنحضرت ﷺ اور متقول میں التشبیہ ایک الفاظ بعینہا ہوں اور یہاں تو ضرورت سے لایا ہوا ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی مشارکت ہے کیونکہ اگر حضرت میں التشبیہ کے قول توفیقی سے مراد امتی لی جائے تو امتی روح کے معنی میں مشارکت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی اور حضرت میں التشبیہ کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد لی جائے گی۔ اور اگر حضرت میں التشبیہ کے قول توفیقی سے امتی مراد ہو تو پھر ایک زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔ ۱۲ مرتب

الْفَلَمُ الرَّقِيبُ

تھا اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کہ اے خدا جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا مجھے اس وقت کا علم نہیں۔ اس آیت کے پڑھنے کے بعد جواب دیا گیا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنی دونوں حالتوں اور اپنی امت کے چند لوگوں کے مرتد ہونے کو مسیح علیہ السلام کی دونوں حالتوں اور ان کی قوم کے مرتد ہونے کے مطابق بیان فرمایا ہے اور اپنے متعلق وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو مسیح نے اپنے متعلق کہے۔ پس جس طرح کہ چند اصحاب کے بگڑنے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اسی طرح عیسائی قوم کے بگڑنے سے پہلے مسیح علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔ اور جس طرح آنحضرت ﷺ کی قوم میں عدم موجودگی آپ کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے اسی طرح مسیح علیہ السلام کی عدم موجودگی اپنی قوم میں ان کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے۔ فَافْهَمْ۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے مراد یہ نہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھالیا تو یہ مندرجہ بالا وجہ سے باطل ہے۔

۱..... مندرجہ بالا حدیث اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے حق میں استعمال فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس طرح مسیح علیہ السلام اپنی قوم سے وفات پا کر جدا ہوئے ویسے ہی میں بھی وفات پا کر اپنی اپنی قوم سے جدا ہوا۔

۲..... حضرت مسیح موعود نے تمام علماء و فضلاء کو بدیں الفاظ چیلنج دیا تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار و قصائد نظم و نثر قدیم و جدید عربیہ سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ باب تفعل سے خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی مثلاً قبض جسم کر کے آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر اور اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی و قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔ اس چیلنج پر تیس سال کا عرصہ گزر جانا اور اس لمبے عرصے میں اس کا جواب کسی سے نہ ہو سکتا اور تمام علماؤں کا عاجز آ جانا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ اس چیلنج کے مطالبہ کو کوئی شخص پورا نہیں کر سکتا اگر مفتی صاحب کو اپنی قابلیت اور علمیت جتنا مقصود ہے تو وہ لغت عرب نظر و نشر قصائد عرب و دیگر کتب عربی و قرآن مجید و احادیث سے ایک ایسی مثال تو پیش کریں کہ جس میں ۱۔ توفی باب تفعّل کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہو اور اس کا فاعل خدا تعالیٰ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر وہ قبض روح کے علاوہ آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہو۔ مگر کیا مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ۳۔۔۔۔۔ لغت عرب میں کوئی ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ جس میں توفی کا لفظ باب تفعّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح

۱۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لفظ توفی کا معنی موضوع لا مطلق قبض ہے۔ موت یا مردان قیود کی کیا ضرورت تھی کہ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو۔ بیشک موت اور نیند وغیرہ توفی کے انواع ہیں جیسا کہ آیت اللہ یقولی اَلَا نَفْسٌ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِی لَمْ تَمُتْ فِی مَنَامِهَا۔۔۔۔۔ الخ سے ظاہر اور یہ زور دینا کہ توفی باب تفعّل کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور مراد معنی قبض روح ہوں گے ایسا ہے جیسا کہا جائے کہ مصدر خلق کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول آدم اور عوالتہ ہوں تو اس جگہ خلق سے ضرور مراد لفظ سے پیدا کرنا ہوگی تو اس بنا پر یہ کہنا کب صحیح ہو سکتا ہے کہ خلق کے معنی لفظ سے پیدا کرنا ہے بلکہ خلق کا موضوع لا مطلق پیدا کرنا ہے اور نیز جب توفی بمعنی موت تسلیم کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔ تو پھر اس بات پر کیوں زور دیا جاتا ہے کہ توفی بمعنی موت ہے اور اس زور دکھلانے میں قادیانی مناظر کو کیا قاعدہ ہے؟ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت مسلمانوں کو مخالط میں ڈالتا چلتی ہے۔ ۱۲۔۔۔۔۔

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

- کے نہ ہوں۔ توفی اللہ زیداً جب بھی بولا جائے گا تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے زیدی کی روح قبض کر لی اور وہ مر گیا۔ ملاحظہ ہو:
- ۱..... توفی اللہ فلانا قبض روحہ (اقرب الموارد)
- ۲..... توفاه اللہ امامتہ الوفات الموت (مصباح)
- ۳..... توفاه اللہ ای قبض روحہ (صحاح۔ قاموس)
- ۴..... توفاه اللہ اذا قبض نفسه (لسان العرب)
- ۵..... توفاه اللہ عز وجل اذا قبض نفسه (ناج العروس)
- ۶..... توفاه اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ (منتی الارب)
- ۷..... قرآن مجید میں یہ لفظ زیر بحث آیتوں کے علاوہ اسی طریق پر تیس جگہ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی کسی جگہ بھی قبض جسم مع الروح کے نہیں ہیں بلکہ قبض روح کے ہی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- ۱..... توفنا مع الابرار O (آل عمران)
- ۲..... توفنا مسلمین O (اعراف)
- ۳..... توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین O (یوسف)
- ۴..... وإمانینک بعض الذی نعدہم اونتوفینک... الایۃ (یونس)
- ۵..... حدیث میں جہاں کہیں مذکورہ بالا تحریر پر توفی کا لفظ وارد ہوا ہے تو وہ بھی آسمان پر لے جانے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو مفتی صاحب کوئی مثال پیش کریں۔ نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے تو مفتی صاحب ناواقف نہیں ہوں گے کیونکہ اس میں بھی یہ لفظ قبض روح کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

پس مذکورہ بالا آیت قطعی اور یقینی طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

دوسری دلیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ. اور لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (مائدہ) کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں کافر ہیں۔ ان دونوں آیات سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری کو معبود مِنْ دُونِ اللَّهِ مانا جاتا ہے۔ دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ فَرَزَقْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَائُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلْ أَنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ (یونس ۱۳۱) اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکین کو یہ حکم دیں گے کہ تم اور جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا تھا ذرا اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے ان کے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے پس اب ہمارے اور تمہارے درمیان بس خدا ہی شاہد ہے۔ ہم کو تو تمہاری پرستش کی مطلق خبر نہیں۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں ورنہ اگر انہیں زندہ مانا جائے اور پھر دوبارہ انہی کا نزول ہو اور آپنی آنکھوں سے دیکھ

۱۔ یہ عجیب استدلال ہے نہ اس دلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصي طور پر ذکر ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم موت ہو اور اس استدلال کی بناء پر متفرق پر ہے جو بالکل صحیح نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو پہلے ہی کا انوم ثالث ہے وہ ان کے شرک سے بے خبر ہو۔ وہو کما ترویج اور نیز یہ عام دلیل ہے جو خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی جیسا کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ تُطْفِئَةٍ مِنْ نُفُوسٍ خَلْقَهُ مِنْ تَرَابٍ خاص دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہی وجہ ہے کہ معلوی نور الدین صاحب جن کی مرزا صاحب نے توثیق کی ہے لکھتے ہیں۔ لفظ جمع کا ہوا تو اس سے مراد کلہم اَجْمَعُونَ نہیں ہوگا جب تک کہ تصریح نہ ہو بلکہ مراد بعض سے ہوتی ہے۔ (اخبار بدر مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۱۳ء ص ۱۴)۔ ۱۲۔ عرب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

لیں کہ انہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ پھر حشر کے دن خدا تعالیٰ کے حضور کہیں کہ مجھے تو ان کی عبادت کرنے کی بالکل خبر نہیں۔ صریح جھوٹ ہے جو کسی نبی کی شان کے شایان نہیں۔ خدا تعالیٰ تو سچا ہے کہ وہ یہ جواب دیں گے اور مسیح ناصری کا یہ جواب بھی صحیح ہوگا کیونکہ وہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ دلیل اول میں ہم بتا چکے ہیں کہ مسیح ناصری نے ایسی بات سے لاعلمی ظاہر کی ہے کہ انہیں خدا کے سوا معبود بنایا گیا ہے اور بتایا ہے اگر بنایا بھی ہو تو میری وفات کے بعد بنایا ہوگا جس کا مجھے علم نہیں۔ پس مسیح تو اس بات میں سچے ہیں لیکن وہ علماء اپنے دعوے میں سچے نہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح زندہ ہیں۔ اور باوجود عیسائی قوم کو دیکھتے ہوئے کہ وہ ان کو خدا بنا رہے ہیں قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے تو ان کی عبادت کی بالکل خبر نہیں۔

تیسری دلیل ۱

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ الآية یعنی محمد ﷺ محض رسول ہیں آپ کے پہلے جو بھی رسول تھے وہ گزر گئے اگر آپ بھی مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو تم کو اپنی ایڑیوں پر نہیں پھر جانا چاہئے۔ اور اسلام کو نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس

۱۔ اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس تیسری دلیل کا تفصیلی جواب بھی اس طرح دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ خَلَتْ بمعنی ماضی نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ یہ ہر دو فقرے قرآنی یعنی سُنَّۃُ اللہِ الْغَیْیِ قَدْ خَلَتْ اور وَلَکِنْ تَجِدُ لِسُنَّةِ اللہِ تَبْدِیْلًا متعارض ہوں۔ بلکہ خَلَتْ غلوط سے ہے جس کے معنی نکل مکانی ہے وَإِذَا غُلُوْا إِلَىٰ شِیْءٍ طَبَعْتُمْ۔ قرآن نے کا گزرتا ہوتا ہے اَسْلَفْتُمْ فِی الْآلِیَامِ الْغَالِیَةِ اور غلوطی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتی ہے پس ہر تقدیر میں یہ بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ جگہ خالی کر گئے یا گزر چکے ہیں پیشتر اس کے کئی رسول۔ اور یہ معنی زندوں اور مردوں دونوں میں صادق آسکتے ہیں۔ جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ اس شہر میں اسے کئی حاکم ہو گزرے ہیں۔ یہ فقرہ اس حاکم کو جو مر گیا ہو اور اس حاکم کو جو تہذیب ہو گیا ہو اور اس حاکم کو بعد اختتام میعاد کے گھر میں چلا گیا ہو شامل ہے۔ ۱۲ مرتب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

قدر رسول تھے فوت ہو گئے ہیں۔ پس اس آیت سے مسیح ﷺ کی وفات بین طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم ﷺ سے پہلے ایک رسول تھے۔ اور لفظ خَلَّتْ کیا بلحاظ لغت خَلَا فَلَانِ ای مات (اسان العرب تاج العروس) اور کیا بلحاظ قرینہ فقرہ آیت اَفَانِ مَاتَ اَوْ قُتِلَ موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ سے پہلے دوسرے رسول فوت ہو گئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہیں۔

(شان نزول) یہ آیت اُجنگ اُحد میں اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپ کو قمر مہارٹی نے پتھر مارا جس سے آپ کے وودامت شہید ہو گئے اور آپ کا خود آپ کے سر میں گھس گیا اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تو کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ رسول کریم ﷺ قتل ہو گئے ہیں تب مسلمان گھبرائے اور بعض نے عید ان جنگ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت مومنوں کی تسلی کے لئے نازل ہوئی اور اس میں یہ بتایا گیا کہ رسول کریم

ﷺ اسلامی مناظر نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جنگ اُحد کے واقعہ میں صالحہ کلمہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہو سکتی ہے۔ جو قوت موجب جز یہ میں ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ خَلَّتْ بمعنی ماتت ہے تو پھر ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ جنگ اُحد میں جب یہ لفظ خبر از گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے اور بعض لوگوں نے موت اور موت میں منافات سمجھی جو صالحہ کلمہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال بالطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ موت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرسل میں اختلافی نہیں بلکہ جنمی اور جنس لا بشرط شیء کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرط لا شیء کے مرتبہ میں۔ اور قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ قضیہ موجب مہملہ ہے جو قوت موجب جز یہ میں ہے اور صالحہ کلمہ کی نقیض موجب جز یہ ہوتی ہے۔ اور آیت وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰی الْكِتَابَ وَفَعَلْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع بالف و لام موجود ہے اور یہاں الرسل افراد قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موی علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر موی رسول بھیجے نہ یہ کہ سب رسول حضرت موی علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موی علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں بلکہ موی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور موی آپ کے بعد۔ ۱۲ مرتب

الْفَلَّاحُ الرَّحْمَانُ

ﷺ کو تم نے خدا تعالیٰ پر قیاس کیا ہے کہ آپ کو مرنا نہیں چاہئے حالانکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں اس لئے آپ کو رسولوں پر قیاس کرنا چاہئے پس جس طرح کہ پہلے رسولوں کا خلو ہو چکا ہے اسی طرح ان کا بھی ہو جائے تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ پس آپ کی الوہیت کی تردید اور رسالت کا اثبات لفظ خلو سے کیا ہے اور خلو کی تفسیر موت اور قتل سے کی ہے کیونکہ أَفَانِ مَاتَ أَوْ قُتِلَ کی جگہ اگر لفظ خلا رکھا جائے تو معنی ایک ہی ہوں گے اور ان کا ایک ہی مفہوم ہوگا۔ لیکن اگر لفظ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں خلو کا ایک ہی طریقہ آسمان پر چلے جانا بھی تسلیم کیا جائے تو نہ ہی مَاتَ أَوْ قُتِلَ کہنا درست ہو سکتا ہے اور نہ ہی صحابہ کے خیال کی تردید ہو سکتی ہے کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح پر فلاں رسول زندہ ہے ویسے ہی آپ کو بھی زندہ رہنا چاہئے۔ چنانچہ ہمارے اس قول کی تائید و تصدیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ سے ہوتی ہے جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر پڑھا۔ جس میں آپ نے فرمایا مَنْ كَانَ يُعْبِدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدَمَاتٍ وَمَنْ كَانَ يُعْبِدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ کہ جو آنحضرت ﷺ کو اپنا معبود خیال کرتا تھا تو وہ سن لے کہ آنحضرت ﷺ تو وفات پا گئے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کی تلاوت فرما کر آنحضرت ﷺ کی وفات کے متعلق جو استعجاب صحابہ کرام کے

۱۔ اسلامی مناظر نے اس کا جواب اپنے پرچہ ۲ میں اس طرح دیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نظر أَفَانِ مَاتَ..... الخ پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقع پر یہ آیت بھی پڑھی إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْتُمْ مَيِّتُونَ اور اس کی توضیح یہ ہے کہ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سالبہ کا یہ کی تردید ہے بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر آنحضرت ﷺ کی موت کے ممکن ہونے کے لئے أَفَانِ مَاتَ..... الخ پر ہے اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ آیت یہ ہے إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْتُمْ مَيِّتُونَ یعنی اے غیفر تو (بھی اپنے وقت مقررہ) پر مرنے والا ہے اور یہ کفار بھی اپنے اپنے اوقات مقررہ پر مرنے والے ہیں۔ ۲۔ مرتب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

دلوں میں پیدا ہوا تھا اسے سابقہ رسول کی موت سے دور کر دیا اور بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا فوت ہونا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ اس سنت میں وہ سب رسول داخل ہو چکے ہیں جو آپ سے پہلے گذرے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کا پہلا اجماع ۱۔ جس بات پر ہوا وہ یہی تھی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قدر بھی رسول تھے خواہ موسیٰ خواہ عیسیٰ علیہما السلام سب فوت ہو گئے ہیں اور الرسل کا الف لام بقرینہ لفظ ۲ قبل استفراق کا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قبل کے رسولوں سے کوئی

۱۔ یہ قادیانی صاحبان کا عجیب اجماع ہے۔ یہ اجماع صحابہ نہیں بلکہ صحیح اجماع صحابہ وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بالقصریح پکار رہی ہے کہ وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مُوْبِقِهِ میں موبقہ کی تفسیر کا مرجع عیسیٰ رضی اللہ عنہ کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ نفس مضمون یعنی نزول حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تفسیر موبقہ کا مرجع حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کو قرار دینے کو غلط لکھتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ پس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع حیات و نزول حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ پر ہوا نہ کہ وفات پر۔ کیونکہ آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مُوْبِقِهِ میں حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کو شخصی طور پر مذکور ہیں اور آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کے عام طور پر مذکور ہونے کا وہم کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل صاف ہے کہ عام دلیل خاص منطوق شخصی دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ ۲۔ مرتب

۳۔ سبحان اللہ کیا کہئے۔ جناب من آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں قَبْلِهِ قرینہ اس بات کا نہیں کہ الرسل میں الف لام استفراقی ہے بلکہ یہ من قَبْلِهِ اس امر پر قرینہ قطعہ ہے کہ الرسل میں الف لام استفراقی نہیں ہے جیسا کہ اسی مضمون کی طرف اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ میں اشارہ کیا ہے کہ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحبان کے معنی میں الف لام استفراقی مان لیں تو پھر ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ الرسل میں الف لام استفراقی ہے بلکہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ الف لام استفراقی نہیں بلکہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں قَبْلِهِ بالرسل کی لغت نحوی ہوگی یا الرسل سے حال نحوی ہوگا۔ اور یہ دونوں شکیں باطل ہیں۔ شش اول اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی معنوت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی اور شش ثانی اس لئے باطل ہے کہ ہر معنوت قواعداً نحو حال اپنے ذوالحال پر ذکر میں اس وقت مقدم کیا جانا چاہئے جب ذوالحال مکرر ہو۔ اور مانحن فیہ میں الرسل معرّفہ ہے۔ پس معین ہوا کہ من قَبْلِهِ لغت کے متعلق ہے۔ قادیانی منظر کی رائے کے مطابق آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے یہ معنی ہونے کے تمام رسول محمد ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ معنی بدیہی المظاہر ہیں کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے مَا مَخْلُودٌ إِلَّا رُسُلُہِ سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ رسول ہیں اور فقرے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے بوقت استفراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ (نعوذ باللہ) رسول نہیں۔ وبل هذا لا تناقض فی القرآن وهو بدیہی البطلان۔ پس ثابت ہوا کہ من قَبْلِهِ اس بات کا قرینہ قطعہ ہے کہ الرسل میں الف لام استفراقی نہیں۔ ۲۔ مرتب (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِكاتبہ و لوالدہ)

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

بھی مستثنیٰ نہیں اور اگر الرسل سے مراد بعض رسول ہوتے تو ال کے لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ اس صورت میں ال کا لانا مخل مطلب ٹھہرتا ہے اور نہ استدلال صحیح ہو سکتا تھا اور نہ ہی جنگ احد کے دن صحابہ کے دلوں میں پیدا شدہ شبہ کا ازالہ ہو سکتا تھا کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ جب تمام کے لئے خلویا لموت یا قتل ضروری نہیں اور بعض اس سے مستثنیٰ ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ بھی ان بعض مستثنیٰ میں کیوں داخل نہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات پر کس طرح صبر کرتے تھے کہ مسیح تو آسمان پر زندہ موجود ہو اور رسول کریم فوت ہو جائیں۔ وہ اس گھائے سودے پر کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کو تو رسول اللہ ﷺ کی موت کے سوا کسی کی پرواہ نہیں تھی جیسا کہ آپ کے مرثیہ میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

كنت السواد الناظري فعمى عليك الناظر من شاء بعدك فليمت فليبك كنت احاذر
اور نیز وہ بات کہ آپ محض ایک رسول ہیں خدا نہیں ثابت نہیں ہو سکتی اگر خلوی کی ایک صورت آسمان پر زندہ جانا بھی مان لی جائے لیکن اگر الرسل سے مراد تمام رسول ہوں اور خلوی موت اور قتل سے ہی مانا جائے تو اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے۔ اور پیدا شدہ شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور نیز یہی آیت مسیح کیلئے بھی استعمال ہوئی ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پس جس طرح کہ اس آیت میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے مسیح سے پہلے کے تمام رسول مراد ہیں اسی طرح مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں آنحضرت ﷺ سے پہلے کے تمام رسول جن میں مسیح بھی شامل ہیں مراد ہے۔ اگر یہ آیت نازل ہوتی اور صرف مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ کی ہی آیت ہوتی تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح الرسل

۱۔ اس آیت مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں بھی الف لام استغراقی نہیں ہو سکتا اور نہ بروئے قواعد نحو یہ مذکورہ لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ رسول نہیں۔ وہ ہو کما تری۔ ۱۲ مرتب

میں شامل نہیں اس لئے انہوں نے وفات پائی نہیں خدا تعالیٰ نے مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ
وَالِی آئِیْت نَازِل کر کے مَسِیْحُ السَّلَاطِہ کو جو پہلی آیت سے باہر تھا اس کو بھی مردوں میں شامل
کر دیا۔ فَتَفَكَّرْ فِيهَا حَقَّ الْفَكْرِ۔

چوتھی دلیل

آیات لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اور لَقَدْ
كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ سے ثابت ہے کہ مسیح کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود
مانا جاتا ہے اور اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور سورہ نحل
رکوع ۲۷ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا
وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ کہ وہ جن کو اللہ کے
سوا پکارتے ہیں اور ان کی طرف خلق منسوب کرتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود
عالم خلق سے ہیں یعنی ان کو خدا تعالیٰ نے خلق کیا ہے وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو یہ بھی
معلوم نہیں کہ وہ موت کے بعد قیامت کے دن کب اٹھائے جائیں گے۔ پس ان دونوں
۱۔ سبحان اللہ۔ یہ کیا عجیب دلیل ہے نہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کے معنی موت کے
ہوں۔ مناظر اسلامی نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس دلیل کا تفصیلی جواب دیا ہے کہ وہ یہاں آیت وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ اور نہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت
ہو چکے ہوں اور نیز آیت إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور تو واضح اس کی یہ
ہے کہ قضیہ مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں یہ حکم کیا جائے کہ محمول موضوع کے لئے کسی وقت تکلیفیت ہے یا محمول موضوع سے
کسی وقت مسلوب ہے اور اَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ اس آیت میں مطلقہ عامہ کا محمول ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو معبودات
باطلہ اللہ کے سوا پرستش کئے جاتے ہیں وہ کسی وقت میں مرنے والے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تمام معبودات باطلہ
مر چکے ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے فوت ہو چکا ہو تو پھر مرزا صاحب کی نبوت کا سلسلہ
کیسا جاری رہا اور نیز آیت إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ سے اَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ کے قضیہ مطلقہ عامہ ہونے کی تاخیر ہوتی
ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے اور بعد میں بھی زندہ رہے اور نیز آنحضرت ﷺ کے مخالفین
جن کو مَيِّتُونَ کہا گیا زندہ تھے اور زندہ رہے۔ ۱۲ مرتب

الْقَطْلُ الرَّحْمَانِي

آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری وفات پا گئے ہیں کیونکہ ان کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور آیت اموات غیر احياء سے ثابت ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانے جاتے ہیں جنگی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں وہ مردہ ہیں زندہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح ناصری بھی وفات پا گئے ہیں، زندہ نہیں ہیں۔ فافہم

پانچویں دلیل

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا

۱۔ قادیانی مناظر نے اپنے دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام پر بہت دلائل پیش کئے ہیں جن سے ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ سامعین پر اچھا اثر پڑے کہ انہوں نے بکثرت دلائل پیش کئے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ درحقیقت قادیانی مناظر نے ایک بھی ایسی دلیل نہیں بیان کی کہ جو بروئے قواعد و محاورات عربیت دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر سکے بلکہ سب مغالطات ہیں جیسا کہ اس مناظرہ سے اظہر من الشمس ہے اور اس دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ایسا ہی آیت کَانَ بَاكَ لَانِ الطَّعَامِ میں بصیغہ ماضی ان کی ماں کی مدح سے تغلیب ہے، جیسے کَانَتْ مِنَ الْفَاتِنَاتِ میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے لَسْتُ كَمَا خَدَّكُمْ اُولَسْتُ كَمَا نَبَيْتُكُمْ اَلَيْ يَطْعَمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي اور اس کی تشریح یہ ہے کہ گمان غیض نہ کر کا ہے اور نہ کر کو موت نہ ہو غلہ دے کر دونوں سے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم سے نہ کر کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے جیسا کانت من القننیں میں۔ اور کالہ کی ماضویت حضرت عیسیٰ کی ماں کی مدح سے ہے یعنی حضرت عیسیٰ اور ان ماں مریم صدیقہ و رستہ جمعی زمانہ گذشتہ میں چاہا اٹھایا کرتے تھے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جیسا کہ مریم صدیقہ فوت ہو چکی ہیں ویسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہوں مثلاً جب یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب اور ان کی بیوی صاحبہ دونوں مل کر زمانہ گذشتہ میں باغ کی سیر کیا کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر بالفرض ان دونوں میں سے ایک صاحب فوت ہو جائیں تو دوسرے صاحب بھی ضرور فوت ہو جائیں اگر سوال کیا جائے کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کیا کھاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ طعام ما یطعم بہ کا نام ہے یعنی جو طعام اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے۔ اور طعام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ جنوب ارضی وغیرہ ہی ہوں۔ دیکھو آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو صوم الوصال سے نفی فرماتے ہیں اور صحابہ عرض کرتے ہیں کہ اِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ آپ پھر کیوں صوم الوصال رکھتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں لَسْتُ كَمَا خَدَّكُمْ اُولَسْتُ كَمَا نَبَيْتُكُمْ اَلَيْ يَطْعَمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي (بخاری جلد اول ۲۶۳) یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے اللہ تعالیٰ طعام دیتا ہے اور پانی پاتا ہے۔ اس حدیث میں جنوب ارضی وغیرہ کے سوا کسی اور طعام کا بیان ہے۔ ۱۲ مرتب

يَا مُكْلَانِ الطَّعَامَ أَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ۔ مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہی ہیں آپ سے پہلے رسول گذر چکے ہیں اور آپ کی والدہ صدیقہ ہیں۔ آپ اور آپ کی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت سے پہلے عیسائیوں کا قول پیش کیا ہے کہ عیسائی مسیح کو خدا بناتے ہیں حالانکہ مسیح خدا نہیں ہو سکتے بلکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں۔ اس کے تین دلائل بیان فرمائے ہیں:

(۱) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (۲) أُمُّهُ صِدِّيقَةٌ۔

(۳) كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ۔

اس وقت میں جس سے وفات مسیح پر استدلال کرنا چاہتا ہوں وہ آخری فقرہ ہے اس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اور سب لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ و جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدل مانتھل ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کی غذا جو کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے جیسے کہ اگر کوئی روح کو یک دفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشارت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے ہنسنے رونے کے آثار روح پر بھی پڑتے ہیں۔ اب جبکہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدائی سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے اور سات برس کے بعد اور جسم آئے اور ماسوا اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلم ہے اب ظاہر ہے کہ مسیح ان تمام

حاجتمندیوں سے بری نہ تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوتی ہیں پس آپ کی حالت کا متغیر ہونا آپ کے حدوث کی دلیل ہے کہ آپ کا حادث اور کھانے کا محتاج ہونا اور بیرونی و اندرونی عوارضات سے متاثر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مسیح خدا نہیں پس اس آیت میں مسیح کے کھانے اور اس کے حالات کے متغیر ہونے کو اس کی الوہیت کے بطلان کی دلیل بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بصیغہ ماضی بیان کر کے ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ اب نہیں کھاتے۔ پس دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ وفات پا گئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں پس اگر پہلی صورت تسلیم کی جائے تو ایک تو اس کی الوہیت ثابت ہوگی اور دوسرے خدا تعالیٰ نے جو دلیل دی ہے وہ صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ جب وہ کھانے کا محتاج نہیں ہوگا تو غیر متغیر ہوگا اور اس کا کھانا کھانا اور متغیر ہونا ہی اس کی الوہیت کو باطل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے پیش کیا تھا لیکن وہ دونوں باتیں اس کی زندگی میں نہیں پائی گئیں۔ اس لئے وہ صرف رسول ہی نہ ہوئے بلکہ خدا بھی ثابت ہوئے۔ اور نیز یہ آیت: وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ کے بھی خلاف ہوگی۔ چونکہ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کی طرف خدا تعالیٰ وحی کرتا ہے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں بلکہ زندگی کی حالت میں اس آیت کے مطابق کھانا ضروری ہوا۔ اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کھانا نہیں کھاتے۔ تیسرے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: وَلَا مُسْتَغْنَىٰ عِنْدَ رَبِّنَا (بخاری) کہ اے ہمارے خدا ہم اس کھانے سے مستغنی نہیں ہیں۔ پس کھانے سے پاک اور مستغنی صرف خدا تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ پس اگر مسیح کو زندہ مان کر کہا جائے کہ وہ کھانا کھانے سے مستغنی ہیں اور کھانا نہیں کھاتے تو وہ ان کی الوہیت کی دلیل ہے۔

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

اب دوسری صورت یہی ہو سکتی ہے کہ وہ وفات پا گئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں اس کے سوا کسی دوسری صورت کوئی نہیں ہو سکتی۔ پس آیت کَانَ يَا كَلَانِ الطَّعَامِ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

چھٹی دلیل

وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم) مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تاکید کی کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو کس کو؟ آیا فرشتوں کو یا خدا کو؟ اگر کہوں کہ ان کے پاس تو مال نہیں وہ زکوٰۃ کیسی دیں۔ تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کا خاص طور پر انہیں حکم دینا کہ جب تک تم زندہ رہو زکوٰۃ دو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے کے قابل تھے ورنہ خاص طور پر ان کو حکم نہ دیا جاتا۔ سو ہم کہتے ہیں کہ آسمان کا عرصہ تو دو ہزار برس کا تو قریباً ہو چکا ہے اور آسمان میں مستحقین کا وجود بھی نہیں پایا جاتا پس اس لئے مَا دُمْتُ حَيًّا کی قید کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے تو مَا دُمْتُ عَلَى

۱۔ اس چھٹی دلیل کا جواب اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح دیا ہے کہ عمار کے آسمان پر ادا ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیا آسمان جائے عبادت نہیں اور شب و روز فرشتے تسبیح و ذکر الہی میں مشغول نہیں رہتے۔ اور زکوٰۃ کے متعلق دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی و طہارت ہے جیسا کہ بیشتر اس کے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا وَخَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَزَكَاةً (مریم) یعنی ہم نے یحییٰ کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی ہے۔ ۲۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیشتر بشارت دی گئی ہے۔ لَا تَهْبُ لَكَ غَلَامًا رُكِيًّا (مریم) یہاں بھی لڑکا پاکیزہ مراد ہے پس اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں۔ دوسرا جواب یہ کہ زکوٰۃ سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ لیکن فرضیت اداء زکوٰۃ اس وقت ہے جب انسان صاحب نصاب ہو۔ میرے قادیانی منظر صاحب پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کریم یا صحیح حدیث سے صاحب نصاب ہونا ثابت کریں پھر ہم زکوٰۃ کا مصرف بتائیں گے۔ ۳۔ اَمْرَبَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِكَاتِبِهِ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ۔

الْأَرْضِ کہنا ہی صحیح ہو سکتا تھا نہ مَا ذُمَّتْ حَيًّا۔ پھر اس کے علاوہ سوال یہ ہے کہ وہ کوئی نماز پڑھتے ہیں اسرائیلی نماز یا محمدی؟ اگر کہو اسرائیلی تو ماننا پڑے گا کہ ابھی پہلی شرائع منسوخ نہیں اور اگر کہو محمدی نماز تو پھر یہ سوال ہے کہ ان کو کس نے بتائی؟ اگر کہو کہ نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو یہ غلط ہے کیونکہ ان میں سے آسمانوں پر کوئی نہیں گیا۔ اور اگر کہو کہ معراج میں بتائی گئی تو اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں اور اگر کہو کہ وہ انکو الہاماً بتائی گئی تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کو تسلیم کر کے ماننا پڑے گا کہ وہ تشریف ہی نبی ہیں۔ کیونکہ شریعت کا ایک حصہ دونوں پر نازل ہوا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے نماز پڑھیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی نہ کہ آنحضرت ﷺ پر۔ اور ایسا ہونا آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ پھر علاوہ ازیں یہ سوال ہوگا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دارالعمل میں ہیں یا دارالجزاء میں؟ اگر کہو دارالعمل میں تو ان کو سب اعمال کا بجالانا ضروری ہے۔ اگر کہو کہ وہ ایسی جگہ ہیں کہ جہاں وہ یہ اعمال بجا نہیں لا سکتے۔ تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ آیا وہ ایسے مقام پر بخوشی خاطر اپنے ارادہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں یا بکجوری؟ اگر کہو کہ اپنے ارادہ سے تو یہ غلط ہے۔ اگر کہو کہ بکجوری تو پھر یہ سوال ہوگا کہ آیا شریعت محمدیہ کے احکام پر عمل کرنے سے تقویٰ اور تقرب الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے یا تنزل۔ اگر کہو تنزل تو یہ فریقین کے نزدیک باطل ہے۔ اگر کہو ترقی ہوتی ہے تو مسیح کو اس ترقی سے کیوں محروم کیا گیا ہے۔ اگر کہو کہ دارالجزاء میں ہیں تو دارالجزاء میں جانا وفات کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور دارالجزاء کا نام ہی جنت ہے اور جنتیوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا لَهُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ کہ وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اس لئے مسیح دنیا میں نہیں آ سکتے اور اگر کہو کہ وہ اس دارالجزاء سے پھر دوبارہ دارالعمل میں بھیجا جائے گا تو اس سے مسئلہ تنازع کو

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

صحیح ماننا پڑے گا۔ پس سوائے اس کے کہ اعمال نہ کرنے کا باعث وفات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ زندہ نہیں ہیں اس لئے اب ان سب اعمال کے بجالانے کے مکلف نہیں ہیں اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ فافہم

ساتویں دلیل

وَسَلَامٌ عَلٰی یَوْمٍ وَلَدَتْ اُمُوْتُ وَيَوْمٍ اُبْعَثُ حَیًّا۔ مَسْحُ الْعَلَنِ

۱۔ اس ساتویں دلیل کا جواب املائی مناظر نے اپنے پرچے نمبر ۳ میں اس طرح دیا ہے کہ عدم ذکر شے سے اس شے کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا (براین احمد یہ ص ۵۳۵) اور نیز اس آیت سے جو شتر رخ اور نزول کا ایک فقرہ وسیلہ کے ساتھ ذکر ہے چنانچہ فرمایا وَجَعَلْنِي مَبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا کیا ہے جہاں کہیں میں ہوں ہم مقابلہ چند برکات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور برکات مرزا صاحب ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ دشمنی، حسد، بغض کا دور ہو جانا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ وَلَقَدْ هَمَمْتُ الشَّحْنَاءُ وَالْبَغَاضُ وَالْتَحَاسُدُ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۳۷۲) مرزا صاحب کی برکت۔ بغض کی آگ لگ جانی اور ایسی عدوتوں کا پیدا ہو جانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم متان نکل رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ مال کا کثرت سے ہو جانا حتیٰ کہ زکوٰۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں گے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے وَبِقِيضِ الْمَالِ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ (مشکوٰۃ ص ۳۷۱) مرزا صاحب کی برکت۔ مسلمانوں کا سخت محتاج اور فقر کی حالت میں ہونا۔ اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ دیکھو تو اس کثرت سے فقر اکام جمع ہو جانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بغض کا افلاس کے مارے اور اللہ کی طرف مائل ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہو جانا۔ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۷۱)

مرزا صاحب کی برکت۔ الچی اور طمع انسانی کا بڑھ جانا حتیٰ کہ حلال و حرام کی تمیز نہ رہنا۔ رشوت، ستانی اور خیانت اور زمین کا کثرت سے وقوع میں آنا۔ اور بغض کا الچی کے مارے بے دریغ اختیار کر لینا۔ عاقبت کو بھلا دینا اور نبوی قائدوں کو پیش نظر رکھنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور عام خلق اللہ کے حق میں مغربوں ان کا رک جانا۔

مرزا صاحب کی برکت۔ خشک سالی اور ہرجس کی گرانی خصوصاً گھی و دودھ کا کم ہو جانا اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبا میں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سی مصیبتیں دنیا میں عام طور پر بدامنی اور بے آرامی کا ہونا۔ خلاصہ جواب۔ یہ کہ القرآن کلمۃ واحدة ہے۔ لَہٰذَا آیت بَلِّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ۔ وَافْعَكَ اِلٰی اور آیت وَلَٰنْ یُنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُّوْمِنَنَّ بِہِ قَلِیْلٌ مَّوْبَہِ اور آیت وَجَعَلْنِي مَبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ قابل غور ہیں۔ ۱۲۷

الْقَفَلُ الرَّحْمَانِي

اپنی سلامتی کے تین دنوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک تو پیدائش کے دن دوسرے موت
تیسرے بعث بعد الموت کے دن کا۔ حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس وقت جب کہ تمام
یہود آپ کے قتل کے درپے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کو جان سے مار دیں تو اس وقت آپ
کو آسمان پر اٹھالینا ایک بڑا سلامتی کا دن تھا مگر اس کا آپ ذکر تک نہیں کرتے اس کا ذکر نہ
کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہوتا تو ضرور اس کا بھی ذکر
کرتے کہ اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ مجھے آسمان پر اٹھایا جائے گا اور اس دن بھی
سلامتی ہے جس دن کہ میں دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گا اور ان تین مواقع میں تو سب نبی
ان کے شریک تھے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ کے لئے بھی یہی تینوں باتیں خدا تعالیٰ نے فرمائی
ہیں۔ پس جن دواہم اور عظیم الشان واقعات کی مسیح کے ساتھ خصوصیت ہے یعنی آسمان پر
جانا اور آسمان سے واپس آنا۔ یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصاً
جبکہ یہ کلام وحی الہی کے ماتحت تھی۔

آٹھویں دلیل

خدا تعالیٰ اپنی آدم کیلئے ایک قانون بیان فرماتا ہے: فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا

۱۔ اس آٹھویں دلیل کا مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ آیت فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا
تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تَخْرَجُونَ اور آیت وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ وغیرہ سے وفات عیسیٰ بن مریم
علیہ السلام ثابت نہیں کیونکہ یہ مصرعہ ظاہر طبعی و اصلی ہے۔ یعنی انسان کے لئے طبعی اور اصلی مقرر زمین ہے لیکن عارضی طور پر
آسمان میں رو سکتا ہے خاص کر وہ انسان جس کو فرشتوں کے ساتھ کمال مناسبت ہو۔ جیسا کہ فرشتوں کا مقرر طبعی و اصلی آسمان
ہے لیکن زمین پر بھی عارضی طور ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اور نیز جہاں جعل ٹکونی پایا جائے وہاں جہول الیہ لازم نہیں
ہوتا بلکہ عارضی دیکھو وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا میں یہی مطلب ہے کہ آرام اور قیام کا اصلی وقت رات
ہے مگر عارضی طور دن کو بھی آرام و قیام کر سکتے ہیں اور عااش کا اصلی وقت دن ہے لیکن عارضی طور پر رات کو بھی کما کٹے ہیں۔
۱۲ مرتب اللہم اغفر لکتابہ ولوالدیہ والاساذیہ۔

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

تُخْرَجُونَ كَمَا أَعَادَ بَنِي آدَمَ تَمَّ اِسِي زَمِينِ مِیْنِ هِي زَنْدَگِی بَسْرُ کَرُو گے اور اِسی مِیْنِ مَرُو گے اور پھر اِسی جِے اُٹھائے جَاوُ گے۔ پس یِه اِیک عام قَانُون هے جو ہر اِیک فِرْدِ بَشَر پَر حَاوِی هے تو پھر کیونکر ہو سکتا هے کِه مَسْجِ فِیْہَا تُخْبِیُونَ کِه صَرِیحْ خِلَافِ آسْمَانِ پَر زَنْدَگِی بَسْرُ کَرِیْن۔ چنانچہ دوسری آیات بھی اِس کی تائید کرتی ہیں۔ مِثْلًا وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حَیْنٍ کِه تمہارے لے زَمِیْنِ ہي قَرَار گاہ هے اور اِیک وَقْتِ تَک نَفْع اُٹھانا هے۔ پھر اِسی طَرَحِ خُدا تَعَالٰی فرماتا هے: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَاءَ وَاَمْوَاتًا کِه جاندار و غیر جاندار اور مُرْدُوں اور زِنْدُوں کِه لے ہم نے زَمِیْنِ کُو قَبْضِ کَرْنِ والی اور سِمْئِنِ والی اور اِپْنِ سَاتھ مَلائے رَکھْنِ والی بَنایا هے۔ اِس آیت مِیْنِ خُدا تَعَالٰی نے مَسْئَلہ کَشْشِ ثَقْلِ کَا بَیَان فرمایا هے کِه زَمِیْنِ مِیْنِ یِه اِیک خَاصِیْتِ هے کِه وہ اِپْنِ چِز کو باہر نہیں نِکھرنے دیتی۔ اور اگر کِسی مانع کی وجہ سے اِس سے اوپر کوئی چِز چلی جائے تو پھر وہ اِس کو اِپْنِ طَرَف کھینچ لیتی هے۔ پس مَسْجِ الْمَلٰٓئِکَةِ کو اگر فرشتے آسْمَانِ کی طَرَف اُٹھا کر لے گئے تو آسْمَانِ پَر رَہْنِ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اِیک تو یِه کِه فرشتے انہیں پکڑے رَکھیں۔ دوسری یِه کِه آسْمَانِ کو بھی زَمِیْنِ کی طَرَحِ قَرَار دیا جائے یا زَمِیْنِ کِه اِس حصّہ کی جس کِه مَقَابِلہ مِیْنِ مَسْجِ الْمَلٰٓئِکَةِ ہو وہ خاصیت ہی ماری گئی ہو۔ بہر حال جو بھی صورت اختیار کی جائے اِس کَا ثُبُوت دینا ضروری هے لیکن موت کی صورت مِیْنِ اِن سَوَالَاتِ مِیْنِ سے کوئی سَوَال بھی وارِد نہیں ہوتا خُدا تَعَالٰی فرماتا هے کِه اِنْسَانِ زَنْدہ ہو یا مَرْدہ اِس کِه لے زَمِیْنِ ہي رَہْنِ کی جگہ هے۔ پس مَسْجِ الْمَلٰٓئِکَةِ زَنْدہ ہو یا مَرْدہ تو اِس کِه لے زَمِیْنِ مِیْنِ ہي رَہنا ضروری هے۔ پہلی شق تو آپ کِه مَرْدِ اِیک بھی مَسْجِ نہیں کِه وہ زَمِیْنِ پَر زَنْدہ ہوں۔ پس دوسری شق ہی صحیح هے کِه وہ وفات پا گئے ہیں اور زَمِیْنِ ہي مِیْنِ مَدْفُونِ ہیں۔

الْقُرْآنُ الرَّحْمَانُ

نویں دلیل

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ۔ بقول آپ کے اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری نے اپنی موت کے بعد آنحضرت ﷺ کے آنیکی بشارت دی ہے لیکن اگر ان کی حیات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ پھر دوبارہ نزول ہوں گے تو اس آیت کا صریح خلاف ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ اس پیشینگوئی کے مصداق نہیں کیونکہ اس وقت یہ صادق آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت ﷺ مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ کے قبل مبعوث ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے بعد میں لیکن آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی صداقت مسلمہ فریقین ہیں۔ پس مسیح کا زندہ ہونا باطل ہو گیا اور ان کی وفات متعین ہو گئی۔

دسویں دلیل

وَمَنْ ۚ نَعْمَرُهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ہم جس کی عمر زیادہ کرتے ہیں تو اس کی بناوٹ میں اس کو الٹا گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمْرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ

۱۔ اس نویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ بعدی دونوں سورہوں یعنی بعد الموت وبعد الغیبت کو شامل ہے۔ دیکھو جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو جنگ تبوک کے موقعہ پر اہل و عیال کی خبر گیری کیلئے مدینہ میں چھوڑا تو اس وقت آپ نے یہ حدیث فرمائی اَلَمْ تَرَ مَنِي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ اَلَا اِنَّهُ لَا يَمُوتُ بَعْدِي ۚ ۲۔ اس دسویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ان آیات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے موت سے نہ چنے والا نہیں اعتقاد کرتے بلکہ آنحضرت ﷺ نے فرمودی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو کر میرے مقبرے میں میرے پاس مدفون ہوں گے۔ ۱۲ مرتب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

بَعْدَ عِلْمِ شَيْئِنَا (ج ۱، ع ۱۱) اور تم سے وہ ہے جس کو وفات دی جاتی ہے اور تم میں سے وہ بھی ہیں جن کو ازل ترین عمر (انتہائی بڑھاپا) کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جاننے کے بعد نہ جاننے والا بن جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو انتہائی درجہ کا بڑھاپا پانے سے پیشتر وفات پا جاتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جن پر انتہائی درجہ کا بڑھاپا آتا ہو جس کی وجہ سے ان کے تمام اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں اور علم وغیرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس مسیح بھی اس قانون سے باہر نہیں رہ سکتے۔ پس یا تو ان کو ان دونوں قسموں میں شامل کر دو نہ مانو کہ وہ انسان نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ اور اگر تم ان کو دوسری قسم میں شامل کرو تو دو ہزار سال کی عمر میں سمجھ لو کہ ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ یا پہلی قسم میں شامل کرو کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ تیسری کوئی صورت خدا تعالیٰ نے بیان نہیں کی۔ پہلی صورت تو آپ کو بھی منظور نہیں اور نہ آپ تسلیم کرتے ہیں۔ پس دوسری صورت یہ ہے کہ وفات پا گئے ہیں، تسلیم کرنی پڑے گی۔

گیارہویں دلیل

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعها الا اتباعی

(ابن کثیر جلد ۶ ص ۲۳۶ والیو اقیوت والیو اہر وغیرہ)

۱۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث صحاح میں نہیں بلکہ مشکوٰۃ میں مروایت جاوے اس طرح ہے ولو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی۔ رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ اور نیز مشکوٰۃ شریف میں ایک اور جگہ یہ حدیث یوں مذکور ہے ولو کان حیاً وادرك نبوتی لاتبعنی (رواہ الدارمی)۔ اور اس میں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ غیر مشکوٰۃ حدیث کیوں پیش کی جاتی ہے۔ اس کا راوی کون ہے۔ احادیث مستند و صحیحہ کے خلاف ایک منکر حدیث کو پیش کرنا کونسا اسلام ہے اور الیو اقیوت والیو اہر نے فتوحات مکیہ کا حوالہ دیا ہے اور فتوحات مکیہ میں صرف لو کان موسیٰ حیاً مذکور ہے۔ اور نیز وہ حدیث جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے بلحاظ شرط نمبر ۲ بعد اس کے کہ نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے صحیح نہیں اور اس حدیث کے ان الفاظ کو بالفرض صحیح تسلیم کیا جائے تو تعارض بین الاحادیث کو دور کرنے کے لئے اس کا یہ معنی ہوگا۔ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین علی الارض الخ ۱۲ مرتب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس حدیث میں تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی وفات کا اکٹھا ذکر کیا اور دو اور حدیثیں ہیں جن میں سے ایک میں تو صرف موسیٰ کا نام آیا ہے اور ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے: لو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی اور تیسری حدیث جس میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جو فقہ اکبر مطبوعہ مصر ایڈیشن اول کے ص ۱۰۰ پر ہے۔ ویقتدی به لیظهر متابعة لبنينا ﷺ كما اشار الى هذا المعنى ﷺ لو کان عیسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی یعنی مسیح موعود مہدی کی اقتدا کریں گے تاکہ ظاہر کریں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیرو ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس ان کا پیروی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس دلیل کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں جو یہ ہے مثلاً ایک سائل ہم سے ایک روپیہ مانگے اور ہم جواب میں اسے یہ فقرہ کہیں کہ اگر ہمارے پاس روپیہ ہوتا تو ہم دے دیتے تو اس فقرہ کا نتیجہ اور مقصود اور مال یہ ہے کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے وہ میری پیروی کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

بارہویں دلیل

واخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائة وعشرين سنة ولا ارانی الا ذاهبا

۱۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے کہ نص قرآنی اور احادیث مستندہ صحیحہ کثیرہ کے متعارض ہے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے ورنہ مرزا صاحب کی عمر تیس سال ہونی چاہئے تھی۔ اگر بالقرین صحیح تسلیم کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے زمین پر یہ عرصہ گزارا کیا ہے۔

عیش خوردنی و آنچه بدای ز دست نمائندہ (عشمتی ۱۱، جلد ۳، ص ۲۲۸)۔ ۱۲/۱۴

علی راس ستین (حج اکرام ص ۴۶۸ حاشیہ جلالین زیر آیت متوفیک)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مستدرک میں حاکم اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا ہے کہ پھر نیک علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور میری عمر ساٹھ برس کی ہوگی۔ اور مصنف حجاج الکرام نے اس حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے رجالہ ثقافت کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور پھر جلالین کے حاشیہ پر جو یہ حدیث بیان ہوئی ہے تو وہ ابن الحجاج نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث بالوضاحت دلالت کرتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ساٹھ برس کی عمر پا کر وفات پا جائیں گے۔ ویسے ہی مسیح ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئے ہیں۔ اور اگر انہیں زندہ تسلیم کیا جائے تو ان کی عمر آپ کے وقت میں جو زمانہ گذرتا ہے وہی اس کی عمر ہوتی ہے مگر آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمادیا اور اپنی مرض الموت میں فرمایا تا کہ یہ بات بطور وصیت کے لوگ یاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا چکے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ ساٹھ برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔

تیرہویں دلیل

معراج کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے مسیح ناصری اور حضرت یحییٰ

۱۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ میرے مناظر صاحب کو معراج کی تمام روایات پر احاطہ نہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ہے عن عبد اللہ ابن مسعود قال لما کان لیلۃ اسری برسول اللہ ﷺ لقی ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ فلذا کروا السلاعة فبدأوا بابراہیم فسألوہ عنہا فلم یکن عنده منها علم ثم سألوہ موسیٰ فلم یکن عنده منها علم فرد الحدیث الی عیسیٰ ابن مریم فقال قد عهد الی فیما دون وجبتہا فاما (جاری)

الْقَفَلُ الرَّحْمَانِي

علیہا السلام کو ایک جگہ اکٹھے دیکھا ہے۔

بعض حدیثوں میں تو دوسرے آسمان اور بعض حدیثوں میں چوتھے آسمان میں۔
اب سوال یہ ہے کہ مُردوں کا مقام زندوں کا کیسے ہو سکتا ہے۔ البتہ مُردوں میں وہی رہ سکتا
ہے جو مردہ ہو نہ کہ زندہ۔ اب اس مقام کے متعلق ہم پوچھتے ہیں کہ آیا وہ مقام جنت تھا یا
برزخ۔ اگر کہو مقام برزخ تو پھر بھی مسیح نہیں آسکتے اور نہ ہی وہ زندہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ
مقام برزخ مُردوں کے لئے ہے نہ کہ زندوں کے لئے۔ اور مقام برزخ میں رہنے والا دنیا
میں نہیں آسکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ
ارْجِعُونِي لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ
وَرَاءِهَا يَوْمٌ يُبْعَثُونَ۔ پس جو برزخ مقام میں پہنچ گیا قیامت کے دن تک
اس کا ٹھکانا برزخ ہی ہے نہ کہ دنیا۔ اور اگر کہو کہ جنت میں ہیں تو جنت بھی مرنے کے بعد
حاصل ہوتی ہے اور پھر جو جنت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو پھر وہاں سے نکالا نہیں جاتا
جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرِجِينَ۔ پس کوئی صورت
اختیار کرو۔ معراج کی حدیث سے مسیح کی وفات اور اس کا دوبارہ دنیا میں نہ آنا ثابت ہے۔

(بقیہ) وجہہا فلا یعلمہا الا اللہ فذکر عروج الدجال قال فانزل فاقبلہ الحدیث (سنن ابن ماجہ ص ۹۰۳)
یعنی جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا اس رات آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام
سے ملاقات کی تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا آپ کو قیامت کے
دور کی بابت کوئی خبر نہ تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی
تو آپ نے کہا کہ ہاں قیامت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو
معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا۔ دیکھو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی
زبانی نزول ثانی کو بیان فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ
سے اپنے قرب قیامت میں نازل ہونے کی بابت ذکر کر رہے ہیں۔ اس حدیث کی تصریح کے مقابلہ میں قادیانی منظرِ گمراہی
اور خیالی باتوں کا چھوڑ نہیں۔ ۲۔ امر تب اللہم اغفر لکاتبہ ووالدیہ استاذہ ومن سعی فیہا۔

چودھویں دلیل

طبقات کبیر محمد بن سعد جو کہ حالات شریفہ آنحضرت ﷺ وحالات صحابہ کرام بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑ ہے۔

اس کے جلد ثالث (ص ۲۶) پر بحیرہ ابن مریم سے روایت کی ہے کہ: لَمَّا تَوَفَّى عَلِي ابْنُ أَبِي طَالِبٍ قَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَصَعِدَ الْمَنْبِرَ وَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ قَبِضَ اللَّيْلَةُ رَجُلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ الْاَوَّلُونَ وَلَقَدْ قَبِضَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي عَرَجَ فِيهَا بَرُوحُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ.

بحیرہ ابن مریم نے کہا کہ جب علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب فوت ہوئے تو حسن بن علی علیہما السلام کھڑے ہوئے اور منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے جس سے نہ تو پہلے بڑھے اور نہ پیچھے آنے والے لوگ ان کو پہنچیں گے۔ آنحضرت

۱۔ گو اس چودھویں دلیل کا جواب دینا اسلامی مناظر کا فرض نہیں تھا کیونکہ بڑے شرط نمبر اتحادیانی مناظر کا فرض تھا کہ قرآن کریم اور حدیث کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کرتا اور اس نے امام حسن علیہ السلام کے قول تاریخی رنگ میں پیش کیا ہے لیکن پھر بھی اسلامی مناظر نے جواب دیا ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ لَمَّا ظَاذَ آيَتِ فَتَفَخَّخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا (الانبیاء) وَآيَتِ فَارْمَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا (مریم) اور لَمَّا ظَاذَ رِثَ شَفَاعَتِ وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَانَّهُ رُوحُ اللَّهِ تَعَالَى (الشفاء ص ۳۶ جلد ۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ ہونے میں خصوصیت ہے اور اسی وجہ سے حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعبیر فرمائی ہے اور اضافت روح کی طرف عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اضافت بیان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عرج فیہا بالروح الذی ہو عیسیٰ ابن مریم الخ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے فقرہ وَلَقَدْ قَبِضَ اسْتِمَالُ فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے لفظ عرج فیہا بولا ہے۔ اور اسی کتاب طبقات ابن سعد کی یہ عبارت اس مضمون کی تائید کرتی ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وَإِنَّ اللَّهَ رَفَعَهُ بِجَسَدِهِ وَإِنَّهُ حَيٌّ الْآلِآنَ وَسِيرُجَعُ إِلَى الدُّنْيَا فَيَكُونُ فِيهَا مَلَكًا ثُمَّ يَمُوتُ كَمَا يَمُوتُ النَّاسُ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶) یعنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسده العنصری الجالیا ہے۔ اور وہ اس وقت زندہ ہے اور مقرب دنیا میں دوبارہ آئے گا پھر اس میں بادشاہ ہوگا پھر وہ فوت ہوگا جیسے اولوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

الْقَلْبُ الرَّحْمَانِي

ﷺ ان کو جنگ پر روانہ فرماتے تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام ان کی وہی طرف اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کی بائیں طرف سے اسے گھیر لیتے تھے تو آپ نہیں واپس ہوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دیتا تھا۔ اور والدہ یقیناً وہ اس معروف و مشہور رات میں فوت ہوا ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اوپر چڑھائی گئی تھی اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ پس اس حدیث میں صاف طور پر مسیح کے رفع روح کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور خاص وقت بھی بتلایا گیا ہے اور وہ بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کے کوئی اور معنی نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسی طرز سے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سب مخاطبین صحابہ اور تابعین اس وقت اور اس تاریخ کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی روح اس میں اٹھائی گئی۔ پھر مجمع بھی کوئی تھوڑا نہیں بلکہ حضرت علی علیہ السلام کی وفات کا موقع ہے اور اس اجتماع کے موقع پر امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اٹھائی گئی نہ کہ جسم۔ اور وہ ستائیسویں (۲۷) رمضان ہے اور اس وقت کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی عالم بھی یہ نہیں کہتا کہ حضور آپ کیا فرما رہے ہیں وہ بحسدہ العصری آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ یہ بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ وہ فلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں بولتا اور سب سکوت اختیار کر کے ان کی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیکھ لو دنیا کی اصلاح کے لئے دو قدرتیں مبعوث ہوا کرتی ہیں۔ قدرت اولیٰ وہ نبی کا وجود ہوتا ہے اور قدرت ثانیہ اس کے جانشین ہوتے ہیں۔ قدرت اولیٰ کی وفات ہوتی ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات۔ تو اس وقت قدرت ثانیہ کا پہلا فرد اٹھتا ہے اور آیت مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ

۱۔ ایک فقرہ سے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر نہیں۔ اجماع صحابہ کا لانا ایک خیالی امر ہے بلکہ اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین درحقیقت وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث والذی نفسی بیدہ لبوشکتی ان یزول فیکم ابن مریم..... الخ (جاری آئندہ صفحہ ۶)

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَوْرَانِكَ مَيِّتٌ وَأَنْهُمْ مَيِّتُونَ اور آیت مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإَنْ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ. وغیرہ آیات پڑھ کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اور سب لوگ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر خلفاء اربعہ میں سے یعنی قدرت ثانیہ کا چہرہ تھا فرد جب فوت ہوتا ہے تو موجودہ خلافت راشدہ کا آخری فرد بھی اٹھ کر حضرت مسیح کی وفات کو ثابت کرتا ہے اور اس کا اعلان کرتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بحکمہ العنصری آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ ان کی روح کا رفع ہوا ہے اور وہ وفات پا گئے ہیں۔

پندرہویں دلیل

امام بخاری اپنی صحیح میں کتاب بداء الخلق کے باب وَأَذْكَرُ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ

ذکر کے فرمایا فَاقرأوا ان شسم وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَلَّا يُلْمِزُوا بِهِ قَبْلَ مَوْجِبِهِ اور اس تصریح نزول ابن مریم کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفیس مضمون یعنی نزول ابن مریم سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہؓ کے ضمیر قَبْلَ مَوْجِبِهِ کا مرجع ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ ہی آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے اور قدرت ثانیہ کے چوتھے فرد کے فوت ہونے پر حضرت امام حسنؓ نے کہا وَلَقَدْ قَبِضَ فِي الدَّلِيلَةِ الَّتِي عَرَجَ فِيهَا بَرُوحَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الطبع اور اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو گذر چکا ہے تو اس لحاظ سے اس موقع پر بھی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے زندہ ہجسدہ العنصری مرفوع ہونے پر اہماع صحابہ ثابت ہوا نہ کہ جیسا قادیانی مناظر کے زعم کیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۔ مفتی صاحب اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ لفظ مسیح کے دو مصداق قرار دینا مرزا صاحب کی ساخت و پرداخت ہے۔ کسی اسلامی کتاب میں کسی امام، صحابی اہل مذہب کا کوئی قول مؤید نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو علم حدیث اور اصول حدیث کی واقفیت نہ تھی ورنہ خود محدثین نے حضرت مسیحؑ کے مختلف علیوں کی تطبیق دی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ گندم گوں رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتا ہے اگر سیدھے بال قدر سے جمودت کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کا حلیہ آپ کی تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں: كَانَهُ خُوجٍ مِنْ دِيمَاسٍ گویا آپ تمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم میراں ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھ لئے اور کہہ دیا کہ ایک میں دو حلیے جمع نہیں ہو سکتے ہیں مگر بحکمہ خدا

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا ومنم محمد احمد کہ عیسیٰؑ باشد حضرت موسیٰؑ و حضرت محمد ﷺ کے دو مختلف علیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسا تسلیم کیا گیا ہے اور یہ مسیح بخاری جلد ۳ ص ۲۸۹ میں ہے۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعِثْنِي أَحْمَدُ البیع اس سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ احمد اور آدم سے مراد ایک شخص ہے کیونکہ اگر احمد و آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جاسکتا تو پھر حلیہ لفظی کا کیا معنی۔ ۱۲ مرتب

الْقَطْرِ الرَّحْمَانِي

میں چند احادیث لائے ہیں، جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا ابن مریم اور ہے جو امت محمدیہ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ پہلے وہ دو حدیثیں لائے ہیں:

۱..... عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال النبی ﷺ رأیت عیسیٰ وموسیٰ و ابراہیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر. (بخاری جلد ۲، ص ۱۵۵، مطبوعہ مع)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ یہ تھا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں اور بال گھنگریالے اور سینہ چوڑا ہے۔

۲..... عن نافع قال عبد الله ذكر النبی ﷺ وارانى الليلة عند الكعبة فى المنام فاذا رجل آدم كاحسن مايرى من ادم الرجال تضرب لمتة بين منكبيه وفى الحديث الثانى فاذا رجل آدم سبط الشعر يقطر رأسه ماء واضعا يديه على منكبيه رجلين يطوف بالبيت قلت من هذا فقالوا المسيح ابن مريم. (الحديث) آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا گیا کہ ایک آدمی جو گندم گوں ہے اور بہت عمدہ رنگ ہے اس کے بال شانوں کے درمیان تک ہیں۔ کنگھی کئے ہوئے بالوں والا ہے۔ دوسری روایت میں جو اس کے ہاتھ متصل آئی ہے یہ ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اس کے سر کے بال سیدھے ہیں اس کے سر سے پانی کے قطرے نکلتے ہیں۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ مسیح سے آگے دجال طواف کر رہا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

یہ سمجھایا ہے یہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں اور ان دونوں حدیثوں میں اس پر دو دلیلیں دی ہیں۔ پہلی دلیل تو امام بخاری نے حلیتین سے دی ہے کہ ابن مریم علیہ السلام کے دو حلے بتائے گئے ہیں۔ ایک میں سرخ رنگ دوسرے میں گندمی۔ ایک میں سیدھے بال دوسرے میں گھٹکریا لے بال۔ پس اختلاف حلیتین اس بات پر دال ہے کہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں ایک نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کے دو حلے نہیں ہو سکتے۔ ہاں ایک نام دو شخصوں کا ہو سکتا ہے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ پہلے ابن مریم علیہ السلام یعنی مسیح ناصری کو تو معراج کی رات مردوں کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسری حدیث میں جس میں ابن مریم علیہ السلام کا ذکر ہے اس کو آئندہ آنے والے دجال کے پیچھے۔ یکن زندہ مردوں میں نہیں جاسکتا اور مردہ زندوں میں نہیں آ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں۔ معراج کی رات جسے دیکھا وہ اور ہے اور جس کو دجال کے پیچھے دیکھا وہ اور ہے۔ اس کے بعد اس ترتیب سے وہ دو حدیثیں لاتے ہیں۔ ایک تو وہ حدیث جس میں فاقول کما قال عبد الصالح: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ اور دوسری حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما کم منکم۔ پہلی حدیث میں تو پہلے ابن مریم علیہ السلام کی جسے معراج کی رات میں دیکھا وفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور آیت کی بجائے حدیث پیش لائے ہیں اس لئے کہ حدیث بیان کرنے میں ایک مزید فائدہ تھا وہ یہ کہ علماء جو تَوَفَّيْتَنِي کے معنی رَفَعْتَنِي کے کرتے ہیں غلط ہیں۔ پس حدیث پیش کر کے بتا دیا کہ تَوَفَّيْتَنِي کے معنی اَمْتَنِي کے ہیں اور انہی معنوں میں مسیح نے استعمال کیا ہے جن معنوں میں کہ آنحضرت ﷺ نے۔ اور دوسری حدیث میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ وہ ابن مریم علیہ السلام جس کو آپ نے دجال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا ہے اور جس کا کام اس حدیث سے پہلی حدیث میں کسر صلیب اور قتل خنزیر بتایا گیا ہے وہ تم میں سے پیدا ہوگا کہیں

الظفر الشرجانی

باہر سے نہیں آئے گا بلکہ وہ امت محمدیہ ﷺ سے ہی ہوگا۔

پس امامکم منکم ہی بتایا کہ وہ مسیح اسرائیلی جس کی وفات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے وہ نہیں آئے گا بلکہ آنے والا مسیح اس امت محمدیہ ﷺ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ وہ مسیح آگیا اور وہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں (استغفر اللہ العظیم)۔ اور آپ نے باواز بلند پکار کر کہا

۲۔ چوں مرانور سے پے قوم مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

سوئے من اے بدگماں از بدگمانہا ہمیں فتنہ بانگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند

میدرخشم چوں قمر تابہم چو قمر ص آفتاب کور چشم آنا نکہ در انکار مم افتادہ اند

بشنوید اے طالبان کز غیب بگندایں ندا مصلحے باید کہ در ہر جا مفسد زادہ اند

صادقم و از طرف مولیٰ بانشا تھا آدم صدر علم و ہدیٰ بروئے من بکشاوہ اند

پیارو! غور و فکر کرو، دیکھو یہ ہونے مسیح ناصری کے وقت کہا کہ جب تک ایلیا

۱۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں ان حدیث کی تفسیر کیف النعم اذ نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کا یہ جواب دیا ہے کہ وامامکم منکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے۔ کیف تہلک امة انا اولھا والمہدی وسطھا والمسیح اخرھا (مشکوٰۃ ص ۵۷۵)۔

ح قادیانی مناظر عجیب لیاقت کا آدمی ہے کہ جا بجا مرزا صاحب کے اشعار پیش کرتا ہے۔ حالانکہ اسلامی مناظر جس کے مقابلہ پر یہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں وہ مرزا صاحب کو مفتری اور مبتلی کہتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو یہ نور بھی نرا لادیا گیا کیونکہ مرزا صاحب کے انوار کے چکار ہر طرف سے ایسے نمودار ہو رہے ہیں۔ یہاں ان اشعار کا جواب کہتا ہے۔

| | |
|-------------------------------|------------------------------|
| ارے خود غرض او خود کام مرزا | ارے منوں تا فرجام مرزا |
| لغای چھوڑ کر احمد بناتو | رسول حق باسحاکام مرزا |
| مسیح دمہدی موعود بکر | بچائے تو نے کیا کیا دام مرزا |
| ہوا عجب نصارے میں باخر | مسیحائی کا یہ انجام مرزا |
| میں نے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے | ہے آختم زندہ اسے قلام مرزا |
| تری تکذیب کی شمس بقر نے | ہوا جت کا خوب انعام مرزا |
| ڈالیا قادیان کا نام تو نے | کیس کیا اے بدو بد نام مرزا |
| کہاں ہے اب وہ تیری پیٹھ کوئی | جو تھا شیطان کا الہام مرزا |
| اگر ہے کچھ بھی غیرت ادب مر تو | بظاہر اس میں ہے آرام مرزا |

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

آسمان سے نہ آئے تب تک ہم تجھے نہیں مانیں گے۔ کیا کوئی ایلیا آسمان سے نہ اتر آیا۔
مطابق حدیث السعید من وعظ بغیرہ نصیحت پکڑو اور ڈر جاؤ۔ اور اس بات پر مت
زور دو کہ جس کی خرابی تم پر عیاں ہو چکی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہوا ہے کہ
میری امت بھی یہود کا طریق اختیار کرے گی۔

مطابق شرط نمبر ۱۔ ہم نے مذکورہ بالا پندرہ ادلائل وفات مسیح پر قرآن مجید و حدیث صحیح سے
لکھے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند انسان صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے اور معلوم
کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

کرم داد از دولمیاں

دستخط :

پریذینٹ جماعت احمدیہ

دستخط : جلال الدین شمس مولوی فاضل مناظر

منجانب جماعت احمدیہ از قادیان ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء

۱۔ پندرہ دلائل کو غور سے پڑھا اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے جو ان کی تردید کی ہے وہ بھی نہایت تدبر سے ذہن نشین کی۔
جس سے یہ ظاہر ہوا کہ اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کے طرز استدلال کو شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر ایسا توڑا اور ہے
اصل ثابت کیا کہ قادیانی مناظر کی کسی دلیل کا طرز استدلال وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ثابت نہ کر سکا۔ بلکہ قادیانی مناظر
نے جو قرآنی دس ویلیں ذکر کی ہیں ان میں سے سوائے پہلی ویل کے کسی دلیل میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وفات کا
ذکر ہی نہیں۔ اور پہلی دلیل کے متعلق خود قادیانی مناظر نے تسلیم کیا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہو گا اور قیامت سے پہلے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آج وفات کا ثبوت نہیں۔ ۲۔ مرتب

۲۔ قادیانی جماعت بڑے فخر سے یہ کہتی تھی کہ ہم وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں اور حیات مسیح ابن
مریم علیہ السلام پر ہمارے مخالف فریق کے پاس کوئی قرآنی دلیل نہیں بلکہ اگر پیش کرتے ہیں تو حدیث۔ اس مناظر کو میں ان کا یہ
مصنوعی فخر بخوبی نوٹ گیا ہے اور قادیانی مناظر کو اپنے دلائل پر ایسی بے اعتباری اور بے اطمینانی تھی کہ اس کے زعم و دلائل
میں چند ایسی احادیث بیان کر دیں جن کا حال گذر چکا ہے اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۲ کے تحت ہمیں
رہ کر حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو قرآن کریم سے ثابت کیا جس کا قادیانی مناظر کو کوئی جواب نہ دے سکا۔ اگر حیات مسیح ابن
مریم علیہ السلام کو حدیثوں سے تلاش کیا جائے تو فرق حدیث اس مضمون سے لبریز ہے۔ ۳۔ مرتب

۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر دوم

تردید دلائل وفات مسیح علیہ السلام از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ط

فَإِنْ تَنَارَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ الرَّسُولُ ط

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم آسمان ثانی پہ ہے وہ محترم
وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون بیس آیات میں
میں نہایت افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے کوئی دلیل قرآنی یا
حدیثی پیش نہیں کی جس سے وفات ابن مریم علیہما السلام ثابت ہو۔

آپ قرآن کریم کے الفاظ میں غور کریں۔ آپ نے کوئی فقرہ ایسا پیش نہیں کیا
جس سے بلحاظ الفاظ و قواعد عربیت وفات ابن مریم علیہما السلام ثابت ہو۔ مثلاً آیت وَإِذْ
قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنَ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي..... الخ کیونکہ اس کے
لفظوں پر غور کرنے سے اتنا ہی ثابت ہوا کہ لَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وَوَعَدَ إِنِّي مَتَوَفِّيكَ
وَرَأَيْتُكَ إِلَيَّ کے وقوع کا بیان ہے۔ اب اگر بلحاظ آیت اللَّهُ يُتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ
مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا۔ تَوَفَّيْتَنِي سے اَنَّمَتَنِي مراد لی جائے تو اس سوال
و جواب میں زمانہ رقابت زیر تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیر بحث نہیں۔ اس لئے علم ہونا یا نہ ہونا

اس کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے دلائل وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام اپنے زعم کے مطابق پیش کی ہیں لیکن
قرآن کریم یا حدیث میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ و قواعد عربیت وفات ابن مریم علیہما السلام کو
ثابت کرے۔ ۱۲ مرتب

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

دونوں برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اپنی زیر نگین لے کر تثلیث پھیلاتے تھے؟ تو آپ جواب دیں گے کہ جب سوتے ہوئے میرا رفع جسمانی ہوا تو میری ذمہ داری اور رقابت ختم ہو چکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ اور اگر تَوْفِيقِي سے اَمْتِي مراد لی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور اِذَا اسْتَقْبَالَ كَ لَے بھی آتا ہے۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ اِذَا الْاَغْلَالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اور مولوی نور الدین صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ ”اور جب کہے گا اللہ“ (فصل الخطاب ص ۸۷-۸۸)

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم علیہ السلام قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں اور ابن مریم علیہ السلام کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر تدبر نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہیں ہوگا بلکہ سوال صرف یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ تو نے لوگوں کو کب کب کر تثلیث پھیلائی تھی۔ چنانچہ وہ اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کیا۔ رہی زائد بات، اس کا تلافی ان پر واجب نہ مفید اس لئے خاموشی اختیار کر کے استظہار بالرحمة کریں گے۔ اور کہیں گے اِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَلَانَهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور فاقول کما قال العبد الصالح میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو۔ اور قال کا ماضی ہونا، اس کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن کریم میں وارد ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ. وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ. وَوُضِعَ الْكِتَابُ. جِئْنَا بِالنَّبِيِّينَ. فَصِي بَيْنَهُمْ. میں قال بمعنی يقول ہو سکتا ہے اور ایسا ہی آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ رَہا یہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ سوگو بیان نکتہ کو اصل مقصود میں کوئی دخل نہیں مگر تبرا بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو اپنی حکایات بیان فرمائیں کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہ و صحابہ کرام علیہم اجمعین یہ آیت سن چکے تھے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسٰى اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اِلٰى اِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَلَانَهُمْ عِبَادُكَ الْاٰیة۔ پس متفقنا باجماع کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کو بمنزل محلی عنہ کے ماضی ہونے کے ظہر اگر (جاری)

الْقُلُوبُ الرَّجَائِي

قَبْلَهُ الرُّسُلُ..... الخ۔ کیونکہ خَلَتْ کا معنی مَاتَتْ نہیں۔ دیکھو سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ اور دیکھو وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ بلکہ خلو کے معنی نقل مکانی ہے وَادْخُلُوا إِلَىٰ شِيَاطِينِهِمْ یا زمانے کا گزرنا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ اور ذی مکان اور ذی زمان کی صفت ہاں عرض ہوا کرتا ہے اور جنگ احد کے واقعہ میں سالہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہو سکتی ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور حضرت ابو بکر صدیق ص کی نظر اَفَانٌ مَّاتٌ..... الخ۔ پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقع پر یہ آیت بھی پڑھی إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْتُمْ مَيِّتُونَ اور ویسا ہی آیت وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ قَضِيہ مطلقہ عامہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو چکے ہوں اور نیز آیت إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْتُمْ مَيِّتُونَ سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ویسا ہی آیت كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے جیسے كَانَتْ مِنَ الْقَائِمِينَ میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے لست کا حکم اور لست کھیتکم انی يطعمنی ربی ویسقینی اور ویسا ہی آیت وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ..... الخ۔ کیونکہ نماز کے آسان پر ادا ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور زکوٰۃ کے متعلق یہ جواب ہے کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی ہے جیسا وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَا وَزَكَاةً اور نیز لَاهَبٌ لَّكَ غُلَامًا زَكِيًّا قابل غور ہے اور اگر

(بقیہ) صیغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پہلے ہو چکے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا یہ قول صادر ہوگا تو حضور ﷺ کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہو چکا ہے۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام سے تعبیر فرمایا۔ قرآن کریم میں بھی اس کی نظیر ہے۔ قَالَ تَعَالَىٰ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ (الانعام) یہ یعنی بات ہے کہ تلم کے وقت کے اعتبار سے لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مستقبل ہے مگر باعتبار وقت لا يَنْفَعُ کے ماضی تھا (اس لئے ماضی ۱۱ آئے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض جہاں تو مستقبل سے مستقبل کو بھی ماضی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قَالَ تَعَالَىٰ وَاعْلَمِ الْاَغْرَابُ رِجَالٌ يَّعْرِفُونَ كَلَامًا بِسِيْمَاهُمْ وَنَادَوْا اَصْحَابَ الْجَنَّةِ (الاعراف) اس میں یقیناً بعد معرفت کے ہے۔ پھر یَعْرِفُونَ کو مستقبل ۱۱ آئے اور بعد ازاں مستقبل سے بھی مستقبل ہے اس کے ماضی سے تعبیر فرمایا۔ ۱۲ مرتب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد لیا جائے تو پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم علیہما السلام کا صاحب نصاب ہونا قرآن یا حدیث سے ثابت کریں پھر ہم مصرف بتا دیں گے اور ایسا ہی آیت: وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ..... الخ۔ کیونکہ عدم ذکر شی سے اس شی کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شی لازم نہیں آتا (براہین احمدیہ ص ۵۴۵) اور نیز لفظ وسیع اس سے بیشتر مذکور ہے۔ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَمَا كُنْتُ اور ایسا ہی آیت: الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ اور آیت: فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ کیونکہ یہ صریحاً مقرر طبعی کے ہے مانند ملائکہ کی۔ اور نیز جعل تکوینی میں یہ لازم نہیں کہ مجبور الیہ لازم ہو۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ایسا ہی مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ..... الخ۔ کیونکہ بغدی ہر دو صورتوں یعنی بعد الموت اور بعد الغیوبت کو شامل ہے۔ دیکھو حدیث انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي بوقت غیوبت فرمائی گئی۔ اور ویسا ہی آیت: وَمَنْ تَعْمُرُهُ نَجْسُهُ اور آیت: وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَوَقَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يَرُدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمَرِ کیونکہ ہم ابن مریم کو ہمیشہ کیلئے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے اور ویسا ہی حال احادیث کا ہے۔ مثلاً لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین..... الخ۔ کیونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ مشکوٰۃ میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ یہ حدیث اس طرح ہے لو کان موسیٰ حیًا ما وسعه الاتباعی..... الخ۔ (رواؤ احمد)۔ اور نیز بلحاظ شرط نمبر ۲ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے غیر صحیح ہی اگر مانی جائے تو اس کا معنی بقرینہ تطبیق بین الاحادیث حیین علی الارض ہوگا اور ایسا ہی حدیث: اِنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَاشَ مِائَةً وَعِشْرِينَ سَنَةً کیونکہ بصورت صحت اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن مریم نے زمین پر یہ عرصہ گزارا کیا۔ عیش خوردنی و آنچه بداں زیست نماند (فتی الارباب جلد ۲ ص ۲۵۸) اور حدیث معراج کے متعلق یہ گزارش ہے کہ میرے مناظر صاحب نے معراج کی تمام

الظفر الثماني

حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے: عن عبد الله ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لما كان ليلة اسرى برسول الله ﷺ لقي ابراهيم وموسى وعيسى فتذاكروا الساعة فبدأوا بابراهيم فسألوا عنها فلم يكن عنده منها علم ثم سألوا موسى فلم يكن عنده منها علم فرد الحديث الى عيسى ابن مريم فقال قد عهد الي فيما دون وجبتها فاما وجبتها فلا يعلمها الا الله فذكر خروج الدجال قال فانزل فاقتله الحديث. اور روایت طبقات ابن سعد کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ بوجہ خصوصیت روح اللہ ہونے کے ابن مریم سے بالروح تعبیر کی گئی ہے اس کی تائید اسی طبقات ابن سعد میں ہے: يحيى عن ابن عباس وان الله رفعه بجسده وانه حتى الآن وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس.

ایسا ہی احادیث حلیہ کیونکہ گندم گول رقلت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ابن مریم کا حلیہ تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں کانه خرج من ديماس گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھ لئے۔ مگر بحکم۔

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشد حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسے تسلیم کیا گیا ہے اور حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم میں امامکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے کیف تهلک أمة انا

الظفر السراجاني

اولها والمهدى وسطها والمسيح اخرها (مكتوة)

دستخط :

مفتي غلام مرتضى

اسلامى مناظر

دستخط :

مولوى غلام محمد

پریذیٹ اسلامى جماعت از گوبند ضلع ملتان

☆☆☆☆☆

پرچہ نمبر ۲

۱۸، اکتوبر ۱۹۲۳ء

تردید دلائل حیات مسیح علیہ السلام از جلال الدین صاحب

قادیانی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

پہلی دلیل حیات مسیح پر جو مفتی صاحب نے پیش کی ہے۔ وہ آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ہے۔ اس آیت کے فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ سے مفتی صاحب استدلال کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر بحکمہ العصری زندہ اٹھائے گئے۔ اور اس بات کے ثبوت میں لفظ رفع کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لغت عرب میں دفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ آگے آپ نے مثالیں دی ہیں مگر میں مفتی صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ لغت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ لسان العرب میں لکھا ہے وفي اسما الله الرفع الذي يرفع المؤمنين بالاسعاد واولياءه بالتقريب اس کے سوا اور کوئی معنی خدا تعالیٰ کے نام رافع کے نہیں جبکہ مفعول ذی روح انسان ہو اور رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو تو اس کے معنی سوائے تقرب اور اسعاد کے نہیں ہوتے

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بل و رفعہ اللہ الیہ میں بلحاظ سیاق و سباق و بروئے قواعد عربیت ایسی رفع جسمانی مراد ہے جس کو اعزاز لازم ہے اور اعزاز بوجہ لازم ہونے کے معنی کنائی ہوں گے۔ اور فرق بیان کا قانون ہے کہ معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں معامراولے جاسکتے ہیں۔ لان الکناية مستعملة في غير ما وضعت له مع جواز ارادته (مطلوب بحث حقیقت و مجاز ۳۴۸)۔ ۲۔ مرتب

۲۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرنچمبر میں یہ لکھا ہے کہ لحاظ سیاق و سباق و بروئے قواعد عربیت مجوز و فرائضین اس آیت میں فخرہ بل رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسده العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے واسطے اور کوئی معنی سرا نہیں لیا جاسکتا۔ تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضمر نہیں کیونکہ عربی لغتوں کے لئے مستقل فیہ لغائی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ اب قادیانی مناظر کا اس مضمون کو پڑھ کر اور سن کر پھر ایسی مثالیں پیش کرنا اس کی کم ملی کا نتیجہ ہے۔ اور نیز اس مثالوں میں ایک بھی رفع الی اللہ کی مثال نہیں اور اسلامی مناظر نے اپنے پرنچمبر ۳ میں اسی طریق سے تردید کی ہے۔

۲..... فَيُثْبِتُ أَذْنَ اللَّهِ أَنْ تُرْفَعَ اور حدیث میں إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ (ابن ماجہ)

ان مثالوں سے واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ رفع کا فاعل ہو اور مفعول کوئی انسان ہو جیسا کہ مسیح کے لئے وارد ہوا ہے تو اس کے معنی مع الجسم اٹھانا نہیں ہوتے۔

دوسری بات جو آپ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ اِلَیْہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ہر ایک جگہ ہے تو اس کی تعین آپ کس قرینے سے کرتے ہیں کہ اس سے مراد ضرور آسمان ہی ہے اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے تو معلوم ہوا کہ اِلَیٰ انتہاء غایت کے لئے آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے متعلق اِسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے۔ تو پھر

۱۔ قادیانی مناظر کی طمی لیاقت پر افسوس۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور دفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانات اور تمام مکینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے۔ بلکہ دفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک، مبستوں کا مقر ہے جن کی شان میں لَا یَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ (تحریم)۔ مضمون خداوندی ہے اس مضمون میں اسلامی مناظر نے آسمان کی تعین کا قرینہ اور دلائل بیان کر دیے ہیں اب قادیانی مناظر کا طلب قرینہ جہالت محض ہے۔ ۲۔ عرب

ع۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ اَلرُّخْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اِسْتَوٰی سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش مکان ہے۔ جیسا کہ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ رحمان من حیث الرحمانیت عرش پر مستوی ہے جیسا کہ حدیث قدسی اِنَّ رَحْمٰنِيْ سَلَطَتْ غَضَبِيْ سے ظاہر ہے اور چونکہ رفع الی اللہ سے رفع الی السماء مراد ہونا بدلتل ہو چکا ہے اس لئے بلحاظ اس امر کے کہ اِلَیٰ انتہاء غایت کے لئے ہوتا ہے فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہ کا یہ مقتضا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اٹھائے گئے ہیں نہ یہ کہ ساتویں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور پھر قادیانی مناظر نے جو مثال یعنی ثُمَّ اَنْصَبُوا الصَّبَامَ اِلَى الْمَلْبِی اہل تائید میں پیش کی ہے وہ مثال درحقیقت ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو رات کا شروع ہو تو اسی وقت روزہ افطار کیا جائے اور اس میں ہماری تائید ہے اور حسب تقریر قادیانی مناظر اس آیت کا یہ مطلب ہونا چاہئے کہ جب تمام رات گزر جائے تو آخری جزو رات میں افطار کیا جائے وہو کما تروی۔ ۳۔ عرب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

کیوں یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ وہ ساتویں آسمان پر خدا تعالیٰ کے دائیں طرف بیٹھا ہے جو کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کیوں دوسرے اور تیسرے یا چوتھے آسمان پر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر مثال چاہیں تو **ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ** غور کر لیں اور نیز ہم بتا چکے ہیں کہ رافع کے معنی جبکہ خدا تعالیٰ فاعل ہو بجسمہ العنصری اٹھانا ہوتے ہی نہیں بلکہ رفع روحانی ہوتا ہے۔ تو آسمان وغیرہ کا جھگڑا ہی نہیں رہتا اور جو آپ نے مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی ہماری شرائط پورے طور پر نہیں پائی جاتیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی عبارتیں جو پیش کی گئی ہیں ان سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ رفع کے معنی بجسمہ العنصری زندہ اٹھالینا مراد ہے بلکہ رفع روحانی جو دوسرے لفظوں میں تقرب کے معنی ہیں مراد ہے اور مرنے کے بعد روحوں کا علیین میں جانا رفع کے منافی نہیں۔ اور روح کا مرنے کے بعد آسمان پر جانا مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مطابق آیت **وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ** زمین و آسمان میں ہے اس لئے مسیح علیہ السلام کا رفع زمین کی طرف بھی ہو اور آسمان کی طرف بھی۔ یعنی جسم چونکہ زمینی چیز تھی اس لئے وہ زمین میں چلا گیا اور روح چونکہ آسمانی چیز تھی وہ آسمان پر چلا گیا اور روح و جسم کے درمیان تفریق کا نام ہی موت ہے۔

۱۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ مرزا صاحب کی عبارتوں سے صرف یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ **رفع الی اللہ** سے مراد مرزا صاحب کے نزدیک بھی آسمان کی طرف اٹھانے کا ہے اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے **بَلِّ كَوْمِيدَانِ مِنْ ظَرْفٍ** میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا ان شاء اللہ کھست کھائے گا جیسا کہ قادیانی منظر نے نکلتے کھائی ہے اور مرزا صاحب نے صراحتاً آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ اور فقرہ **بَلِّ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ** بخلاف آیت **وَقَدْ اَعْدَّ عَرْشَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ** کے زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر اٹھانے جانے کو ثابت کرتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ زمینی چیز زمین میں چلی گئی اور آسمانی چیز آسمان میں چلی گئی۔ یہ خیالی اور وہمی باتوں کے پیش کرنے کی وجہ سے دو شرطیں مذکورین سے تجاوز کی ہے۔ ۱۳ مرتب

الْقُلُوبُ السَّخَابِي

اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ جیسے کہ جسم زمینی اور مادی چیز ہے اس کے اٹھانے والے بھی انسان ہیں اور روح چونکہ لطیف اور آسمانی چیز ہے۔ اس لئے اس کے اٹھانے والے اور اٹھانے والے بھی فرشتے ہیں جو لطیف ہیں اور نظر نہیں آتے۔ اور آپ کی یہ وجہ کہ چونکہ یہ جسم مع الروح کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ فِي جَسَمِهِ مَعَ الرُّوحِ مَعِیٰ مُرَادُہٗ، غلط ہے۔ کیونکہ قتل تو اخراج الروح من الجسد کا نام ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو ایک جگہ مراد ہو، دوسری جگہ ضمیر سے بھی وہی مراد ہو، یہ غلط ہے کہ جب دو ضمیروں کا مرجع ایک ہو تو ضروری ہے کہ ایک ہی حیثیت سے اس کی طرف دونوں ضمیریں پھیری جائیں۔ قرآن مجید میں اس کے برخلاف مثالیں موجود ہیں۔ مَثَلًا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ط اور اسی طرح اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ کیونکہ اسی جسم اور روح کے ساتھ ہم خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے نہیں۔ اور عربی زبان ۲ میں جائز ہے کہ ایک چیز کی طرف ضمیر اور معنوں کے لحاظ سے اور دوسری ضمیر دوسرے معنوں کے لحاظ سے پھیر دی جائے اور ایسا کرنے کا نام علم بدیع میں

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی تردید یوں کی ہے کہ ہل ابطالیہ میں ضمیر صفت مبطلہ اور ضمیر صفت مثبتہ دونوں کا مرجع ایک شے بعینہ ہوگی اور وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ میں صفت مبطلہ اَمْوَاتٌ ہے اور صفت مثبتہ اَحْيَاءٌ ہے اور ان دو صفتوں کے ضمیر ہل کا مرجع مَنْ یُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بعینہ ہے نہ فقط مَنْ کیونکہ الموصول مالا ینتم جزء الا بصلۃ وعائد ایسے مخالف روئے ہوں اور انگریزی خوانوں کو دیا کریں۔ اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ میں پہلے تو ہل ابطالیہ نہیں اس لئے یہ استنباط مع الفارق ہے اور نیز یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ دونوں ضمیریں متکلم مع الغیر سے ایک شے بعینہ مراد ہے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ صنعت استحدام کے اختیار کرنے میں یہ ضروری ہے کہ مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ دیکھو علم البدیع ہو علم يعرف بہ وجوہ تحسین الکلام بعد رعایۃ المطابقة ووضوح الدلالة (مطلوب) اور نیز ایک مرجع بعینہ قرار دینے سے قرینہ مانع ہو جیسا کہ ۱۲ مرتب

وسعی القضا والساکبہ وان ہم شہوہ بین جوالحی وعلوہی

پہلی ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری سے بقرینہ شہوہ آگ ہے اور وَمَا قُلُوْهُ یَقْنٰنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں صحت استحدام اختیار کرنا مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی ہے جیسا کہ پرچہ نمبر ۱ میں مفصل گزر چکا ہے اور نیز اس آیت میں ایک بعینہ مرجع مراد لینے سے کوئی قرینہ مانع نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے کسی سے طوطے کی طرح صحت استحدام کا قصہ پرچہ لیا ہے اور اصل ملامت کا کچھ پتہ نہیں ورشاس آیت میں صحت استحدام کا ذکر نہ کرتا۔ ۱۲ مرتب

صنعت استخدا م ہے۔

چنانچہ مختصر معانی میں اس کی مثال نعر

فسقى الغضا والساكنيه وانهم شوبه بين جوانحى وضلوعى

دی گئی ہے۔ پس اگر صرف رفع روحانی بھی لیا جائے تو عربی قواعد کی رو سے کوئی بھی اشکال لازم نہیں آتا مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جو اس کے معنی کرتے ہیں تو وہ مقرب کے کرتے ہیں۔ یہود کا مقصد قتل سے یہ تھا کہ وہ ثابت کریں کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہیں۔ کیونکہ استثناء ۲۱/۲۳ میں لکھا ہے کہ جو یہاں دیا جاتا ہے وہ ملعون ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ملعون نہیں بلکہ میرا مقرب ہے۔

اور دوسری وجہ کا یہ جواب ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے صلیب پر لٹکا کر قتل کر کے ملعون ثابت کر دیا مگر خدا تعالیٰ ان کی اس بات کی تردید کرتا ہے کہ انہوں نے ملعون

۱۔ قادیانی مناظر نے توریت باب ۲۱ وغیرہ کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور بل ابطالیہ اور قسبر قلب کے مقتضاء پورا ہونے کی کوشش کی لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس کی دو طریق سے تردید کی۔ اول یہ کہ بلحاظ آیت فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا جب ہم کو قرآن کریم سے یہود کا وہ اعتقاد جس کی وہ ما قتلوه تردید ہے معلوم نہ ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے یہود کے اس اعتقاد کو ان لفظوں میں وقولہم انا قتلنا المسيح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ قادیانی مناظر نے قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے تجاویز ہو کر تورات کے لٹا کر چاہا کہ یہودی کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے لیکن تورات محرف منسوخ شدہ کتاب نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی کھانسی۔ کیونکہ تورات میں یہ نہیں کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے بلکہ تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استثناء باب ۲۱ ص ۳۰۳) اور قرآن کریم میں ہے: اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ جِزَاؤُا فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (مائدہ) پس اس سے واضح ہے کہ عند اللہ ملعون وغیر ملعون ہونے کا سبب مصلوب و فساد ہے نہ قتل و صلب۔ قادیانی مناظر نے تورات کے پیش کرنے میں ایک تو دو شرطیں مذکورین سے تجاویز کیا ہے اور دوسرا اس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق کوئی جواب نہیں۔ ۱۴ ص ۲۱

الْقُلُوبُ الرَّجَائِي

ثابت نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنا مقرب بنایا ہے۔ پس یہاں پر قصرِ قلب بھی مانیں تو ان کے خیالات میں ہو سکتا ہے۔ مخاطب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ملعون کیا۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا کہ وہ ملعون ہو بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے۔

اور تائید میں جو كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا ۱ حَكِيمًا کو پیش کیا ہے وہ کسی طرح بھی مفتی صاحب کی تائید نہیں کرتا کیونکہ عزیز تو وہ ہوتا ہے جو غالب ہو۔ مگر مسیح کو آسمان پر لے جانے سے عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف ہونا؟ کیونکہ طاقتور غالب اپنی چیز کو مقابلہ کے وقت چھپایا نہیں کرتا۔ اور پھر اس سے تو اتنا ضعیف ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کو آسمان پر اٹھالیا۔ پھر بھی اسے فکر پڑی کہ کہیں یہودی آسمان پر بھی آ کر مسیح عليه السلام کو نہ لے جائیں۔ اس لئے اس کی بجائے مسیح کی شکل کسی اور کو دی تاکہ وہ اسے پھانسی پر لٹکا دیں۔ پس بتاؤ کہ اس طرح وہ عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف۔ بلکہ عزیز ہونا اس کا تب ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام تدبیریں کر گزریں مگر خدا تعالیٰ اس کو بچا لے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم عليه السلام کے وقت کیا مخالفوں نے آگ میں ڈال دیا مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا نُرِيكَ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ اِبْرٰهِيْمَ اور اسی طرح حضور ﷺ کے متعلق فرمایا وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا..... اِلٰى لِيُخْرِجُوْكَ۔ انہوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا لیکن خدا تعالیٰ نے پھر ان پر غلبہ اور فتح عطا فرمائی اور حضرت یوسف عليه السلام کو ان کے بھائیوں نے کوئیں میں ڈال دیا مگر خدا تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ پس یہ عزیز ہونے کا ثبوت ہے۔ اور حَكِيمٌ کہ وہ اس طرح اپنی حکمت سے دشمنوں کے پنجہ سے بچا لیا کرتا ہے اور مطابق وَعَدَهُ كَتَبَ اللَّهُ

۱۔ قادیانی مناظر کے یہ خیالی اور وہی مضامین ہیں کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے مقدرات کو محدود و معدود سمجھ لیا ہے اور درحقیقت مطابق اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ تعالیٰ کے مقدرات غیر محدود و غیر معدود ہیں۔ کسی کو عطا فرماؤں غُورِ بَرْدًا وَسَلَامًا کہہ کر نجات دیتا ہے اور کسی کو جہنم کا عقم دے کر غلبہ دیتا ہے اور کسی کو دریا سے پار تار کر اور اس کے دشمن کو غرق کر کے نجات عطا کرتا ہے اور کسی کو بوقت حملہ دشمنان آسمان پر اٹھا کر محفوظ کرتا ہے اور اس کے دشمنوں میں سے ایک شخص پر اس کی شکل ڈال کر باقی دشمنوں سے اس کو قتل کراتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ سب كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا کے نتائج ہیں۔ ۱۲

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

لَا غَلْبَ لَنَا وَرَسُولِي رَسُولُونَ كُودُنِيَا مِثْلُ غَلْبِهِ دِيَتَا هُوَ اَوْرَجُو حَكْمَتُ لَهَا اُپْ نِي بِيَانُ فَرْمَانِي هُوَ اَبْلُ عِلْمُ تَوْضُرُورِ اس كِي دَاوْدِي سِ گے۔ جناب مفتی صاحب! اگر مسیح کی پیدائش کلمہ کُن اور نفخ روح سے ہوئی تو کیا باقی آدمیوں کی پیدائش نفخ روح سے نہیں ہوا کرتی؟ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ فَيُرْسِلُ اللَّهُ الْمَلَكَ فَيَنْفِخُ فِيهِ اَوْرَثِمَ سِوَاهُ وَنَفِخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ مِثْلُ بَرَانِسَانِ مِثْلُ خُدَا تَعَالٰی كِي طَرَفِ سِي نَفْخِ رُوحِ هُوْتَا هُوَ اَوْرِ پُھَرِ حَضْرَتِ اَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُو اُپْ كُو كَامِلُ خُدَا تَسْلِيمِ كَرْنَا چاہئے۔ كِيونكہ اس ميں تُو خُدَا تَعَالٰی نِي خُودِ رُوحِ پُھونگِي۔ جيسَا كہ فرمایا وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي وَرَكِبْتُهُ خُدَا تَعَالٰی فرماتا هُوَ اِنْ مِثْلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمِثْلِ اَدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ؕ مَسِيحُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي پيدائش كُو كُوئی عَجِيبِ قِسْمِ كِي پيدائش خيال نہ كُرو۔ اَوْرِ حَضْرَتِ اَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي طَرَفِ غُورِ كَر كِي سَجھو لُو كہ اس كِي پيدائش ميں اس سِي بڑھ كَر كُونِي بَاتِ پَانِي جَاتِي هُوَ۔

پھر آپ نے حدیث پیش کی ہے، اور اس میں ایک تو لفظ نزول سے استدلال کیا ہے مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس سے ظاہر طور پر مع الحسم اترنا ہی مراد نہیں ہوتا۔ دیکھو قرآن مجید سے اس کی مثالیں:

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ لَمَّا ظَلَمْنَا إِلَٰهِيًّا زُوقْنَا اَوْرِ لَمَّا ظَلَمْنَا نَفْسِنِي نَفْسُو وَلَمْ اَكْ بَعِيًّا (مریم) كِي حَضْرَتِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي فِطْرَتِ ميں اِيكِ خُصُوصِيَّتِ هِي هُوَ جِس كِي وَجہ سِي اِن كُو فَرِشْتُوں كِي سَا تَحِدِ اِيكِ خَاصِ تَشَابُہِ هِي اَوْرِ اِسی لِي اَللّٰهُ تَعَالٰی نِي خُكْمِنَا فرما كَرِي اِي شَارِدِ كِيَا كَرِ طَلَبِ اِلٰهِي دِي كَا سِي اِقْتِضَا هُوَا كَرِ حَضْرَتِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كُو مَسَبِ فِطْرَتِ جَلَدِي جَا ئے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھا ہے اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی فرواد آمدن مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکنا چاہے وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے اور یہ معنی نہیں۔ البتہ قادیانی مناظر کی عجیب لیاقت ہے کہ جن مضامین کی تردید چاہیے ہے پرچہ نمبر ۱ میں موجود ہے۔ ان مضامین کو اس نے پھر بھی درج کر دیا ہے۔ دیکھو مثلاً اَنزَلْنَا الْحَدِيدَ وَفِيهِ مِثْلُ بَقَرَةِ الْحَدِيدِ اِنشَاءً پید ا ہونے كِي لِيْنِي سِي يِي لَازِمِ نِيں آتا كہ جہاں نزول ہو وہاں پید ا ہونے كِي معنی مراد ہوں گے۔ ورنہ لازم آئے گا كہ حدیث فِطْرَتِ عِنْدِ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِي دِمَشْقِ بَيْنَ مَهْلُودَتَيْنِ وَاضْعَا كُفْيِهِ عَلٰی اِجْحَاةِ مَلِكَيْنِ۔ (مسلم ص ۴۰۰) كِي اِسْتَفْطَرِ اللّٰهُ يِي هُوں گے كِي حَضْرَتِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ دُورِ قَلَمَيْنِ كِپڑے سِي پِنے ہوئے دُورِ فَرِشْتُوں كِي كُنْدِ ہوں پَرِ بَاتَحِدِ كِھے ہوئے پید ا ہوں كِي اَوْلُ تُو يِي مَطْلَبِ كِيَا مِمْلِ هِي۔ پُھَرِ فُسُوں كِي مَرَزِ اصْحَابِ مَدَنِي مَسِيحِيَّتِ ميں يِي صِفَتِ بِي نِيں پَانِي جَاتِي۔ ۱۲ مرتب

اور اس حدیث کے ظاہری معنی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے۔ ایک تو اس لئے کہ کون بے غیرت مسلمان ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی قبر کو کھودے جبکہ کوئی اپنے باپ کی قبر کو بھی کھودنا گوارا نہیں کرتا۔ اور مِنْ قَبْرِ وَاحِدٍ اور مَعِيَ فِي قَبْرِی بتا رہے ہیں کہ مسجّد العلیہ آپ کے ساتھ دفن ہوگا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مؤطا امام مالک میں حدیث ہے کہ آپ نے اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ کہ چار۔ اور فتح الباری

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی تردید کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب کی صحیح تعبیر نہیں کی تھی۔ اور صحیح تعبیر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ آفتاب۔ اور آنحضرت ﷺ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ مستقیم و مستفیض ہیں بمنزل آفتاب ہیں اور شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت مسیح مجدد وقت ہونے اور آنحضرت ﷺ کے تابع ہونے اور آپ کے نور سے مستفید ہونے کی وجہ سے آپ کے مقابلہ میں بمنزل چاند کے ہیں لہذا بیان کج مع ذالک جرم القمر فی نفسہ کمدار رزق مظلم غیر نورانی کشیف صقیل انما یستضيء ببضیاء الشمس (شرح جعفرینی ص ۹۰) چونکہ آنحضرت ﷺ چاند ہی نہیں بلکہ آفتاب اور دو چاند یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں ہو چکی ہیں اس لئے تیسرا چاند یعنی حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر ہونی اور ان کا اس حجرہ میں مدفون ہونا ہاتھی ہے۔ اور نیز اگر آنحضرت ﷺ چاند کی صورت میں دکھائی دیتے تو آپ کے دفن کے وقت یہ حدیث کیوں پیش کی جاتی کہ انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خواب کا جائز ظہور انہوں کو کبھی آیا ہے اور خود مرزا صاحب کو۔

86

میں لکھا ہے: قول عائشة فی قصة عمر ” کنت اریده ولا وثرنه الیوم علی نفسی، یدل علی انه لم یرقی الا موضع قبر واحد پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد وہاں اور قبر کی جگہ نہیں۔ اور نقشہ قبور پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کی قبروں کے درمیان ان کی قبر نہیں ہو سکتی۔ پھر آنحضرت ﷺ کی فضیلت کہ: انا سید ولد آدم واول من تنشق عنه الارض (ابوداؤد) باطل ہو جاتی ہے۔

اور آپ کی یہ تقریر کہ علمائے بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔

یہ تقریر تو آپ نے مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کر دی مگر کاش! آپ نے ”کمالات مرزا بجواب شہادات مرزا“ بھی پڑھ لیا ہوتا۔

سنئے ۲۔ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہو سکتی ہے۔ دیکھئے نہایت ابن اثیر میں جَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ کے ماتحت لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ ”کمالات مرزا بجواب شہادات مرزا“ مرزا صاحب یا اس کے کسی مرید کی تحریر ہے اور مرزا صاحب یا اس کے مرید کی تحریر قادیانی مناظر کے مقابلہ میں نہیں پیش کر سکتا کیونکہ میں مرزا صاحب کو مغربی و مبنی اعتقاد کرتا ہوں۔ اور نیز مرزا صاحب کی تحریر پیش کوئی دوسری دلیل مذکورین سے تجاوز ہے۔ اور اسلامی مناظر نے فن بیان کا قانون پیش کیا ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت معجز ہو تو اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کر دی، ایک نہایت جاہلانہ جواب ہے۔ کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ قانون بیان کرنا اس بات کا موجب نہیں کہ یہ قانون قابل اعتبار نہ رہے۔ ۴۔ مرعہ

ع۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس طرح تردید کی ہے کہ فن بیان میں ہے: اما المعجاز المفرد فهو الكلمة المستعملة فی غیر ما وضعت له فی اصطلاح به التخاطب علی وجه یصح مع قرينة عدم ارادته ای ارادة ما وضعت له (مطلوب ص ۳۲۸) اس تعریف مجاز سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حقیقت اور مجاز مطالبات مع نہیں ہو سکتے نہ پیشگوئیوں میں اور نہ غیر پیشگوئیوں میں۔ تو قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہو سکتے ہیں شمرۃ جہالت ہے۔ اور ابن اثیر اور قسطلانی کی تحریر کو پیش کرنا ایک تو دونوں شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور دوسرا ان کی تحریر کا یہ مطلب ہے کہ حقیقت مراد ہے اور اگر حقیقت کا مراد لینا معجز ہو تو مجاز مراد ہو سکتی ہے۔ ۴۔ مرعہ

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

وہ حقیقی طور پر بندر بن گئے ہیں اور یہ بھی ہے کہ مجازی طور پر ان کو بندر اور سزا رکھا گیا ہو۔ اور پھر (قسطانی جلد ۵، ص ۴۹۹) میں یکسر الصلیب کے معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حقیقۃً صلیب بھی ہو سکتی ہے اور عقیدۂ صلیبی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کے خیال کے ہی لوگ ہوتے تو پیشگوئی اَسْرُعُكُنْ لِحَوْقًا بِي اَطْلُو لَكِنْ يَدَا كَوْجَهْلَا دیتے اور کہہ دیتے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، کیونکہ حقیقت متعذّر نہیں تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت کا آپ مطلب نہیں سمجھے۔ آپ یہ نہیں مانتے کہ حقیقی طور پر وہی مسیح تاحصری دنیا میں واپس آئے گا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ہاں ان کی یہ خاص مراد کشفاً والہاماً و عقلاً و فرقاناً مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو آسمان سے اترتا ہوئے دیکھیں گے۔ سو اس بات پر ضد کرنا کہ ہم شب ہی ایمان لائیں گے کہ جب مسیح علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتا ہوا مشاہدہ کریں گے ایک خطرناک ضد ہے اور یہ قول ان لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً کہتے رہے اور ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔ (ازالہ ص ۲۰۰) پھر ص ۱۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور فرمائیے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اترے گا۔“ حضرت خلیفۃ المسیح اول کا جو قول پیش کیا گیا ہے اس میں محض لوگوں کو دھوکا دیا

۱۔ مرزا صاحب کی یہ عبارت ہے۔ ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر جو شیعوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آئیں۔“ (ازالہ ابام ص ۹۶۸) قانون فقہ بیان اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان اور طولیہ و عرضیہ مذکورین نے قادیانی مناظر کو مجاز کر دیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نور الدین صاحب کا فقرہ ”ہر جگہ“ آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد چونکہ اسباب حقہ اور موجبات قویۂ حقیقت کے مراد ہونے کو چاہتے ہیں اس لئے حقیقت مراد ہوگی اور مجاز مراد نہیں لیا سکتی۔ ۱۲ مرتب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

گیا ہے دیکھئے ”ہر جگہ استعارات وغیرہ نہیں لینے چاہئیں۔“ ہر جگہ سے مراد آپ نے عبادات اور تمدن اور معاشرت کے مسائل کو لیا ہے (غیر از الہام) اور پیشگوئیوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”مگر جو کچھ پیشگوئیوں میں مذکور ہے اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے مکاشفات اور رویائے صالحہ میں نظر آتا ہے وہ عالم مثال میں ہوا کرتا ہے..... پس ایسے موقعہ پر علوم ضرور یہ یقینیہ الہامات صاوقہ ومشاہدات وحقائق نفس الامر یہ اور قواعد شرعیہ ان نصوص کو لا محالہ ظاہر سے اور معنوں کی طرف لے جائیں گے۔“ اور مسئلہ متنازعہ فیہ کے متعلق فرماتے ہیں اور ”یاد رکھو کہ مجھ بیچ میرز کو آگاہ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قصہ بدوں کسی قسم کی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ و مجاز کے کسی قوم نے تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ میری بات سرسری نہ سمجھو۔ نمونہ کے طور پر دیکھ لو کہ ہمارے اکثر مفسرین حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ میں کیا کچھ ہیر پھیر نہیں کرتے۔“ اب معاملہ صاف ہے، پس حضرت خلیفۃ المسیح اول کا قول ہماری تائید میں ہے نہ کہ تردید میں۔ اور یہ آپ نے خلاف شرط کیا ہے۔

ہم نے دوسرے آئمہ کے حوالجات موت مسیح کے متعلق مثلاً یہ کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پانچویں میں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی

۱۔ اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کے متعلق یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کسی طرح سے ذکر کرنا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور پھر ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر قادیانی مناظر کو مفید بھی نہیں بلکہ مضر۔ کیونکہ امام ائمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وَالْخُرُوجُ الدِّجَالِ وَيَا جُوجُ وَمَا جُوجُ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَلِزُولُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَسَائِرُ عِلَامَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَلَى مَا وَرَدَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ** حق کائن (فتاویٰ) اور یہی مذہب ہے کل آئمہ شافعیہ کا بھی سب اسی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول پر متفق ہیں چنانچہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے کہ ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے، چنانچہ شیخ الاسلام احمد نیراوی المالکی نے ”نواکھ دوئی“ میں تصریح کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترنا اشرطہ سماعت سے ہے۔ ۱۲ ص ۱۲

الْفَلَاحُ الرَّحْمَانِي

وفات کے قائل ہیں، پیش نہیں کئے لیکن آپ نے خلاف شرائط بہت سی باتیں پیش کی ہیں۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ خلفاء مسیح موعود کی بتائی ہوئی نیک بات یا ان کے عقائد کے خلاف ہمارے عقائد ہیں یا ان کی واجب الاتباع بات ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہرگز نہیں۔

پھر جناب والا کو معلوم رہے کہ وفات مسیح علیہ السلام ماننے سے عیسائیت کو تقویت نہیں پہنچتی بلکہ اس کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح تھوڑی سی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔ اور آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اور تفسیروں میں ایسے کئی اقوال موجود ہیں کہ چند گھنٹے مسیح نے وفات پائی اور پھر وہ آسمان پر اٹھالیا گیا۔

سنئے جناب! اس عقیدہ کو ماننے سے حضرت مسیح علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے افضل ماننا پڑتا ہے۔ اور عیسائیوں کی تائید ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جتنی کسی کو پیاری اور محبوب چیز ہو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر تکلیفوں کے وقت مسیح کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور آنحضرت ﷺ کو زمین پر چھوڑا۔ آپ نے پتھر کھائے، ایڑیوں سے خون بہا، دو دانت مبارک شہید ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کو آپ علیہ السلام سے زیادہ محبوب ہے دوسرے اس کو اعلیٰ مقام پر پہنچایا گیا اور اپنے پاس بٹھایا اور آنحضرت ﷺ کو

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام کے مناسب ہے اور وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کے نامناسب اور ناظرین کو غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ قادیانی مناظر نے یہاں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک مسیح تھوڑی سی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا تو اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک موت اور معبودیت میں منافات نہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تسلیم کی جائے تو عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ ۱۲ عرب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کے یہ وجوہات بروئے قرآن کریم و حدیث نہیں بلکہ خیالی اور وہی ڈھکوسلے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بروئے قرآن کریم اور حدیث آنحضرت ﷺ کا مدعون ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے افضل ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال اُلُوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے ہَا اٰتٰیہَا النَّاسَ الْغٰیثُ لَیْسَ الْاَلٰہُ الْغٰیثُ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ عَلَّمَهُ الْکَلٰمَ وَ عَلَّمَهُ الْیَسْنَیْنَ وَ عَلَّمَهُ الْاِنْقَاسَ وَ عَلَّمَهُ الْاِسْمَ الْکَرِیْمَ (جاری)

الْقَفَلُ الرَّحْمَانِي

زمین پر سلا یا۔ بتاؤ ان میں سے افضل کون ہوا۔ تیسرے آپ نے مانا کہ مسیح کی پیدائش میں
(بقرہ) الْأَوْحَىٰ فِرَاقًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَالنَّوْلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ
..... (آیہ بقرہ پ ۱) اس آیت میں خداوند کریم نے انسان کو عبادت کا امر فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور
پھر وہ مکمل کی صفت بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ میری صفت ربوبیت یعنی کمال تک پہنچنا اس وقت کام کرتی ہے جب انسان
اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگ جاتا ہے اور پھر اپنی چند صفات بیان کر کے اخیر میں صفت وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ
بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ کو ذکر کیا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو بستی کا مظہر ہے بوجہ پست ہونے کے آسمان
سے جو بلندی کا مظہر ہے اسی طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں
لگا کر بستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بلند سے بلند نستی ہے رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے اور انسان
جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے اسی قدر زیادہ عند اللہ مقرب ہوتا ہے اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ اَلْعَبْدِیَّةِ میں
لا شریک نہ ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کمال عبودیت میں لا شریک نہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں
آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت
ﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا ہو گیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کے آنحضرت ﷺ کی
عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی کی ہے۔ دیکھو مَسْبُحَاتِ الْإِلَهِیِّ اُسْرٰی بَعْبِدِہِ اور فَاَوْحٰی اِلٰی
عَبْدِہِ مَا وُحٰی اور تَبَارَكَ الْاَلٰہِیُّ لَزَلِ الْفَرْقَانِ عَلٰی عِبْدِہِ میں باوجود مقامات اعزاز ہونے کے خدا تعالیٰ نے عبد کی
اضافت اپنی طرف کر کے سمجھا دیا کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا بلکہ ترقی ہوئی ہے ورنہ میں اپنی
طرف اضافت نہ کرتا۔ اور اسی کمال عبودیت کا نتیجہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت
ﷺ افضل المرسلین بلکہ الفضل الملائکۃ المقربین ہیں اور آنحضرت ﷺ کو حضرت عیسیٰ ﷺ پر قرب الہی اور رفعت
منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے اور اسی کمال عبودیت کا یہ اقتضاء ہے کہ اللہ ابتداء میں پیدائش تا وفات آنحضرت ﷺ کا ایسا رنگ
رہے جو عبودیت کے مناسب ہو یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیاتی زمین پر
برس کر اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو بستی کا مظہر ہے ایک شاعر نے کہا ہے۔

ملک افلاک پر قرباں زمین پر ناز میں صدتے جہاں کے غمخیز قرباں زمانہ کے حسیں صدتے
زمانہ قرباں زمین صدتے مکاں قرباں مکین صدتے میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدتے
نماز و انکساری پر الہ العالمین صدتے اور حدیث میں ہے من تواضع لله رفعه الله

۱۲ مرتب

س یہ وہی دھوکا ہے جس قرآن کریم کا تو یہ ارشاد ہے وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا
إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور بلحاظ آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ
وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (جز ۲۱) آنحضرت ﷺ اسوۂ حسنہ کاملہ ہیں اس لئے حکمت ایزدی کا یہ اقتضاء ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر تمام
انبیاء و نوحین صحت ترین مصائب نازل کی جائیں تاکہ ممبر کا ظہور بھی بے نظیر رنگ میں ہو۔ ۱۲ مرتب

س اس عبارت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کا خدا کے کہیں ہونے کا اعتقاد ہے حالانکہ تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے
کہ خدا تعالیٰ لامکان ہے۔ ۱۲ مرتب

الْقَفَلُ الرَّحْمَانِي

زمینیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا آسمان پر جانا صحیح ہوا۔ مگر بتائیے کہ آنحضرت ﷺ جو آسمان پر نہ گئے اس لئے ان میں زمین کا دخل ہو۔ چوتھے وہ دو ہزار برس سے بغیر کھانے پینے کے زندہ اور پھر اسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا کام اچھا رہا ہو اس کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے وہ افضل ہیں اور ان میں روحانیت اور قدوسیت زیادہ ہے اس لئے ان کا دوبارہ بھیجا جانا تجویز کیا گیا۔ پانچویں وہ اپنے آسمان پر جانے اور ہزاروں برس زندہ رہنے اور پیدائش میں زمینیت سے پاک ہونے کی وجہ سے تمام بنی آدم سے نرالے ہیں۔ بتاؤ یہ عقائد صلیبی عقائد کی تائید کرتے ہیں یا ہمارے عقائد کی کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ سچ ہے۔

مسح اناصری راتا قیامت زندہ رہے ہمند مگر مدفون یثرب راندادند ایں فضیلت را
زبوائے نافہ عرفاں چو محروم ازل بووندا پسندیدند در شان شب خلق ایں ندلت را
ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند ولیری با پدید آمد پرستاران میت را
پس وفات ماننے سے صلیبی عقائد پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اس کی حیات ماننے سے اسے پورا خدا مان لینا پڑتا ہے۔

دوسری دلیل

آپ نے اس آیت میں ایک تَوَلَّيْوْ مَنْ پر زور دیا ہے کہ اس کے معنی سوائے استقبال کے ہو ہی نہیں سکتے۔ آپ دعویٰ سے فرماتے ہیں کہ ”تمام محاورات قرآن وحدیث اس کی شہادت دیتے ہیں۔“ فی الحال میں آپ کے اس دعویٰ کو توڑنے کے لئے دو مثالیں پیش کرتا ہوں غور سے پڑھیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ ایسے اشعار اسلامی مناظر کے مقابلہ پر پیش کرنے جن کے شاعر کو وہ مضمری سمجھتا ہے کمال درجہ کی جہالت ہے۔ ۲۔ مرتب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

وَأَنَّ مِنْكُمْ ۚ لَمَنْ لَّيْبَطَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۚ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولُنَّ كَأَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا

اس کے معنی بھی وہی پیش کرتا ہوں جو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے کئے۔
”اور تحقیق بعضے تم میں سے البتہ وہ شخص ہیں کہ دیر کرتے ہیں نکلنے میں۔ پس اگر پہنچ جاتی ہے تم کو مصیبت کہتا ہے تحقیق احسان کیا اللہ نے اوپر میرے جس وقت کہ نہ ہوا میں ساتھ ان کے حاضر۔ اور اگر پہنچ جاتا ہے تم کو فضل خدا کی طرف سے۔ البتہ کہتا ہے کہ گویا نہ تھی درمیان تمہارے اور درمیان اس کے دوستی۔“ پھر آیت وَالَّذِينَ جَاهَلُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں استمرار کے معنی ہیں، خالص استقبال کے لئے نہیں۔

اور خلیفہ اول کا جو قول آپ سے پیش کیا ہے وہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس جماعت میں شامل نہیں تھے اور ان معنوں پر مجھے چند کچھ دلیل اعتراضات ہیں :

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ وَأَنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْبَطَنَّ وغیرہ میں بھی بخلاف قاعدہ نحوی اتفاق جو ہم نے پیش کیا ہے استقبال ہی مراد ہے آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقت دخول امام تائید و ثقلیہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں حجاب و ذکر کر رہے ہیں۔ اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کا نام لیا جاتا ہے اور کبھی خلاف واقع امام ماکہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہی حال لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کا ہے کیونکہ ہر تقریر تسلیم استمرار استقبال مراد ہوگا اور قادیانی مناظر نے جو قرآن کریم کا اس موقع پر یہ فقرہ یعنی وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولُنَّ پیش کیا ہے اس سے بھی اس کی جہالت پکلی ہے کیونکہ ایک تولى يقولون پر امام تائید و ثقلیہ داخل ہے اور دوسرا شرط پر حرف ان داخل ہے جو نیز استقبال کیلئے آتا ہے۔ فلن للاستقبال وان دخلت على الماضی (کا زمانہ واجب) کیا فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ کے مطابق پر مباحثہ کرنا اسی کا نام ہے۔ ۲۔ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نور الدین وہ شخص ہے جس کی مرزا صاحب نے جو آپ کے پیغمبر ہیں توثیق کی ہے اور توثیق کے بعد بھی مولوی نور الدین صاحب نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ ۳۔ مرتب

الْقَلْبُ الرَّحْمَانِي

۱..... کیا وجہ ہے! کہ جب مجاہد رحمہ اللہ اور ابن عباس رحمہ اللہ جیسے بزرگ تابعی اور صحابی نے قَبْلَ مَوْتِہ سے کتابی کی موت مراد لی ہے وہ صحیح نہیں، وجہ بیان کریں۔ اور لکھا ہے کہ کوئی یہودی نہیں مرنا مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتا ہے اس روایت سے تفسیریں بھری پڑی ہیں۔ اور ایسے ایمان کے لئے مسیح کی زندگی کی ضرورت نہیں۔

۲..... قَبْلَ مَوْتِہم کی قراءت آپ کے معنوں کی تردید کرتی ہے۔

آپ کہتے ہیں شاذہ قراءت قراء کی ہے۔ معلوم ہے یہ کس شخص نے روایت کی ہے۔ یہ ابی کی روایت جو عالم بالقرآن تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قرآن سنا کرتے تھے۔ بہر حال قراءت شاذہ لغو اور متروک نہیں ہو سکتی۔ وہ قراءت مشہورہ کی تفسیر ہوا کرتی ہے۔

۳..... یہ معنی ۲ کہ سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔

آیۃ وَجَاعِلُ الدِّينِ اتَّبِعْكَ فَوْقَ الدِّينِ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ اور

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ مجاہد تابعی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر میں تابعی کا قول پیش کرنا شرط نمبر ۲ سے تجاوز ہے۔ حضرت ابن عباس رحمہ اللہ کے متعلق قادیانی جماعت کا حال مانند أَفْتُو مَنْزُونٌ بِنَعَضِ الْكِتَابِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِ بَنِي نَعَضِ اور قادیانی جماعت مانعین فیہ میں حضرت ابن عباس رحمہ اللہ کے قول پر فیصلہ کریں۔ عن ابن عباس رحمہ اللہ وان الله دفعه بجسده وانه حي الآن وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶) یعنی حضرت ابن عباس رحمہ اللہ سے روایت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسده العنصری اٹھالیا ہے اور وہ اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پھر بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ مستحسن درج کیا ہے اور موقوفہ قراءت متواترہ ہے جس کا قراءت شاذہ مقابلہ نہیں کر سکتی اور قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس ہے کہ جن باتوں کا مکمل طور پر جواب پرچہ نمبر ۱ میں درج ہے اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے کی طرح سبھی ہوئی بات پتیل کی جاتی ہے۔ ۲ مرتب

۳ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ وَجَاعِلُ الدِّينِ..... الدِّينِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ، جاعل الدین کے متعلق نہیں بلکہ بروئے قواعد و ہر چہار واقعات مسیحیہ کے متعلق ہے۔ اور اگر اسی کے متعلق ہو تو نیز مفسر نہیں۔ کیونکہ فوقیت اور غلبہ کا کمال اسی صورت میں ہے کہ کفر معدوم ہو جائے جیسا کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ اس آیت کا مرزا صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔ یعنی خدا و خدا ہے جس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔ اور ممکن نہیں (جاری)

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

آیت وَأَعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ مسیح کے متبعین اور منکرین دونوں قیامت تک رہیں گے۔

۴..... سیاق اسباق کے خلاف ہے۔ کیونکہ پہلے اس کے فرمایا قَلِيلًا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا کہ یہودی ایسے شریر ہیں کہ ان میں سے تھوڑے ہی ایمان لائیں گے۔ اور پھر کہہ دیا کہ سب ہی ایمان لے آئیں گے۔

۵..... یہ معنی عبارتہ الفص کے بھی خلاف ہیں کیونکہ یہاں یہودیوں کی شرارتوں کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اور یہ ان کی شرارتوں کی بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس کے آگے بھی ان کی شرارتوں کا بیان ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے شرارت بیان کر کے پھر اس کی تعریف کر کے پھر کہہ دیا کہ یہ بڑا بد معاش ہے۔ بتاؤ یہ طریق کلام شریفوں کا ہوا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ بھی ان کی شرارت ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔ یہ اہل کتاب مانتے رہیں گے کہ ہم نے اسے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا ہے کیونکہ اگر یہ نہ مانتیں تو ان کا مذہب باطل ہوتا ہے۔ ان میں سے جو نیک تھے ان کا آگے لَکِنَ الرَّاسِخُونَ میں لَکِنَ کے لفظ سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

۶..... اور اگر خدا نخواستہ اہل کتاب نے سمجھوتہ کر لیا کہ ہم نہیں مانتے تو خدا تعالیٰ کو بھی مشکل پڑ جائے گی۔ کیونکہ اگر وہ مارتا ہے تو اس آیت کے خلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح کا مرنا

(بقیہ) کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تغیر ہوا اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا (چشمہ معرفت ص ۸۳/۸۴)۔ پس آیت وَأَعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ سے سرا طول زمان ہے ورنہ یہ آیت اور آیت هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ... الخ متعارض ہوں گی۔ ۴ مرتب

۱۔ اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں جو آیت وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ... الخ اور آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ کے درمیان ارتباط بیان کیا ہے۔ اس مضمون ارتباط میں غور کرنے سے یہ اعتراضات اور رد نہیں ہوتے۔ تو پھر قادیانی مناظر کا ان اعتراضات کو رد کرنا کم علمی کا نتیجہ ہے۔ ۴ مرتب

۲۔ یہ بھی خداوند کریم کے ساتھ استہزاء ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ۴ مرتب

الْقَطْلُ الرَّجْمَانِي

اور اہل کتاب کا مرنا ان کے ایمان لانے پر موقوف ہے۔

اور جو استشہاد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیش کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ان کا دوسرا استشہاد کہ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ إِلَّا نَحْسُهُ الشَّيْطَانُ وَقَدْ وُلِدَتْهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنُهَا عِيسَى پر آیت فاقروا ان شتم: اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِیْمِ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مس شیطان کا وقت ولادت کا ذکر ہے اور حضرت مریم کی والدہ نے جو دعا کی تھی تو وہ ان کی پیدائش کے بعد کی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مس شیطان سے محفوظ رہنے کا باعث مندرجہ بالا دعا قرار دینا بالکل غلط ہے اور اصول والوں نے لکھا ہے ”القسم الثانی من الرواة هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى کا بی ہریرہ و انس ابن مالک“ ملاحظہ ہو اصول الشاشی۔ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ استشہاد صحیح نہیں اور اسی آیت کے ماتحت نووی میں لکھا ہے کہ اکثر علماء نے موتہ کا مجموع کتابی کو ٹھہرایا ہے اور جو حدیث ہے اس میں مجاز ہی مجاز مراد ہے۔ اول تو اس کا راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جو حقیقی معنوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہے۔ اور اسی طرح منکم ، انتم ، فیکم ،

۱۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو بچائے گا پس وہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات کو جو میرے سے سنی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان فرماتے رہے پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چسپاں کر لیا اس کے بعد جو حدیث میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اس کو بھولا نہیں۔ سبحان اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو ایسا عظیم القدر صحابی ہے محض اس وجہ سے کہ اس کی روایت قادیانی مناظر کے مخالف ہے۔ اعتراض کئے جاتے ہیں اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں بلکہ لیاقت ہے اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں حقیقت و مجاز کا قانون بیان کر کے اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان حقیقت ظاہر کر کے ایسی حدیثوں سے مجازات مراد لینے کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں مجازات مراد ہیں یہ محض دعوے بلا دلیل ہے اور دونوں شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲ مرتب

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

امامکم میں ٹحکم کے حقیقی مخاطب صحابہ ہیں اور مجازی طور پر ہم۔ اور اسی طرح ابن مریم بھی حقیقی نہیں بلکہ مجازی مراد ہے۔

اور جو آپ نے براہین احمدیہ سے عبارت پیش کی ہے وہ خلاف شرائط ہے کیونکہ وہ آپ کے دعویٰ سے پہلے کی ہے۔ مگر پھر بھی میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ ”اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تاکہ میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ رہے۔ وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود علم غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ خود نہ سمجھا دے۔“ (کشتی نوح ص ۷۷) پس جب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قابل استناد نہیں مانتے۔ اور اصولی طور پر بھی قابل استناد نہیں۔ کیونکہ اصحاب یعنی إلا بقاء ما کان علیہ حجت نہیں ہوتا۔ تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ اسے پیش کرے۔

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ براہین احمدیہ کی عبارت کو پیش کرنا خلاف شرائط نہیں کیونکہ مرزا صاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں معلوم نہیں یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوئی۔ اس کتاب کا ظاہر و باطن متولی خدا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں براہین احمدیہ کی یہ عبارت پیش کر کے یہ لکھا ہے کہ میں نے اس عبارت کو بطور احترام پیش کیا بلکہ یہ بتانا ہے کہ جن دنوں مرزا صاحب کو الہام و مجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں حالانکہ قرآن وانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دہشتے کے ثبوت میں براہین احمدیہ نکلی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن و ان قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل و دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا اور قادیانی مناظر مرزا صاحب کا کوئی قول ہمارے مقابلہ پر پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم بوجہ اس اعتقاد کے کہ مرزا صاحب مغتری ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو عقیدہ براہین احمدیہ میں ظاہر کیا ہے وہ نیک نیتی سے ہے اور جو دعاوی بعد میں کئے ہیں وہ بوجہ لالچ و طمع نفسانی کے ہیں۔ ۱۲ مرتب

ج. استغنیاب کا ذکر بھی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۳ مرتب

الْفَلَاحُ الرَّبَّانِي

اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص قَوْلِ ۱۔ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۲ کے نزول کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو بطور سند پیش کر کے کہے کہ آپ اس لئے رسول آخر الزمان نہیں ہیں کہ اس کا قبلہ مکہ ہونا تھا۔ اور آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ اسی طرح ۱۔ امام ربانی مجید دالْف ثانی کے متعلق روضۃ القیومیہ ص ۸۰ میں لکھا ہے۔

مکتوب ص ۲۰۶ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے جو معارف توحید و جود و غیرہ کے بارے میں لکھے ہیں وہ محض عدم اطلاع سے لکھے گئے ہیں جب مجھے کام کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تو جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا گیا اس پر شرمندہ اور مستغفر ہوا۔“ پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔ فافہم

دستخط :

قادیانی مناظر جلال الدین صاحب

دستخط :

کریم ادوالمیال۔ پریذیڈنٹ

دستخط :

شمس مولوی فاضل

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مسئلہ حیات مسیح ابن مریم اعتقادات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے۔ اور نیز تحویل قبلہ والا معاملہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہے جس کو صائب اہل اسلام نبی برحق اعتقاد کرتے ہیں۔ اور پہلے حیات مسیح ابن مریم کا قول کرنا اور پھر وفات کا قول کرنا۔ یہ مرزا صاحب کے ذریعہ ہے جن کو تمام اہل اسلام مغتری اعتقاد کرتے ہیں۔ ۲۔ مرتب

۲۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۳۔ مرتب

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر ۳

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

وقت تحریر پرچہ ایک گھنٹہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لِنُحْمَدَهُ وَنُصَلِّيَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي
۱..... آپ نے لکھا ہے ”وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون تیس آیات میں۔“ آپ
تیس آیات ہی نقل کر دیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہیں مردوں میں شامل نہیں۔ اگر
آیات نہیں لکھ سکتے تو صرف پارہ، سورۃ، رکوع وغیرہ ہی لکھ دیں۔

۲..... آپ مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں
کی۔ مگر بعد میں پھر خود ہی میرے دلائل پیش کر دیے کہ تردید بھی کرتے ہیں۔ تو پھر آپ کا یہ
کہنا کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں کی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

۳..... آپ فرماتے ہیں کہ: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے مراد الْمَعْنَى ہے۔ قرآن شریف کہتا

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام آلہ کریم سے وفات ابن مریم ثابت
نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن کریم سے حیات مسیح ابن مریم علیہما السلام ثابت ہے اور کوئی قرآنی آیت حیات کے خلاف نہیں۔ ۲۔ عرب

۳۔ اگر قادیانی مناظر اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر ۴ کا مطلب سمجھتا تو یہ اعتراض نہ کرتا کیونکہ اسلامی مناظر کا مطلب یہ ہے
کہ قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق دلائل وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پیش کئے ہیں لیکن قرآن کریم یا حدیث
سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بخلاف الفاظ و قواعد عربیت وفات ابن مریم کو ثابت کرے جیسا کہ تردید سے ظاہر ہے۔

۴۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی تردید کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ مطابق آیت اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ
مَوْتِهَا اور تَوَفَّيْتَنِي سے معنی المعنی مراد لینے صحیح ہیں اور قادیانی مناظر حد فاصل کہہ کر محض عوام کو مغلطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں ورنہ
معاملہ صاف ہے کیونکہ جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں یہ لکھا ہے کہ تَوَفَّيْتَنِي چھٹا کوئی إِنِّي مَتَوَلِّكَ
وَرَأَيْتُكَ إِلَيَّ کے وقوع کا بیان ہے تو خیر مع الرفع مراد ہوگی جو حد فاصل بھی ہے۔ ۵۔ عرب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

ہے کہ مسیح کی صرف دو حالتیں ہیں اور دونوں کے درمیان حد فاصل تَوْفَی ہے اس سے ثابت ہوا کہ پہلی حالت میں کبھی تَوْفَی نہیں پائی گئی۔ اور پہلی حالت کا اختتام تَوْفَی سے ہوا جس کے معنی حسب تفسیر آپ کے یہ ہوئے کہ مَا دُمْتُ کے زمانہ میں کبھی نہیں سوئے۔ اور یہ قرآن مجید کے الفاظ لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ کا ترجمہ ہے جو مَا دُمْتُ کی حالت میں ان میں الوہیت کو ثابت کرتا ہے دوسرے تَوْفَی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک نیند اور دوسری موت۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ نیند کی تَوْفَی ایسی ہے جو بار بار آتی ہے۔ اور موت کے وقت جو تَوْفَی ہوتی ہے وہ ایسی ہے جو ایک ہی دفعہ ہوتی ہے اور یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ تَوْفَی ایسی ہے جو ایک ہی بار ہوتی۔ کیونکہ یہ دو حالتوں کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں حالتوں کو علیحدہ علیحدہ کرتی ہے، اس لئے دو موت ہی ہے نہ کوئی اور۔

۴..... آپ! لکھتے ہیں کہ تثلیث زیر بحث نہیں ہے۔ اس کے لئے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے جواب میں یہ بات کہی ہے یا نہیں۔ اگر بغرض تسلیم مان بھی لیا جائے کہ وہ اس سوال سے باہر تھی مگر مسیح علیہ السلام نے جو جواب میں اس کا

اس مضمون کی تردید ہو چکی ہے لیکن اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں بھی قادیانی مناظر کو یوں ہدایت کی ہے کہ آیت الخطاب تمام اس طرح ہے۔ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّعْلَوْنِي وَأَمَرِي إِلَهُينِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (مائدہ) اور آیت کے الفاظ میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ دیکھو ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّعْلَوْنِي اور مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ اور دیکھو مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ کہ سوال تو اس سے ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے مطابق جواب دینا ضروری تھا نہ علم کے متعلق۔ اور علم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے علم کی نفی کی ہے۔ ۴ مرتب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

ذکر کیا۔ تو ان کا کہنا یہ جھوٹ تھا یا سچ۔ اگر جھوٹ تھا تو (نعوذ باللہ) نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ اگر سچ تھا تو ان کی وفات ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

۵..... تَوْفِئِيْ کے معنی نیند کرنا بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ نیند کے معنی تَوْفِی کے اس وقت ہوتے ہیں جب کوئی قرینہ منام یا لیل وغیرہ ہو۔ اور یہ مسلمہ فریقین ہے اور پھر سوال یہ ہے کہ جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اور تَوْفِی باب تَفْعُل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی انسان ہو تو اس کے معنی سوائے اِمَاتَت کے کوئی نہیں ہوں گے۔ اگر ہوتے ہیں تو کوئی مثال پیش کرو۔ اور ہم پہلے پرچے میں اپنے معنوں کی تائید میں آیات اور لغت کے حوالہ پیش کر چکے ہیں۔ تَوْفِئِيْ مُسْلِمًا اور تَوْفِئِيْ مَعَ الْاَبْرَارِ اور اِمَّا تُرِيْنٰكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوْفِئُكَ وغیرہ۔

۱۔ قادیانی مناظر کی اس مہارت سے ظاہر ہے کہ تَوْفِئِيْ کے معنی میں مجاز ہے بوجہ ضرورت قرینہ کے اور اِمَاتَةِ کے معنی میں حقیقت ہے بوجہ عدم ضرورت قرینہ کے۔ اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا بالکل باطل ہے کیونکہ آیت اللہ یَتَوْفِی الْاَنفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّذِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الْبَیْتَ فُطْرًا عَلَیْهَا الْمَوْتُ وَیُرْسِلُ الْاَخْرَیْ اِلَی الْاَجَلِ مُسْمًی سے ثابت ہے کہ تَوْفِی کا حقیقی معنی اور موضوع لے مطلق قبض ہے نہ اِمَاتَت کیونکہ اگر تَوْفِی کا موضوع لے اِمَاتَت ہو تو پھر حِیْنَ مَوْتِهَا لغوی ٹھہرے گا۔ اور وَالَّذِیْ لَمْ تَمُتْ اس لحاظ سے کہ یہ الْاَنفُس پر مطلق ہے۔ ابتداءً ضدین یعنی موت اور عدم موت لازم آئے گا وہو باطل۔ پس ثابت ہوا کہ تَوْفِی کا حقیقی معنی مطلق قبض ہے اور نیند اور موت اس کے انواع ہیں نہ بالخصوص موت موضوع لے ہے اور نہ ہی نیند اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ تَوْفِی باب تَفْعُل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول انسان یا روح ہو تو اس جگہ معنی قبض روح یا اِمَاتَت کے ہوتے ہیں۔ اس امر کا غلط فہم ہے کہ تَوْفِی کے حقیقی معنی اِمَاتَت کے نہیں ورنہ ان کیود کی کیا ضرورت تھی۔ اس بات پر بڑی حیرانگی و تعجب آتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین نے اس امر پر بڑا جوش و خروش ظاہر کیا ہے اور کرتے ہیں کہ تَوْفِی باب تَفْعُل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو تو اس جگہ قبض روح کے معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس زور و جوش ظاہر کرنے سے مرزا بیت کو کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر متوفیک بمعنی ممیتک تسلیم کیا جائے تو پھر بھی بروئے قواعد عربیت یہ آیت تَوْفِی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر قطعی دلیل ہے اور اگر تَوْفِئِيْ بمعنی اَمْسَی مانا جائے تو پھر بھی بروئے الفاظ جیسا کہ یہ آیت مخاطب حیات ابن مریم علیہ السلام نہیں اور ایسا ہی یہ آیت مخاطب ابن مریم کی وفات پر دلیل نہیں اور آیت تَوْفِی اور آیت مخاطب کے متعلق مفصل تقریر بیان ہو چکی ہے۔ پھر مرزا یوں کو اس زور و جوش سے کیا فائدہ ہوا۔ ۱۲ مرتب

الْفَرْقَةُ الرَّجَائِيَّةُ

۶..... آپ لکھتے ہیں: ”اگر تَوْفِیقِیْنِ سے مراد اَمِیْتِیْنِ لی جائے نہیں معلوم کہ جناب مفتی صاحب نے اَمِیْتِیْنِ کیسے لکھ دیا؟ ہم تو آپ کی شان سے بالکل بعید سمجھتے ہیں۔ غالباً انہوں نے اَمِیْتِ کو سَقِیْتِ کی طرح سمجھ لیا ہے۔ کسی سے سنا ہوگا کہ سَقِیْتِ وَاحِدِ مخاطبِ مذکر ماضی کا صیغہ ہے۔ انہوں نے اِمَاتۃ سے بھی اسی وزن اِمَاتۃ بروزن سِقَایۃ پا کر واحد

۱۔ قادیانی مناظر نے ہر وہ لفظ کی تقریروں میں تلفظ عموماً بکثرت غلط کیا اور خصوصاً قرآن مجید کو ایسا غلط پڑھا کہ حفاظ بے اختیار بول اٹھے کہ اے قادیانی صاحب! یہ قرآن مجید کو تو صحیح پڑھو۔ مگر وہ بیچارہ کیا کرے کہ صحیح پڑھنا تو اس کی طاقت سے باہر تھا۔ باوجود ایسے تلفظات کثیرہ کے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے بلحاظ حدیث لکھل امیرہ مٹا فوئی کوئی مواخذہ لفظی نہ کیا۔ اور اصل موضوع پر بلحاظ معانی مناظرہ کرتے رہے۔ لیکن قادیانی مناظر کو موضوع مناظر کے متعلق جب ناکامی ہوئی تو اس نے یہ مسئلہ اَمِیْتِیْنِ وَ اَمِیْتِیْنِ کا چھیڑ دیا۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنے دلائل وفات ابن مریم میں ایک دلیل قَلَمًا تَوْفِیقِیْنِ..... الیٰ بھی پیش کی۔ جواب کے جواب میں اسلامی مناظر نے کہا کہ اگر تَوْفِیقِیْنِ بمعنی اَمِیْتِیْنِ ہو تو اس کی یہ تردید ہے اور اگر تَوْفِیقِیْنِ بمعنی اَمِیْتِیْنِ ہو تو اس کی یہ تردید ہے جس سے اسلامی مناظر کا یہ مطلب تھا کہ اگر توفیقی بمعنی خیر ہو تو یہ جواب ہے اور اگر بمعنی موت ہو تو یہ جواب ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ مواخذہ کرنا اس لحاظ سے کہ یہ مواخذہ لفظی موضوع مناظرہ سے چسپاں نہیں لیس من داب المصطلین والمناظرین بل من داب المجادلین والمکابرین اور نیز یہ حفاظ ایسا نہیں جس کی لغت عرب میں مصطلح کی کوئی صورت نہ ہو۔ کیونکہ یہ صیغہ واحد مذکر مخاطب اصل میں اَمِیْتِیْنِ ہے جس میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہیں۔ اب اگر تاہم کوئی کہیں اِنعام کیا جائے تو اَمِیْتِیْنِ پڑھا جائے گا اور اگر تاہم کوئی کہیں اِنعام کیا جائے تو اَمِیْتِیْنِ پڑھا جائے گا۔ اور دو حرف ایک جنس ہیں سے ایک حرف کا یا، کے ساتھ بدل دینا تخفیف کے لئے لغت عرب میں بکثرت آیا ہے۔ فصول اکبریٰ میں ہے ”و یا بدل سے آید از یکے از دو حرف یا سے حرف تضعیف چون دینار اصلہ دِنَارٌ و املیت اصلہ اَمَلت و قصیت اصلہ قَصَصت“ انتہی۔ اور شافیہ میں ہے۔ ”و الیاء بدل من احد حرفی المضاعف نحو املیت و قصیت۔ انتہی“ قادیانی مناظر نے یہ مجادلہ کے رنگ میں نہایت کمزوری دکھائی ہے۔ شجاعت تو یہ تھی جیسا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآن کریم کے فقرہ بَنِی وَ قَعَدَ اللّٰهُ الْاِلٰہَ کے ساتھ بروئے بَل اِطَالِیہ و قصر قلب و شرطین مذکورین کے تحت میں رد کر اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم الیٰ ثابت کر دیا ہے جس کے جواب دینے سے قادیانی مناظر ہی نہیں بلکہ کل کی کل قادیانی جماعت عاجز ہو گئی ہے ویسا ہی قادیانی مناظر بھی ایک فقرہ قرآن کریم کا ایسا پیش کرتا جس کے ساتھ دو شرطین مذکورین کے تحت رد کر اپنا دعویٰ وفات مسیح ابن مریم الیٰ ثابت کرتا جس کے جواب سے کم از کم اسلامی مناظر ہی عاجز ہو جاتا اور تمام حاضرین پر روشن ہے کہ قادیانی مناظر کے طول و طویل خیالی و وہمی دھوکوں کو اسلامی مناظر نے دو شرطین مذکورین کے تحت میں رد کر مختصر فقروں کے ساتھ رد کر دیا ہے۔ واقعی اسلامی مناظر مناظر مناظر و کرتا رہا اور قادیانی مناظر مدعی مناظر و ہو کر حقیقت میں مجادلہ یا مکابرہ کرتا رہا۔ ۱۲ عرب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

مخاطب ماضی کا صیغہ اَمِيت بنا لیا۔ مگر جناب کو معلوم ہو کہ اَمَاتَتْ میں اَمَزہ زائدہ ہے اور سِقَاہ میں سین اصلی ہے۔ اس لئے یہ لفظ اَمِيتنی نہیں بلکہ اَمِيتنی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مفتی صاحب نے غلطی سے لکھ دیا ہوگا کیونکہ انہوں نے تقریر میں بھی یہی بیان کیا تھا۔

..... پھر آپ نے اِذْ قَالَ کے معنی استقبال کے کرنے کے لئے مثال میں اِذْ الْاَغْلَالُ کو پیش کیا ہے۔ جناب مفتی صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اَغْلَالُ فعل نہیں بلکہ اسم ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کسی مولوی سے پوچھ لیجئے کہ آیا اَلَاغْلَالُ اسم ہے یا فعل۔ اور نیز اس بات کی ضرورت کیا تھی۔ ہم نے خود استقبال کے معنی کئے تھے۔ آپ ہماری دلیل کو بغور پڑھیں کہ انہوں نے قیامت کے دن اپنی برکت کرتے ہوئے اپنی قوم کا بگڑنا اپنی موت کے بعد قرار دیا ہے۔ اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیا ہے۔

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کی عقل کہاں گئی کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح لکھا ہے:-

”اور اِذَا استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔ فَسَوْفَ يَغْلِبُونَ اِذَا الْاَغْلَالُ فِي اَفْئَادِهِمْ۔ اس میری عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ اِذَا الْاَغْلَالُ مثال اِذ کے لئے ہے نہ ماضی کے لئے۔ اور ماضی کا بمعنی استقبال آنے کے لئے میں نے اپنے اسی پرچہ نمبر ۲ میں لکھ دیا ہے کہ ساتھ مثال دی ہے۔ پس قادیانی مناظر کا اِذَا الْاَغْلَالُ میں ماضی کا ذکر کرنا زانی جہالت ہے۔ ۲۔ ارجب

۳۔ جناب من اسلامی مناظر کا یہ مذاق نہیں کہ الزام پر اکتفا کرے۔ بلکہ اس کا مذاق تحقیق ہے۔ سبحان اللہ، صداقت کا آفتاب اپنے انوار و تجلیات ظاہر کرنے سے کبھی نہیں رک سکتا۔ دیکھو کہ قادیانی مناظر نے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ یہ اَقْدَمَ ءَآتٍ قُلْتُ لِلنَّاسِ انْجِلُوا لِي..... الخ۔ قیامت کو ہوگا جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آج و فلان طاقت نہیں ہوتی۔ مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن بریانسے بعد اختتام مناظرہ فرمایا:-

مخمس تیری چمک دیکھی اُجالے میں اندھیرا ہے معجز کس طرح ہوگا جسے گردش نے چھوڑا ہے
لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے کوئی شیر جا ڈھونڈھو کہ تو بھی اک شیرا ہے
غلام میرزا پہلے تو کر لے علم کی تحصیل غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے

الظفر الشرجانی

پھر اجنب مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کل مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔ صحیح مگر کیا آپ یہاں صرف لہجہ میں مشارکت مانتے ہیں کہ میں مسیح کے لہجہ میں کہوں گا۔ نہیں بلکہ آپ تو مسیح کی امت کے واقعات کو اپنی امت کے واقعات پر قیاس کر کے اپنا وہی جواب دیتے ہیں جو مسیح علیہ السلام کا ہے اگر حدیث میں ان واقعات کی تشریح نہ ہوتی تو آپ یہ بات کہہ بھی سکتے تھے مگر اب تو حدیث میں جن واقعات میں مشارکت تھی تشریح کر دی گئی ہے۔

ایہ خیالی اور وہی باتیں پھر پھر پیش کی جاتی ہیں حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس کا جواب دے دیا ہے۔ اور پھر بلا ضرورت اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ تشبیہ میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس کی توضیح یہ ہے کہ التشبیہ ان یدل علی مشارکة امر لآخر فی معنی (مطلوب ص ۲۸۶) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً زید کا لاسد میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور لاسد کسی وصف میں شریک ہوں جیسے شجاعت۔

بیٹا اے طالب صدق و صفائی ۔ در صدق شان کبریائی
گروہ احمدی زیر و زمر شد ۔ عجب غالب شد بیان مرتضائی
اور کذب کا شمس ہمیشہ کسوف میں رہتا ہے۔ مولوی گل احمد صاحب ساکن چٹانہ خان نے قادیانی منظر مقلب بالشمس کے متعلق بعد ختم مناظرہ یہ فرمایا۔

اور یہ ضروری نہیں کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں شریک ہو ورنہ اگر آگے کا کہ تشبیہ زید کا لاسد اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا شریک ہو۔ وہو کما ہو۔ پس فاقول کما قال العبد الصالح..... الخ۔ میں قول آنحضرت ﷺ مشبہ ہے اور قول عیسیٰ ﷺ مشبہ بہ ہے اور یہ تشبیہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ مقول آنحضرت ﷺ اور مقول عیسیٰ ﷺ ایک الفاظ بعینہا ہوں۔ اور یہاں مانعن فیہ میں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی شراکت ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ ﷺ کے قول تَوْقِیْنِی سے مراد اَتَمِّیْنِی لی جائے تو قبض روئے کے معنی میں شراکت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روئے مع الایمان مراد ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ ﷺ کی عبارت میں قبض روئے مع الایمان مراد لی جائے گی اور اگر حضرت عیسیٰ ﷺ کے قول تَوْقِیْنِی سے مراد اَتَمِّیْنِی مراد ہو تو پھر ایک اور زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔ ۱۴ مرتب۔

۹..... قَدْ خَلَتْ اے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ خلو کے معنی نقل مکانی کے ہوتے ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آیت میں مکان کا تو ذکر نہیں۔ اس لئے نقل زمانی ہی خلو سے مراد ہوتی ہے۔ اور اس سے مراد یہی ہے کہ زندگی کا زمانہ گزار کر وفات پا گئے۔ نیز ہم نے لغت کے حوالہ جات سے ثابت کیا تھا کہ خلو کے معنی مرنے کے ہیں۔ اب میں ایک شعر بھی پیش کرتا ہوں جو یہ ہے:

اِذَا سَيِّدٌ مِنَّا خَلَا قَامَ سَيِّدٌ قَوْلٌ لِّمَا قَالَ الْكَرَامُ فُقُولٌ

تمام شراح نے یہاں خلا کے معنی مات کے کئے ہیں اسی طرح قرآن مجید کی آیات تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ اور آیت وَاِنْ مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ اور آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ وغیرہ سب میں خلو سے مراد موت ہے اور جو

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس دلیل قَدْ خَلَتْ سے قطع کا جواب دیا ہے لیکن چونکہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کی ہیں اس لئے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ آیت سُنَّةُ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ کا قادیانی مناظر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر ہم قادیانی مناظر کو خوش کرنے کے لئے یہ تسلیم کر لیں کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں خَلَتْ بمعنی ماتت ہے تو پھر بھی یہ دلیل وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت نہیں کرتی۔ کیونکہ الرُّسُلُ میں الف لام استغراقی نہیں اس وجہ سے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں مِنْ قَبْلِهِ یا الرُّسُلُ کی لغت نحوی ہوگی یا الرُّسُلُ سے حال ہوگا۔ اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اول اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی معنوت نحوی پرہ کر میں مقدم نہیں ہوتی۔ اور شق ثانی اس لئے باطل ہے کہ یہ قادیانی قوادحوال کی تقدیم اس وقت ہونی چاہئے جب ذوالحال نگرہ ہو۔ اور مانحن فیہ میں الرُّسُلُ معروف ہے۔ پس معین ہوا کہ مَنْ قَبْلِهِ، خَلَتْ کے متعلق ظرف لغو ہے۔ اور قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے یہ معنی ہوئے کہ تمام رسول محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے ہیں اور یہ معنی بدیہی ابطال ان ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے یعنی مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول ہیں ﷺ اور فقرے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ لَعُوْذُ بِاللّٰهِ رَسُوْلٌ نِّسْ۔ وَهَلْ هَذَا اِلَّا تَنَاقُضٌ فِی الْقُرْآنِ وَهُوَ بَدِيْهِی الْبِطْلَانُ۔ پس ثابت ہوا کہ مَنْ قَبْلِهِ اس بات کا قرینہ قطع ہے کہ الرُّسُلُ میں الف لام استغراقی نہیں بلکہ جنس کے لئے ہے جو لا بشرط شئی مرتبہ میں ملحوظ ہوتی ہے نہ بشرط لا شئی کے مرتبہ میں۔ ۱۲ مرتب

آیت وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ ہے اس میں صاف قرینہ نقل مکانی کا موجود ہے۔
۱۰۔ جناب نے لکھا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے
ہو سکتی ہے۔ مفتی صاحب اصطلاح تو لکھنا جانتے ہیں مگر حقیقت سے واقف نہیں۔ مفتی
صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ دنیا میں کوئی انبیاء کو ماننے والا اس بات کا قائل نہیں کہ
کوئی نبی نہیں مرا۔ جو سالہ کلیہ ہے بلکہ ان کو تو عیسائیوں کے قصہ کی وجہ سے یہ خیال ہو سکتا
تھا کہ بعض نبی فوت نہیں ہوئے جو سالہ جزئیہ ہے اور جس کی تردید موجبہ کلیہ سے ہونی
چاہئے اور موجبہ کلیہ یہ ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ کہ سب رسول فوت ہو چکے
ہیں۔ پھر مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ موجبہ جزئیہ سے تردید ہونی چاہئے۔ کیوں کیا موجبہ کلیہ
سے تردید نہیں ہو سکتی؟ کل رسولوں کے فوت شدہ ہونے سے بعض رسولوں کا فوت شدہ ہونا
بھی لازم آتا ہے۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ مفتی صاحب نے یہ عدم علم کی وجہ سے لکھا ہے یا
جان بوجھ کر۔ جان بوجھ کر تو میں کہہ نہیں سکتا۔

۱۔ افسوس کہ قادیانی مناظر نے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر ۲ کی مہارت کو نہیں سمجھا یا مہدایہ خیالی باتیں کی ہیں کیونکہ
اسلامی مناظر کی مہارت پرچہ نمبر ۲ کا یہ مطلب ہے کہ جنگ احد میں جب یہ غلط فہمی آئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اور
بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی جو سالہ کلیہ کا مصداق ہے اور ارشاد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ
نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف
لام الرُّسُلُ میں استغراقی نہیں بلکہ جنسی اور جنس البشرطہنی کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرطہ لاشی کے مرتبہ میں اور قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ قضیہ موجبہ مہملہ ہے جو قوتہ موجبہ جزئیہ میں ہے اور سالہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے اور آیت وَلَقَدْ
اتَّخَذْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرُّسُلُ بصیغۃ جمع بالالف واللام موجود
ہے اور یہاں استغراقی افراد قطعاً باطل ہے کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے
اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔ ۲۔ مرتب

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

۱۱..... آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر اَقْبَانِ مَاتَ پر تھی تو اس پر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت نہیں ہونا چاہئے۔ کیا وہ سمجھتے تھے کہ بعض زندہ ہیں یا سب؟ ظاہر ہے کہ وہ بعض کو زندہ مانتے تھے۔ پس انہیں کی تردید مقصود تھی۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ کوئی بھی زندہ نہیں تو انہوں نے مان لیا۔ اس لئے زیادہ تر نظر قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پر ہی تھی۔

۱۲..... آپ فرماتے ہیں وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ..... (الایمہ) قضیہ مطلقہ عامہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو گئے۔ مگر جناب مفتی صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں ان معبودانِ باطلہ کا ذکر ہے جن کی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے۔ اور وہ عالم خلق سے ہیں نہ عالم امر سے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ پہلے روح القدس

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس کی تردید کی ہے اور اس نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں قادیانی مناظر کو ہدایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس لحاظ سے کہ صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے متعلق اضطراب تھا اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اَقْبَانِ مَاتَ اَوْ قَبِلَ کہہ کر ان کا اضطراب رفع کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اِنَّهَا النَّاسُ مِنْ تَحْتِ اَنْعَامٍ فَكَيْفَ يُدْعَوْنَ اِلٰى دَعْوَةِ رَّبِّهِمْ وَمَنْ تَحْتِ اَنْعَامٍ فَاِنْ يَدْعُوْنَ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنْ يَدْعُوْنَ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنْ يَدْعُوْنَ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنْ يَدْعُوْنَ رَبَّ مُحَمَّدٍ

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس دلیل یعنی وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَ مَا يَشْعُرُونَ اَبَانِ يَتَعَفَّوْنَ (حل) کا جواب دیا ہے اور پھر اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں بھی قادیانی مناظر کی من گھڑت باتوں کا جواب دیا ہے کہ روح القدس جو تثلیث کا اقسام ثالث ہے۔ ان معبوداتِ باطلہ میں داخل ہے جن کا اس آیت میں بیان ہے کیونکہ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ اور لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا اور وَهُمْ يُخْلَقُونَ یہ تمام صفات روح القدس میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسم موصول میں عموم ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ وہ عالم خلق سے ہے نہ عالم امر ہے عجیب بات ہے۔ کیونکہ جو چیز امر اللہ سے پیدا ہو کیا وہ عالم خلق اور مخلوق اللہ سے نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم نے معبوداتِ باطلہ کی معبودیت کو کئی رنگوں میں باطل کیا ہے۔ اول اس طرح کہ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا یعنی وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور معبود خالق ہوتا ہے۔ دوم اس طرح کہ وَهُمْ يُخْلَقُونَ یعنی وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور معبود مخلوق نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ ان پر فی وقت من الاوقات موت آنے والی اور معبود پر موت کا آنا ناممکن ہے۔ چہاں یہ کہ ان کو علم نہیں کہ کب زکوہ کئے جائیں گے اور معبود عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ ۳۔ مرتب

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

کے متعلق یہ تینوں صفات ثابت کر دیں پھر اعتراض کریں۔ ۱۔ باقی رہا یہ کہ یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے اس سے ان کا مرے ہوئے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ آپ کی خوش فہمی ہے کیونکہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے بھی مان لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا اور یہاں محل موت مراد لینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ غَيْرُ اَحْيَاءِ اس کی تردید کر رہا ہے اور اس کے معنی کوئی نہیں جتنے بالکل مہمل کلام ہو جاتی ہے کہ وہ مرنے والے ہیں۔ زندہ نہیں۔ باقی رہا اس کی تائید میں اِنَّكَ مَيِّتٌ پیش کرنا یہ صحیح نہیں۔ بے شک کسی حافظ سے پوچھ لیں کہ اس میں اِنَّكَ مَيِّتٌ غَيْرُ حَيٍّ وَاَنْتُمْ مَيِّتُونَ غَيْرُ اَحْيَاءِ نہیں ہے اور نیز آیت اَمْوَاتٌ، اَلَّذِينَ کی خبر ہے۔ اور اسم موصول الاستغراق کے لئے ہوتا ہے اس لئے کوئی فرد اس سے باہر نہیں۔

۱۳..... پھر آپ فرماتے ہیں کہ كُنَّا يَا كَلْبَانَ الطَّعَامِ میں تغلیب مریم کی وجہ سے کی گئی ہے حالانکہ یہاں تردید صرف مسج (الْعَلَمِ) کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں یوں ہدایت کی ہے کہ چونکہ اس آیت میں معبودات باطلہ کی معبودیت باطل کرنا مقصود ہے اس لئے تاکید اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءِ فرمایا۔ اور اگر یہ قضیہ مطلقہ عامہ نہ ہو تو اگر کوئی شخص یا کوئی قوم اس وقت کسی زندہ شخص کو معبود قرار دے تو اس کو اس آیت کی رو سے جیتے جی کس طرح مردہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ پہلی آیت اپنے مطلب میں غیر کافی رہے گی جس سے قرآن کریم پاک ہے۔ اور قادیانی مناظر لکھتا ہے کہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے مان بھی لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا۔ افسوس کہ قادیانی مناظر کو خود تو مطلقہ عامہ کے مفہوم اور مصداق کے درمیان فرق معلوم نہیں اور خلاف تہذیب اسلامی مناظر کے متعلق لکھتا ہے کہ اصطلاح تو لکھ جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت سے واقفیت نہیں۔ ۲۔ مرتب ع سبحان اللہ قادیانی مناظر کا کیا علم و فضل ہے کہ ایک مقام پر تو اس اسم موصول سے روح القدس کو خارج کر رہے ہیں جو معبودات باطلہ سے ہے اور اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ اسم موصول (الَّذِينَ يَلْعَنُونَ) استغراق کے لئے ہے کوئی اس سے فروہ باہر نہیں۔ ۳۔ مرتب

ع قادیانی مناظر صاحب لکھتے ہیں حالانکہ یہاں تردید صرف مسج کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ لیں قادیانی مناظر کے علم پر رونا آتا ہے۔ دیکھو اس آیت کا سیاق سباق یوں ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ اِلَهِ اِلَّا اِلَهٌ وَاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ (جاری)

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

لیں۔ دوسرے تغلیب جب مذکر و مؤنث اکٹھے ہوں تو مذکر کی طرف سے ہوتی ہے جیسے الْقَمَرَانِ سورج چاند کے لئے کہا جاتا ہے شَمْسَانِ نہیں کہا جاتا کیونکہ شمس عربی زبان میں مؤنث ہے اور کَانَتْ مِنَ الْقَانِتَيْنِ تو بالکل آپ کے مدعا کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے تغلیب مؤنث کی مثال دی ہے۔ اور طعام کے متعلق تو سوال یہ ہے کہ يُطْعِمُنِي اِرَبِّي وَيَسْقِيْنِي میں طعام مادی مراد ہے یا غیر مادی۔ ظاہر ہے کہ غیر مادی مراد ہے ورنہ وصال کا روزہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اور کَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ میں زیر بحث طعام مادی ہے غیر

(بقیہ) اَقْلَا يَتَوَنُّونَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَہُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ اَبْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ الرُّسُلُ وَاَمَّا صَلَافَةُ کَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ اَنْظُرْ کَيْفَ نَبَّيْنُ لَہُمْ الْاٰیٰتِ ثُمَّ اَنْظُرْ اَتٰی یُؤْفَکُوْنَ (مائدہ) یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ان آیات سے مقصود وہ امر ہیں۔ اثبات تو خیر ابطال الوہیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام اثبات توحید کے لئے فرمایا مَیْمَنَ اِلٰہِ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدٌ۔ اور ابطال الوہیت کے لئے فرمایا مَا الْمَسِيْحُ اَبْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ الرُّسُلُ وَاَمَّا صَلَافَةُ کَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی احتیاج الی اطعام ان کی الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ اس آیت میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ان کے لئے ہے کہ یہ سیاحوں میں سے بعض فرقوں کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام بھی الوہیت کے مرتبے تک پہنچ چکی ہیں جیسا کہ اسی سورۃ کے اخیر میں ہے اَلَا تَقُلْتُ لِلنَّاسِ اَنْخَلُوعُوْنِیْ وَاقْنَبِی الْہٰیْنِ مِنْ حُوْنِ اللّٰہِ (مائدہ) اس مضمون بالا سے صاف ظاہر ہے کہ کَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام دونوں کی الوہیت کا ابطال مقصود ہے نہ صرف مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا۔ پس قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ یہاں تردید صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی مقصود ہے جہل مرکب کا شر ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ سبحان اللہ قادیانی مناظر نے کیا گل کھلایا ہے کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ لکھا ہے (کَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی جگہ سے) اور میری مراد اس سے یہ ہے کہ کَانَ صیغہ ماضی کا حضرت مریم علیہا السلام کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ اس وقت طعام میں تھیں کھاتے۔ اور پھر میں نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں لکھا ہے (تغلیب ہے جیسے کَانَتْ مِنَ الْقَانِتَيْنِ میں) اور اس سے مراد میری یہ ہے کہ مذکر و مؤنث اکٹھے ہو گئے جس میں تذکرہ کو تائید پر غلبہ سے کہ مذکر کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔ اور قادیانی مناظر ایسے احمق مرکب ہیں کہ بات تو ہماری بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ انہوں نے قادیانی مناظر بے ربط اور بے اصل باتیں کہنے جاتے ہیں کیونکہ طعام من حیث ہو هو مَا یَطْعَمُ بہ کہتے ہیں یعنی جو طعام اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے۔ مادی ہو یا غیر مادی ہو جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے لَنْسَکَ کَانَ حُدُکُمْ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي (بخاری ۲۶۲۳ جلد ۱) دیکھو یہ طعمی جس کا اصل ماخذ طعام ہے اور کَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ میں زیر بحث احتیاج الی اطعام ہے مادی ہو یا غیر مادی کیونکہ مطلق احتیاج الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ ۱۲ مرتب

الْفُطْرُ الرَّحْمَانِي

مادی نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ مادی کھانے کے متعلق فرماتے ہیں وَلَا مُسْتَفْنَى عَنْهُ رَبَّنَا۔ نیز اس کے متعلق ثابت کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو یہ کھانا کھلاتا ہے۔

۱۴..... اَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالزَّكَاةِ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَالزَّكَاةَ۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالمحال کیوں دی تھی۔ اور جَعَلْنِي مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۱۵..... والسلام على وجه بیان کریں کیوں ان دو خاص دنوں کا ذکر نہ کیا۔ اگر جعلنی مبارک میں وہ دن آپ کے ہیں تو کیا یوم اموت وغیرہ نہیں آچکے ان کی وجہ ذکر بیان کرو۔

۱۶..... آیت وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ جب یہ آپ کے نزدیک مقرر طبعی پر دلالت

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ میں نے عَلَالًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكَاةً کو پیش کیا ہے۔ قادیانی مناظر نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ جہاں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے مذکور ہیں وہاں سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ یہ استدلال استقراری ہے اور استقراری تلقی دلیل ہوتی ہے یقینی نہیں ہوتی۔ اس سے اتنا تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بیشک قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا ہی وارو ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آئے اس جگہ خواہ مخواہ صدقہ مفروضہ ہی مراد لیا جاتا ہے کیونکہ لغت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے۔ ۲۔ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں یہ لکھا ہے۔ پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم کا صاحب نصاب ہونا قرآن کریم یا حدیث سے ثابت کریں۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ابن مریم کا کسی وقت صاحب نصاب ہونا ثابت کریں۔ ۳۔ مرتب

۳۔ اس آیت کا کافی جواب گذر چکا ہے اور قادیانی مناظر کے یہ خیالات تو ہمتا بفعل مآبشاء اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کے خلاف ہیں۔ ۴۔ مرتب

کرتی تھی۔ تو مسیح علیہ السلام کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلا گیا؟ اور فیہا تَمُوتُونَ بتا رہا ہے کہ یہاں میعاد کا ذکر ہے کہ موت تک زمین میں رہنا ہوگا۔ معلوم نہیں آپ اجعل کے جال میں کیوں پھنس گئے۔

۱۷..... اور آیت بَرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ میں بعد غیو بت اور موت دونوں کو شامل ہے۔ اب سوال ہے کہ آیا منفرد آیا مجتہداً اگر مجتہد غیو بت مراد ہے تو لا نَبِيَّ بَعْدِي کو مثال میں پیش کر کے آپ نے ثابت کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے۔ اور نیز محض غیو بت مراد لینے کے لئے کوئی آیت میں قرینہ بتانا چاہئے۔ اور اگر مجتہداً تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔

۱۸..... مُعَمَّرٌ سے مراد لمبی عمر پانے والا ہے نہ ہمیشہ کی عمر۔ کیونکہ مُنْكَسٌ فِي الْخَلْقِ ہونے کے لئے یا رذل العمر تک پہنچنے کے لئے دوامی زندگی کی شرط نہیں۔

۱۹..... یہ بھی ۳ آپ نے خوب کہی کہ حدیث لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى چونکہ خلاف قرآن ہیں۔ اس لئے میں نہیں مانتا جب تک آپ اسے خلاف قرآن نہ ثابت کریں اس وقت تک آپ کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، جبکہ اس حدیث کو بڑے بڑے آئمہ نے لکھا ہے۔ مثلاً

۱۔ جب جعل گوینی قادیانی مناظر کو مجھ سے آیا تو کہہ یا کہ آپ جعل کے جال میں کہاں پھنس گئے۔ ۲۔ مرتب مع اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ بعدی میں خلق غیو بت ہے اور غیو بت بالموت اور غیو بت بغیر الموت اس کے انواع ہیں۔ چونکہ لا نَبِيَّ بَعْدِي میں نکرہ جزئی میں ہے اس لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ نہ آنحضرت ﷺ کی غیو بت بالموت کے وقت کوئی نبی ہو سکتا ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کی غیو بت بغیر الموت کے وقت کوئی نبی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نکرہ جزئی میں مفید استغراق ہے۔ اس سے تو مرزا صاحب کی نبوت پر دزی وغیرہ بھی باطل ہو گئی۔ اور یاقینی مِنْ بَعْدِي میں بعدی اثبات میں واقع ہے۔ اور اثبات میں غیو بت کے ایک نوع کا تحقق کافی ہے یعنی غیو بت بالموت ہو یا غیو بت اس طرح ہو کہ ابن مریم آسمان پر اٹھانے کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لائیں۔ ۳۔ مرتب

مع اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى حَسْبُكَ آیت وَمَا قُلُّوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے بالکل خلاف ہے اور یہ دو آیت ہے جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور اگر حسین علی الارض مراد لی جائے تو یہی آیت و دیگر آیات و احادیث حیات قرینہ ہوں گی۔ ۴۔ مرتب

الْقَوْلُ الرَّحْمَانِي

اليواقيت والجواهر ج ۲ ص ۲۴ میں امام عبد الوہاب شعرانی نے اور مدارج السالکین میں امام ابن قیم نے اور تفسیر ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر نے۔ تو صرف آپ کے کہنے کی وجہ سے ہم کیونکر اسے درست مان لیں اور آپ نے عَلٰی الْأَرْضِ کی قید بڑھا کر ثابت کر دیا کہ ہمارا مدعا درست ہے اور اصل حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے کئے ہیں اور آپ صرف عن الظاہہ کرتے ہیں۔ جس کا دوسرا نام حمل علی المجاز ہے اور اس کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے وہ قرینہ پیش کریں۔ اور صحاح ستہ میں کسی حدیث کا بیان نہ ہونا کسی محدث نے وجہ ضعف کی قرار نہیں دی۔

۲۰..... اور عمر والی حدیث کا بھی اس میں جواب آگیا ہے۔

اور نیز اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ بھی ساٹھ برس کی عمر زمین پر گزاریں گے اور باقی کہیں اور۔ حدیث میں تو مقدار ربائش کا ذکر ہے نہ کھانے پینے کا اور عمر کا بتانا مقصود ہے۔

۲۱..... معراج کی حدیث کے متعلق جو ہم نے سوال کیا تھا وہ ویسے کا ویسا ہی قائم ہے جو صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث کے مطابق پڑتا ہے کہ وہ فوت شدہ انبیاء میں کیوں گئے ان کا مردوں میں کیا کام۔

۲۲..... طبقات کبیر کی روایت پر جو آپ نے جرح کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ افسوس ہے کہ آپ نے روایت کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ اس میں مسیح الطلیحہ کو روح سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

۱۔ اگر اس عمر والی حدیث کو حسب تشریح قادیانی مناظر لیا جائے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ چونکہ قادیانی مناظر کے ذمہ میں مرزا صاحب نبی ہیں اس لئے مرزا صاحب کی عمر میں سال ہونی چاہئے تھی۔ ۱۴ مرتب
۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ معراج کی حدیث جو سنن ابن ماجہ سے ملنے لگی ہے اس کے جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ راوی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کا نزول بیحد نہ کہ بمثلہ بیان فرماتے ہیں تو پھر اس کا کیسا جواب ہو سکتا ہے۔ ۱۴ مرتب

الْقَلْبُ الرَّحْمَانِي

بلکہ روح کو مسیح بن مریم کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ آپ مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو بھی نہیں سمجھ سکے۔

پھر رُوحُ مَنُّہ میں مسیح کی روح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ تمام پاک لوگوں کے ارواح خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں اور اسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ کی روح خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی؟ ہم تو ایسے خیال سے بیزار ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کا بقول حضرت مسیح علیہ السلام یہ درجہ مانتے ہیں کہ: شعر
صد ہزاراں یوسے ینم دریں چاہِ ذقن وال مسیحِ ناصری شد از دم او بیشمار

اور

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَرْيَةٍ خُتِمَتْ بِهِ نِعْمَاءُ كُلِّ زَمَانٍ
اور الْمَهْدِي فِي وَسْطِهَا كَوْنِش كَرْنِے سے توشیعوں کا عقیدہ ماننا پڑتا ہے
کیونکہ ڈیڑھ ہزار برس امت کا زمانہ ہو تو ساڑھے سات سو برس ان کو زندہ ماننا پڑے گا۔
تب مسیح علیہ السلام کو مل سکتے ہیں۔

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں تو مشاف و مضاف الیہ کے فرق کو جانتا ہوں کیونکہ اس عبارت یعنی عروج بروح عیسیٰ..... البع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تعبیر یا روح کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں اضافت نہ ہو کیونکہ بروح عیسیٰ میں اضافت بیان ہے یعنی عَرَجَ بِالرُّوحِ الَّذِي هُوَ عَيْسَى..... البع۔ یہ قادیانی مناظر کا کمال ہے کہ لفظ تعبیر یا روح کو اضافت کے منافی سمجھتا ہے۔ ۲۔ مرتب

۳۔ یہ سب تمہیعات ہیں ورنہ مرزا صاحب کے اس شعر پر فیرت نہیں آتی۔
منم مسیح زمان و کلیم خدا منم محمد و احمد کہ چھپتے باشد
۴۔ اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث و کیف تہلک امة الان اولھا و المہدی و وسطھا و المسيح اخرھا میں میرے اوپر شیعوں کے ہم اعتقاد ہونے کا التزام لگایا گیا ہے۔ جناب من ہم ہدایت میں امامیہ کے مخالف نہیں بلکہ اس بات میں اتفاق ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ملا جو دونوں گئے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔ ۲۔ مرتب
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِكِتَابِهِ وَلِمَنْ سَعَى فِيهِ

الظفر السراجی

چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے میں اسی پر ختم کرتا ہوں..... والسلام

جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

مناظر منجانب جماعت احمدیہ

چوہدری حاکم علی (صاحب) احمدی

پریزنٹ

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی۔ مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔ فافہم

دستخط

جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

قادیانی مناظر

دستخط

کرمداد و المیال

پریزنٹ

☆☆☆☆☆

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ط

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالْيَاسُورِ ط

اللہ کے اسمِ رفع کا معنی اعزاز دہندہ رفع روحانی اور رفع جسمانی دونوں کو لازم ہے جو معنی کنائی ہے اور جس کا حقیقت کے ساتھ معاً مراد لینا جائز ہے۔ اور اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء اور ولو شئنا لرفعناہ بہا اور فی بیوت اذن اللہ ان ترفع اور ان اللہ یرفع بہذا الکتاب اقواما ویضع بہا اخرین وغیرہ میں رفع جسمانی مراد نہ ہوتا ہم کو مضرت نہیں اور اس کے خلاف نہیں کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بلحاظ سیاق و سباق و بلحاظ قواعد عربیہ مجوزہ مناظرہ رفع جسمانی مراد ہو جیسا کہ پہلے پرچہ میں بیان کیا گیا۔ اور میرے مناظر نے کوئی مثال رفع الیہ یعنی الی اللہ کی نہیں پیش کی۔ اور الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی کا معنی استواء مِنْ حِثِّ الرَّحْمَانِیۃ ہے اور آپ تحریف کر کے عیسائیت کے ہم عقیدہ ہونے کا الزام نہ لگائیں۔ اور تُمْ اَتِمُّوا الصَّیَامَ إِلَى اللَّیْلِ کا یہ مطلب ہے کہ رات تک روزہ کو پورا کرو۔ اور رات ہوتے ہی افطار کیا جائے اور مرزا صاحب کی عبارتوں سے فقط یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھایا جانا ہے۔ اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے بل کو میدان مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا ان شاء اللہ شکست کھائے گا اور مرزا صاحب نے آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ جناب قرآن کے

الْقَطْلُ الرَّجَائِي

الفاظ میں بحث کریں دوسری باتوں کو چھوڑ دیں اور وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ میں صفت مبطلة یعنی اموات اور صفت مشتبه یعنی أَحْيَاءِ دونوں کے ضمیروں کا مرجع ایک من یقتل ہے نہ من کیونکہ الموصول مالا یتیم جزء الابصلة وعائد اور صنعت استخدام میں یہ ضروری ہے کہ وہ مقتضاء حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ اور نیز ایک معنی مراد لینے کو وہاں قرآن متعذر ہے ثابت کریں۔ جیسا کہ

فسقى الغضا والساكنيه وانهم شبوه بين جوانحي وضلوعى پہلے ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری ضمیر سے بقرینہ شبوہ آگ ہے۔ قرآن کریم نے وَقُولِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ... الآية کے ساتھ یہود کا اعتقاد بیان کر دیا تو اب تورات استثناء، باب ۲۱ آیت ۲۲ وغیرہ کو پیش کرنے میں میرے مناظر صاحب نے تسلیم

۱۔ کیونکہ صنعت استخدام تسمین کا ام کے وجہ سے ہے اور تسمین کا ام کے وجہ میں یہ ضروری ہے کہ تو اعدان معانی تو اعدان بیان کے منافی نہ ہوں جیسا کہ تعریف فن بدیع سے ظاہر ہے البدیع هو علم يعرف به وجوه تحسين الكلام بعد رعاية المطابقة وضوح الدلالة (مطل) اور اگر وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّوْهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں صنعت استخدام اختیار کی جائے تو وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بَلْ ابطال الیہ اور قصر قلب ہے ان کے منافی ہوگی۔ پس یہاں صنعت استخدام کا اختیار کرنا مردے فن بدیع جائز نہیں۔ ۲۔ مرتب

ج اور مانع فیہ میں یعنی وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّوْهُ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں ہر چار نامہ منصوب متصل سے ایک معنی یعنی تسمی (تسمی) زمرہ جسدہ العنصری مراد لینے سے کوئی قرینہ روکنا نہیں بلکہ بَلْ ابطال الیہ اور قصر قلب قطعی طور پر اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہر چار ضمیروں سے مراد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) زمرہ جسدہ العنصری ایک ہی بیعت ہیں۔ ۲۔ مرتب

ح دیکھو اس شعر میں صنعت استخدام ہے کیونکہ ضمیر مجرور جو الساکنیہ میں ہے اور ضمیر منصوب جو شبوہ میں ہے دونوں کا مرجع الغضا ہے اور ضمیر مجرور سے مراد بقرینہ الساکنی مکان ہے اور ضمیر منصوب سے مراد بقرینہ شبوہ آگ ہے۔ اور یہاں صنعت استخدام اختیار کرنا تو اعد معانی کے منافی ہے اور نہ ہی تو اعد بیان کے۔ اور نیز یہاں قرآن موجود ہیں جو ایک معنی مراد لینے سے روکتے ہیں۔ ۲۔ مرتب

ج کیونکہ لحاظ آیت فَاَسْأَلُوكَ اَهْلَ الْبَيْتِ اَنْ تَعْلَمُوهُمْ بِمَنْ قَتَلُوهُمُ اور قرآن کریم نے اپنے اس فقرے وَقُولِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللَّهِ کے ساتھ یہود کے اس اعتقاد کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو اب قادیانی مناظر کا قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور تو اعد معریت سے روگردانی کر کے تورات کو پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جواب دینے سے عاجز ہے۔ ۲۔ مرتب

کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور قواعد عربیہ کے مطابق کوئی جواب نہیں بلکہ توریت میں بھی وہ مصلوب ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی جرم میں مصلوب ہو اور ولم یمسسنی ۱۔ بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا کی خصوصیت کے لحاظ سے حَكِيمًا کے معنی صحیح ہیں۔ میرے مناظر صاحب نے دیدہ دانستہ یا کسی وجہ سے دوسرے پرچے میں ایسے مضامین درج فرمائے ہیں جن کی تردید میرے پرچہ اول میں موجود ہے۔ مثلاً لفظ نزول اَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ وغیرہ میں بقرینہ الحديد وغیرہ اور معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث: فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ ۲۔ البيضاء شرقى دمشق بين مهزودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين کے معنی (استغفر الله) یہ ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام دور نگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے۔ اور قبر سے مراد گورستان ہے۔ یہ اعتراض تو (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ پر ہے نہ مجھ پر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواب میں تین چاند دیکھنے کی تعبیر اس کی عظمت کو بالائے طاق رکھنے سے کی گئی ہے ورنہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلہ آفتاب ہیں اور شیخین اور اصحاب موعود بمنزلہ چاند کے ہیں۔ مرزا صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتے بلکہ آپ پر۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ حقیقت و مجاز جمع ہو سکتے ہیں بالکل فن بیان کے خلاف ہے۔ ہاں حقیقت اور معنی کنائی جمع ہو سکتے ہیں۔ کنایہ اور مجاز میں شاید آپ فرق نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور مولوی نور الدین صاحب کا فقرہ (ہر جگہ) آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ ۳۔ الاعتبار لعموم اللفظ لا

۱۔ اور حالانکہ نہ مجھے کسی نے نکاح کر کے چھوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس منارہ سفید کے پاس جو دمشق کی شرق کی جانب واقع ہے۔ دور نگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ ۱۲ مرتب

۳۔ یعنی لفظ کا عموم معتبر ہوتا ہے اور خصوصیت نزول شان ملحوظ نہیں ہوتی۔ ۱۲ مرتب

الْقَفَلُ الرَّحْمَانِي

لخصوص المورد اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر امام مالک وغیرہ کا نام لینا یہ آپ کی کمزوری ہے کیونکہ میں تو مِنْ حَيْثُ اَنَا مُسْلِمٌ مناظر ہوں۔ پس بس۔ اور آنحضرت ﷺ کا زمین میں مدفون ہونا اور عیسیٰ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے حضرت عیسیٰ السلام کا افضل ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ افضل یا غیر افضل ہونا ہم بروئے قرآن کریم اور صحیح حدیث کے سمجھیں گے اور قرآن اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال الوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ.....** الی..... **وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ** اس آیت میں خداوند کریم نے انسانوں کو عبادت کا حکم فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر اپنے چند صفات ذکر کر کے اخیر میں صفت **وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ** کو بیان فرمایا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے۔ اسی قدر عند اللہ زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہ ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دیئے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا

۱۔ یہ آیت تمام اس طرح ہے **(يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَاللَّيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَالْقَرَّةُ)** یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔ وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار گاؤں بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اتارا پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق نکالا۔ ۱۱۸۔ جب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

ہو گیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کی آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی ہوئی ہے۔ دیکھو سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ اور دیکھو فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ۔ اور دیکھو تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ۔ اور ملاحظہ ہو اضافت عبد طرف اللہ کی اسی وجہ سے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ افضل المرسلین ہیں اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الہی اور رفعت منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے۔ اور اسی کمال عبودیت کے مناسبت کا یہ اقتضاء ہے کہ ازابتداء پیدائش تا وفات آپ کا ایسا رنگ

۱۔ کیا کمال اعزاز کا مقام ہے۔ کیونکہ ملک الموت اپنے مقرب فرشتے جبریل کو براق دے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجتا ہے اور وہ حسب ارشاد الہی دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور براق پر سوار ہو کر آیات الہیہ کا معائنہ کیجئے۔ ایسے اعلیٰ اعزاز کے مقام میں یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں کسی قسم کا نقص آگیا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے میرا پیارا اپنے بندے کو۔ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اور پھر عبد کو اپنی طرف مضاف کر کے اس بات کی شہادت دی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا اور نہ اس سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اپنی طرف مضاف نہ کرتا۔ ۱۲ مرتب

۲۔ یہ آیت ماقبل کے ساتھ یوں ہے ذُنَا فَذُنَا قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ۔ یہ کیسا اعلیٰ اعزاز و اکرام کا مقام ہے۔ اور اس کا بیان ہے کہ ذُنَا یعنی آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے قریب ہوئے اور اس کی صفات کے مظہر اتم ہوئے۔ فَذُنَا پس آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب ہوئے۔ قَابَ قَوْسَيْنِ پس اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان مقدار دو کمانوں کے ہوا۔ یعنی دائرہ وجود کو جب خط مستقیم نے قطع کیا تو دو کمانیں پیدا ہو گئیں۔ ایک کمان وجوب اور دوسری کمان امکان اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان اتنے فرق رہا کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور آنحضرت ﷺ ممکن الوجود۔ اَوْ أَدْنَىٰ یہ فرق بھی نہ رہا۔ اب وہم پیدا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت نہیں رہی بلکہ الوہیت آگئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ اور عہدہ کے ساتھ شہادت دی کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ ۱۳ مرتب

۳۔ یہ آیت تمام اس طرح ہے تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَلَمِينَ نَبِيرًا عَلِيمًا۔ یہ آیت پرست والی وہ ذات ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی نازل کی اس لئے کہ وہ تمام دنیا کی اصلاح کرے۔ یہ بھی اعلیٰ مقام اعزاز کا ہے۔ ۱۴ مرتب

۴۔ حضرت امیر الیم فلیل اللہ ﷺ نے عرض کیا وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ۔ اے خدا یا لوگوں میں میرا ذکر خیر چلا دے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی کمال عبودیت کا یہ ثمر ہے کہ بغیر عرض کرنے کے خداوند کریم ان کو رفیع الذکر کر کے فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے محمد ﷺ آیا ہم نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا۔ وہ فلیل رنگ ہے اور یہ محبوبی رنگ ہے۔ ۱۵ مرتب

الْفَلَاحُ الرَّحْمَانِي

رہے جو عبودیت کے مناسب ہو یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیات زمین پر بسر کی۔ اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے ع۔ ملک افلاک! پر قربان..... الع

اور دوسری دلیل کے متعلق جو یہ قول پیش کیا گیا ہے وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيَبْطُنَنَّ وغیرہ۔ اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مراد استقبال ہے بلحاظ قواعد نحو۔ آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقت دخول لام تاکید و نون ثقیلہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے۔ آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کبھی نام لیا جاتا ہے اور کبھی شاہ رفیع الدین کا نام لیا جاتا ہے۔ کیا فَاِنْ تَنَادَوْا غَنُمُ..... الآية ۲ کے طریق پر بحث کرنا اسی کا نام ہے۔ اور یہی حال لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا..... الآية کا ہے۔ مولوی نور الدین صاحب کی مرزا صاحب نے جو آپ کے پیغمبر تھے توثیق کی۔ اور بعد توثیق بھی مولوی صاحب ممدوح نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ جناب تابعی کا نام اور فہم کیوں کرتے ہیں اور حضرت

ع۔ لکھنؤ کے ایک پنڈت کو آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری پڑھتے پڑھتے عشق محمدی ﷺ سے ہوا۔ اور وہ پنڈت صاحب نہایت فصیح شاعر تھے۔ انہوں نے یہ اشعار بصورت نظم فرمائے ع

ملک افلاک پر قربان زمین پر ناز میں صدتے جہاں کے خیر و قربان زمین کے حسین صدتے
زماں قربان زمین صدتے مکاں قربان مکیں صدتے میرا دل ہی نہیں قربان میری جاں ہی نہیں صدتے
نیاز و انکساری پر الہ العلی میں صدتے

ع۔ آیت اس طرح ہے۔ فَاِنْ تَنَادَوْا غَنُمُ هٰۤی شَیْءٌ فَرُدُّوْهُ اِلٰی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ (قرآن اور رسول و حدیث) کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو قرآن کریم کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ امر متنازعہ فیہ اور مختلف فیہ میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے مطابق اس تنازعہ و اختلاف کو رفع کر دو ورنہ تم مؤمن نہ ہو گے۔ اور قادیانی مناظر نے نہ اس قرآنی فیصلہ کو ملحوظ رکھا ہے اور نہ ہی اپنے شرائط مجوزہ کا پاس خاطر کیا ہے۔ ۲۱۲

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابی کو ہم ثالث تسلیم کرتے ہیں دیکھئے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وان الله رفعه بجسده وانه حتى الآن وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكا ثم يموت كما يموت الناس (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶)

اور الی یوم القيامة کا مطلب حسب قواعد عربیت یہ ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے ہو جائیں گے۔ اور آیت اغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ سے مراد طول زمان ہے اور نہ یہ آیت اس آیت کے متعارض ہوگی هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ کیونکہ مرزا صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے (پشہ معرفت!) سبحان اللہ جن باتوں کا جواب مکمل طور پر چہ نمبر ۱ میں درج ہے اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے والی بات سیکھی ہوئی پیش کی جاتی ہے اور ولہ ولہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں، اور براہین احمدیہ کی عبارت پیش کرنا خلاف شرائط نہیں، کیونکہ مرزا صاحب اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں، ”معلوم نہیں کہ یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر باطن متواتر خدا ہے۔“ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں اور آپ مرزا صاحب کا کوئی قول مجھ پر حجت نہیں قائم کر سکتے۔ اور قَوْلٍ ۳ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا معاملہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسئلہ حیات مسیح اعتقادات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرے

۱۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسده العنصری الہایا ہے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ ہیں اور وہ بارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پس بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۲۔ مرتب

۲۔ اس کتاب چشم معرفت میں مرزا صاحب لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے (چشم معرفت ص ۳۱)۔ ۳۔ مرتب

۳۔ یعنی پس اے محمد ﷺ نے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف کرو۔ ۴۔ مرتب

الظفر الترمذی

مناظر صاحب شرائط مقررہ سے دور بہر اعلیٰ جار ہے ہیں۔ اور انہوں نے میرے پرچہ نمبر اکا کوئی جواب نہیں دیا آخر گھبرا کر تورات محرف کتاب کو اپنا بلقا قرار دیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ کتاب بھی ان کی امداد سے انکاری ہے۔

اور آیت حتیٰ اِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (مؤمن) میں ظالمین کا ذکر ہے۔ اور نیز اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جن پر موت آجائے اور حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو یہ آیت شامل نہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر کَلَّا کو ابن مریم علیہما السلام کے لئے کَلَّا کہا اور چونکہ ابن مریم علیہما السلام کی توہین ہم برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ابن مریم علیہما السلام اس کے مصداق ہیں اس لئے مطابق جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ بقول میرے مناظر کے مصنوعی مسیح موعود اس آیت کا مصداق ہے۔ اور یہ کَلَّا ان کے لئے کَلَّا ہے۔

مفتی غلام مرتضیٰ : دستخط :

اسلامی مناظر

مولوی غلام محمد : دستخط :

ایڈیٹر انٹ اسلامی جماعت

بازار کھوڑے ضلع ملتان

☆☆☆☆☆

یعنی جس وقت تمہارے ایک پر موت آجائے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب مجھے واپس لو لے تاکہ میں اعمال صالحہ بنالوں۔ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ یہ صرف ایک بات ہے۔ جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک بزرگ ہے قیامت کے دن تک۔ ۱۲ مرتب

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر ۴

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي الآية

..... مفتی صاحب مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں شرائط کے خلاف لکھتا ہوں۔ حالانکہ میں نے شرائط کے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ مفتی صاحب خود شرائط کے خلاف آکر رہے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود کا براہین احمدیہ کا حوالہ اور خلیفہ اول کا قول اور دوسرے پرچہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول سب باتیں خلاف شرائط ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں۔

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں بھی اس کی یوں تردید کی ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہم پر بحث نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی علت الہام ہے اس لئے جب سے وہ مہم ہیں تب سے ہی وہ اپنے زعم میں نئی ہیں۔ اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا صاحب مہم تھے۔ اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں براہین احمدیہ کی عبارت نقل کر کے یہ لکھا ہے ”چھٹی مراد کوئی اثر ای جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے“ الخ۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت الزامنا پیش نہیں کی بلکہ مرزا کی کاریگری جتنا کی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی ہیں تو ان کا ذکر شرط نمبر ۲ کے مطابق ہے اور کمال تو قادیانی مناظر نے کیا ہے کہ شرط نمبر ۱ کا یہ مقتضی تھا کہ زمرہ دلائل میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوا کوئی دلیل پیش نہ کی جائے لیکن قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا قول تاریخی رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قادیانی مناظر اپنے پیغمبر اور اپنے پیغمبر کے خلیفہ مولوی نور الدین صاحب کی باتیں سخی نہیں چاہتا۔ حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ میں نے مولوی نور الدین کے اقوال بحیثیت خلیفہ ہونے کے پیش نہیں کئے بلکہ اس حیثیت سے کہ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ ۲۔ اگرچہ

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

۲..... آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع رفع جسمانی اور روحانی دونوں کو شامل ہے۔ یہ بالکل لغت کے خلاف ہے۔ کیونکہ لغت کا حوالہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنی رفع جسمانی قطعاً نہیں ہوں گے۔ اور آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ایسی مثال پیش کرو جس میں الیٰ بھی موجود ہو۔ مگر اس کی مثال پیش کرنا میرے ذمہ نہیں۔ کیونکہ لغت واللہ کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے نام رافع کے معنی چاہے صلہ الیٰ ہو یا نہ ہو اس کے معنی رفع جسمانی کے نہیں ہوتے۔ اور میری مثالیں آپ کے مدعا کو باطل ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ الیہ سے آپ آسمان مراد لیتے ہیں کہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور حدیث میں باوجود آسمان کا لفظ موجود ہونے کے اس کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں ہیں۔ اس سے روح کا علیین میں لے جانا ہی مراد ہے۔

پس حضرت مسیح موعود کا قول بالکل حدیث کے مطابق ہے اور آپ کا حدیث کے خلاف اور الیٰ تو دوسری مثالوں میں بھی ہے۔ مثلاً اِنِّیْ اَمَّا جَرِّ اِلٰی رَبِّیْ اور فَفِرُّوْا اِلٰی اللّٰہِ اور اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اَتُوْبُ اِلَیْہِ وغیرہ میں کسی کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں پس الیٰ کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں پھر دوبارہ قادیانی مناظر کو یہ ہدایت دی تھی کہ میری مراد یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع رفع جسمانی اور رفع روحانی دونوں کو شامل ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی رفع جسمانی یا رفع روحانی کرے تو اس رفع کو اعزاز لازم سے جو معنی کائناتی ہوں گے اور لازم و ملزوم دونوں معاملاً ہو سکتے ہیں جیسا کہ فن بیان میں مصرع ہے۔ اور ہَلْ رَفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں رفع جسمانی و اعزاز دونوں معاملاً ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ وادع قادیانی منظر صاحب! آپ کے فہم وادراک پر غصوں۔ مرزا صاحب نے فقط علیین کا لفظ ہی نہیں کہا بلکہ آسمان کا بھی کہا ہے، اور پھر قادیانی منظر علیین اور آسمان میں غیریت سمجھی ہے حالانکہ حدیث میں ہر وایت ہوا کہ اہل عذاب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا روح فرشتے کے کرا آسمانوں سے گزرتے ہوئے جب ساتویں آسمان پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اکتبوا کتاب عبدی فی علیین اور علیین ساتویں آسمان میں سے ایک موضع کا نام ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳) ۱۳ مرتب
۳۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں یوں کہا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان مثالوں میں سے کوئی ایسی مثال نہیں جس میں رفع الیٰ اللہ یا عروج الیٰ اللہ یا صعود الیٰ اللہ ہو اور مراد الیٰ غیر السماء ہو۔ ۱۴ مرتب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

لفظ ثابت نہیں کرتا کہ آسمان پر جائیں۔ پھر اُنمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ میں نے بتایا ہے کہ مسیح کو ساتویں آسمان تک جانا چاہئے تھا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ٹھہر جائیں۔ اور آپ مانتے ہیں کہ استواء صفت رحمانیت کے لحاظ سے ہے اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر کیوں نہیں لے جایا گیا؟

۳..... آپ نے ہبل کے متعلق لکھا ہے اور میں نے جو معنی کئے ہیں وہ ہبل اضرابیہ کے لئے کر کے ہیں۔ کیونکہ ۳ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صلیب پر لٹکا کر مارا ہوا جھوٹا نبی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے "استثناء کتاب" کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں کھول کر یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنی تائید میں آیت ثُمَّ اَنْتُمْ إِلَى اللَّيْلِ میں ہے اور اس وقت پتہ نہیں کہ یہ آیت میری تردید کر رہی ہے کیونکہ الی کا مدخول اللیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو رات ہوتی ہی افطار کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ جب تمام رات گزر جائے تو رات کے اخیر جزو میں افطار کرو۔ اور یہی آیت ہَلِّ وَقَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے جب الی السماء مراد ہے اور مدخول الی کا السماء ہے تو اس میں اتنا ضروری ہے کہ رفع الی السماء جو یہ نہ دلائی نہیں کہ ساتویں آسمان پر رفع ہو۔ اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر کیوں نہ لے جایا گیا) داد دینے کے قابل ہے۔ ارے قادیانی صاحب جلیات رحمانیہ کا ظہور اسی میں محصور ہے کہ مسیح کو دوسرے آسمان سے اوپر لے جایا گیا ہو۔ ۲ مرتب

۲۔ اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کے نزدیک ہَلِّ اَبَالِیَا اور ہَلِّ اضرابیہ اور ہے حالانکہ درحقیقت ابطال اضراب کی ایک نوع ہے۔ ۳ مرتب

۳۔ اسلامی مناظر نے پرچہ نمبر ۵ میں پھر اس کی یوں تردید کی ہے کہ تو رات کا ہم نے مطالعہ کیا ہوا ہے لیکن قرآن کریم کی آیت فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ میں فقرہ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ تو رات کی طرف اس ما نحن فیہ میں رجوع کرنے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ یہ ہو گا وہ عقیدہ جس کی وما قتلوه..... الہیہ تردید ہے قرآن کریم نے اپنے اس فقرے وَقُولِهِمْ اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى..... الہیہ کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے اور قرآن کریم میں ہے اِنَّمَا جِزَاءُ الَّذِينَ يَحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (مائدہ) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ان کی جزا جو عذاب اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکا یا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں اٹنے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو جلا وطن کیا جائے یا ان کو گیلیے دنیا میں خوار رہے اور آخرت میں ان کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ دیکھو کس آیت سے صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ (جاری)

140

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

اور اس میں ترقی کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ملعون نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں۔

اور آپ نے پہلے پرچہ میں جو ”احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہو“ لکھا ہے۔ اس جگہ ملزوم نہیں ہے، کیونکہ قتل بغیر رفع روحانی کے پایا جاتا ہے اور رفع روحانی بغیر قتل کے بھی۔ خصوصاً جو قتل اس جگہ مراد ہے اس میں نہ صرف یہ کہ لازم ہونا نہیں بلکہ ضدیت موجود ہے۔

پس آپ! ایک ہی مثال پیش کریں کہ خدا تعالیٰ رافع ہو اور انسان مرفوع تو اس

(بقیہ) اور اس آیت میں اذکرک یعنی جہالت کو نل ثابت کر دیا ہے اور شعور و جہالت دونوں ضدین ہیں جیسا کہ قتل المسیح اور رفع المسیح بجسده العنصری کے درمیان ضدیت ہے۔ قادیانی صاحب! ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے حسب فقرہ وَمَا يَشْعُرُونَ بلا شعور آپ سے ہماری تائید کرائی۔ ۱۲ مرتبہ ۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھا ہے (اور یہ امر یہ نہیں ہے کہ رفع روحانی و اعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقرر ہیں سے ہو) دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں کہا کہ اطلاق قتل اور رفع روحانی لازم ہے بلکہ قتل المقرب الا للہی کو لازم ہے اور مانحن فیہ میں بھی قتل اس کا ذکر ہے جو مقررین کے ہے یہ قادیانی مناظر کی عدم لیاقت کے نتائج ہیں یا اس کی گھبراہٹ کے اثرات ہیں۔ ۲ مرتبہ

۳۔ قادیانی مناظر نے اپنے پرچوں میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ فاعل و رافع ہو اور انسان ذی روح مفعول و مرفوع ہو اور مرفوع الی السماء ہو۔ ایسی مثال کوئی نہیں اور اسلامی مناظر قیامت تک ایسی مثال پیش نہ کر سکے گا۔ اور قادیانی مناظر نے زبانی یہ بھی کہا کہ اگر اسلامی مناظر ایسی مثال پیش کرے تو میں بیٹھ چپاس روپیہ ان کو انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ حج بخلائی نہیں ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں ثُمَّ رُفِعْتُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى۔ اس فقرہ میں رُفِعْتُ اگرچہ ماضی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس کا فاعل خدا تعالیٰ ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خُلِقْتُ میں خلق ایسا فعل ہے جس کا فاعل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں ہو سکتا ویسے ہی رُفِعْتُ الی سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ایسا فعل ہے جس کا فاعل بغیر خدا تعالیٰ کے نہیں ہو سکتا۔ اور مفعول انسان ذی روح ہے اور مرفوع و اعزاز پر لے جانا ہے۔ اس موقع پر اہل اسلام حاضرین میں سے بعض انفصلاء نے فرمایا کہ چپاس روپیہ انعام والا طلب کرو۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ ہم قادیانی جماعت سے روپیہ لینا پسند نہیں کرتے۔ قادیانی مناظر نے اپنی روایت و مناظر مطبوعہ باراول کے ساتھ ایک ضمیمہ چپاس کیا ہے جس میں یہ لکھا ہے ”مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح، پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسان پراٹھانا ہو۔ (جاری)

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

کے معنی آسمان پر لیجانا ہوں، لیکن آپ قیامت تک نہیں پیش کر سکیں گے۔ اور آیت اَبْلُ اَحْيَاءٌ میں اَبْلُ اَحْيَاءٌ ہے۔ میں نے یہی پوچھا تھا کہ جس جسم سے ان کو مقتول نہ کہنے سے انکار کیا گیا ہے آیا اسی جسم سے ان کی زندگی ثابت کی گئی ہے یا کچھ اور، اور اگر اور ہے تو ہُم کی ضمیر کا مرجع اور ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں صنعتِ استخدا ام میں قرینہ ہونا ضروری ہے تو اس میں قرینہ نہیں ہے کہ اس کے تو معنی کسی طرح بھی آسمان پر بحکم غصری جانے کے عربی زبان کے رو سے ہو نہیں سکتے۔

اور میں نے کہا تھا کہ نزول سے مراد یہی نہیں کہ آسمان سے اترنا ہی معنی ہوں۔

(بقیہ) اور رُفِعَتْ الٰہی ذبی کی مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور نہیں دوسرا معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے۔ اس کے متعلق چند امور قابل توجہ ہیں (۱) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں صحیح بخاری کا یہ فقرہ ثُمَّ رُفِعَتْ الٰہی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی پیش کیا ہے جس میں درحقیقت رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہیں۔ (۲) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے فقرہ رُفِعَتْ الٰہی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی پیش کیا ہے۔ نہ رُفِعَتْ الٰہی ذبی جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے (۳) یہ کہ رُفِعَتْ اگرچہ ماضی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے جو تفصیلاً بیان ہو چکا (۴) یہ کہ معراج کا واقعہ زیر بحث ہوتا اس فقرے ثُمَّ رُفِعَتْ الٰہی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا کیونکہ معراج عالم شہادت میں ہوا عالم روایا میں ہو و نوں صورتوں میں اس فقرہ کے الفاظ کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہی ہوں گے نہ غیر۔ ۱۲ مرتب

ایہ آیت تمام اس طرح ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ) اور اسی میں اَبْلُ اَحْيَاءٌ ہے نہ کہ اَبْلُ اَحْيَاءٌ ۱۲ مرتب

۱۱ یہ عجیب فہم ہے۔ بات یہ ہے کہ جس جسم مقتول کو اموات کہنے سے فہم کی گئی ہے اسی جسم مقتول کے لئے احیاء ثابت کیا گیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۲ وَمَا قُلُوْهُ يٰقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں صنعتِ استخدا ام اختیار کرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اِیْلَ اِطْلَآئِہِ اور قصر قلب اس بات پر قطعی قرینے ہیں کہ یہاں صنعتِ استخدا ام نہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۳ اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کر چکے ہیں کہ یہ اعتراض آنحضرت ﷺ پر ہے نہ ہم پر۔ اس بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فقرے يٰقِيْنًا میں چونکہ قبور کے لفظ سے حقیقی معنی مراد لینے معتذر ہیں اس لئے اس فقرے میں قیامت کا حجاز اختیار کیا جائے گی کہ قبور سے مراد مقبرہ ہے۔ لیکن بروئے قواعد بیان یہ حجاز اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں کہ قادیان کا مقبرہ مراد لیا جائے۔ ۱۲ مرتب

الْقَفَلُ الرَّحْمَانِي

حدیث کے الفاظ ظاہر ہیں کہ ایک ہی قبر میں دفن ہوں گے نہ کہ ایک مقبرہ میں ۱۔ ورنہ معنی کچھ نہیں اور لغت میں مقبرہ کا لفظ موجود ہے۔ اور آپ نے جو تاویل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی ہے اُس سے تو تین چاند اور ایک سورج بنا، لیکن حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ دفن ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ ایک چاند ہے تین چاندوں میں سے اور آپ کا اپنی خواب کو

۱۔ مواہب لدنیہ میں ہے ثم قالوا این تدفنونه فقال ابو بکر ﷺ سمعت رسول الله ﷺ يقول ما هلك لبي قطع الا بدفن حيث تغبض روحه وقال علي وانا ايضاً سمعته (مواہب لدنیہ ص ۵۰۰ جلد ۲) یعنی آنحضرت ﷺ کے فوت ہونے کے بعد صحابہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو کس جگہ دفن کیا جائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی فوت نہیں ہوا مگر وہ اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کا روح قبض کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ دیکھو کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ حدیث سن کر تے ہیں اور اسی پر فیصلہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب نہیں پیش کی جاتی۔ اور قادیانی مفسر نے حضرت یوسف رضی اللہ عنہ اور حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ کے متعلق بطور تحکم ایک دعویٰ بلا دلیل پیش کر دیا ہے نہ اس دعویٰ پر قرآن کریم کا فقرہ پیش کیا گیا ہے اور نہ حدیث کا اور نہ ہی قول صحابہ کا۔ اور جب اس حدیث کے مطابق جس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور جس پر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ہالا اتفاق اجماع ہوا کہ نچے نبی کا یہ نشان ہے کہ وہ جہاں مرے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جن کا دعویٰ تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی تابعداری میں رہ کر نبی بن گیا ہوں فوت تو بیضہ سے ہوئے لاہور میں اور مدفون ہوئے قادیان میں لے گیا یہ واقعہ مرزا جی کے جھوٹا نبی ہونے پر کافی ثبوت نہیں؟ اور بعد مرنے کے مرزا جی کی لاش کو لاہور سے لا کر قادیان لانے کے لئے کھوئے ریل کی کمتر درجہ کی گدھے گاڑی کے اور کوئی سواری نہ مل سکی حالانکہ اپنی تصنیفات میں مرزا جی ریل کو دجال کا گدھا لکھتے رہے۔ پھر جو شخص ساری عمر دجال کے گدھے پر سفر کرتا رہا ہو اور مرنے کے بعد بھی اس کی لاش کو دجال ہی کے گدھے پر سوار ہونا تعجب ہوا ہو۔ کیا ایسا شخص بقول مرزا صاحب چٹا مسیح ہو سکتا ہے یا پورا پورا دجال؟ مرزا جی دوستو! ہم کچھ نہیں کہتے اس بات کو آپ خود ہی سوچیں اور اپنے ضمیر سے جواب لیں ففکروا فی انفسکم افلا تعقلون؟ ۱۲ مرتب

پیش نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہیں تعبیر معلوم نہ تھی اور ہر ایک نبی کے لئے اپنے مرنے کی جگہ دفن ہونا ضروری نہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر سے شام کو لایا گیا تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی مرنے کی جگہ دفن نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یہاں اصل میں آنحضرت ﷺ ہی مراد ہیں۔ اور خلیفہ اول نے جب خود ہر جگہ کی تفسیر کر دی ہے تو آپ کون ہوتے ہیں کسی کی تفسیر کریں۔ میں نے مسیح کی فضیلت بلحاظ معاملہ کے جو خدا تعالیٰ نے ان سے کیا ثابت کی تھی۔ اس کی تردید نہیں کی۔ آخر آسمان پر لیجانا تو بری بات نہیں اچھی ہے تو وہ ان کی عبودیت کے نتیجے میں ہی تو ہے۔ اور آیت اِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْطَنُّ اور لَيَقُولُنَّ کے معنی استقبال کے لئے کرکچھ بھی نہیں بنتے۔ اور آیت لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کے بھی جب تک استمراری معنی نہ لئے جائیں صحیح نہیں۔ قرآن مجید نحو کے تابع نہیں بلکہ قرآن مجید نحو پر حاکم ہے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق تفسیر فتح البیان کے مقدمہ

۱ فقرہ (ہر جگہ) کے متعلق اسلامی مناظر نے تفسیر نہیں کی بلکہ اتنا کہا ہے الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔ ۱۲ مرتب

۲ قادیانی مناظر نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ فضیلت کا سبب کمال عبودیت ہے، نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ ۱۲ مرتب

۳ اس عبارت میں قادیانی مناظر نے تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس ایسا نحوی قاعدہ کوئی نہیں جس کو میں اپنی تائید میں پیش کر سکوں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ لغت عرب کو قواعد عربیت کے مطابق سمجھنا ضروری ہے۔ اور قرآن کریم بھی عربی لغت میں ہے اور لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں بھی استمرار استقبالی ہے۔ ۱۲ مرتب

۴ قادیانی مناظر نے تفسیر فتح البیان کا حوالہ دینے میں شرط نمبر ۱ و ۲ سے تجاوز کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر مُبِينُكَ پیش کرنے میں شرط نمبر ۳ سے تجاوز کیا ہے لیکن پھر بھی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اسے شرط نمبر ۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو مُبِينُكَ کی تفسیر مُبِينُكَ کی ہے اس سے قادیانی مناظر کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس تفسیر کو اختیار کرنے کے بعد بھی یہ آیت یا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ كُنْ تَاحِيًّا الْاَيَةُ مَا نَدَّ آيَتِ وَمَا قُلُّوهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ اس بات پر زبردست اور تمام دلیل ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بحسد و اعصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کی توضیح یہ ہے۔ یہ آیت اس طرح ہے اِذْ قَالَ اللهُ (جاری)

(بقیہ) یا عِیْسٰی اِنِّیْ مُوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیْ وَ مُطَهِّرُکَ مِنَ الذِّیْنِ کَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الذِّیْنِ اَتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الذِّیْنِ کَفَرُوْا اِلَیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ (آل عمران) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ان کی قیامت کے دن تک۔ اور اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ ہی فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم و روح یعنی زندہ عیسیٰ علیہ السلام کی توفیق ہے۔ تو یہی موت زندہ انسان کو لاحق ہوتی ہے نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہار خمیریں خطاب کا مخاطب و حق ایک عیسیٰ زندہ بعینہم ہے کیونکہ خمیر خطاب محرف ہے بلکہ جو خمیر متکلم کے اعرف المعارف ہے۔ اور بوجہ تقدیم عطف و تاخیر رابطہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے حضرت عیسیٰ زندہ بعینہم کے ساتھ ہو جائیں گے اور صیغہ اسم فاعل و مستقبل کے لئے بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ دیکھو اِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَیْہَا سَعِیْدًا جُزْءًا (کاف) یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اس آیت یا عِیْسٰی اِنِّیْ مُوَفِّیْکَ ... الایۃ کا الہام ہوا تھا حالانکہ مرزا صاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے (برائیں احمدیہ ۵۱۹) اب اگر ہم مُوَفِّیْکَ سے حسب تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مُوَفِّیْکَ مراد لیں تو ہر چہار خمیریں خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہم ہونے کے لحاظ سے تقدیم و تاخیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ تمام نحوویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں۔ اور محاورات قرآنی بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ واو عاطفہ میں ترتیب ضروری نہیں۔ دیکھو وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِنْ بَنَیْکُمْ لَا تَغْلَبُوْنَ شَیْئًا وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ (لح) اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں واو عاطفہ ہے اور مضمون اخراج من بطنون الامہات ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون جَعَلَ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ ذکر میں مؤخر لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے، اور دیکھو وَاَدْخَلُوْا الْاَبْطَابَ سُجْدًا وَ قُلُوْا جَطَّةً وَ قُلُوْا جَطَّةً وَ اَدْخَلُوْا الْاَبْطَابَ سُجْدًا (احراف سورہ بقرہ) کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول حطۃ ذکر میں مؤخر ہے اور سورہ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے۔ اور ہر دو آیتوں میں واو عاطفہ ہے۔ اگر واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری ہو تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا۔ وهو کما لری۔ اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتا ہے کہ اس آیت میں بر تقدیر تفسیر مُوَفِّیْکَ تقدیم و تاخیر ہے۔ کیونکہ اگر مُوَفِّیْکَ کا وقوع پہلے فرض کیا جائے اور اَفْعُکَ اِلَیْ سے رفع روحانی مراد لی جائے تو علاوہ مخالفت قواعد عربیت کے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقرب الہی ہیں اور بعد الموت ہر ایک مقرب الہی کی رفع روحانی تو ضرور ہوتی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں وَرَافِعُکَ اِلَیْ الایۃ کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟ ۹-۱۲ مرتب

الْفَلَّاحُ الرَّحْمَانُ

طرق کی پکی اور سچی روایات وہ ہیں جو امام بخاری نے کی ہیں۔ اور بخاری میں انہوں نے مُتَوَفِّک کے معنی مُمِیْتُک کئے ہیں اور اعلیٰ مالگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو میں نے کہا ہے اسے آپ نہیں سمجھے۔ عبارت پر غور کریں۔ آپ میرے ۳ پرچہ میں ابن مریم کے لئے کَلَّا کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض الزام ہے جو آپ نے مجھ پر لگایا۔

اب آپ مجھے اعتراضوں کے جواب دے کر میں چند اعتراضات لے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ اسلامی مناظر نے بیچہ جنگی وقت مرزا صاحب کا ایک فقرہ نقل کیا۔ اب تفصیلاً نقل کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ إِنَّ خُدَّاهُ خُذَّاهُ ۚ“ جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پوشمائی میں کچھ خلعت ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب حقد من کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا۔ ”قادیانی مناظر کے اس فقرہ“ اور عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے“ کی صاف طور پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرجب

۲۔ قادیانی مناظر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو مراد ہے، کیوں اب بیان نہیں کی؟ ۱۲ مرجب
۳۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں لکھا ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر کَلَّا کو ابن مریم کے لئے کَلَّا کہا ہے۔ دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں لکھا کہ ”قادیانی مناظر نے کَلَّا لکھا ہے“ بلکہ یہ لکھا ہے کہ ”قادیانی مناظر نے کَلَّا کہا ہے“ ۱۲ مرجب

۴۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں ان اعتراضات کے متعلق اتنا لکھا ہے کہ قادیانی مناظر نے جو نمبر ۵ کے قریب ۲۲ باتیں لکھی ہیں یہ محض خیالی اور وہی باتیں ہیں جو شرط اور شرط ۲ کے سراسر خلاف ہیں کیونکہ یہ باتیں نہ قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور نہ حدیث سے اور نہ اقوال صحابہ سے اور نہ قواعد عربیت سے بلکہ عقل و نقل ان کی تردید کرتے ہیں۔ دیکھئے ہم فقیر و ازاران کی منہاج نبوت پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرجب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

- ۱..... کیا تمام انبیاء میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر مقرر ملائکہ میں مع جسم عنصری زندہ قرار دینا کمال صفائی سے تمام انبیاء پر ان کی فضیلت ماننا نہیں ہے؟
 - ۲..... وہ آسمان پر اٹھائے جانے سے آنحضرت ﷺ سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ٹھہرتے ہیں، کیونکہ انکی زیادہ حفاظت کی گئی۔
 - ۳..... ان کو دوبارہ بھیجنے سے ان کی روحانیت اور قدسیت زیادہ ماننی پڑتی ہے۔ کیونکہ جس کا کام اعلیٰ ہوا اسی کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔
 - ۴..... اتنی دیر تک رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ اور مسیح نیا نہیں بنا سکتا تھا؟
 - ۵..... خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا؟ اور ساتویں آسمان پر
- ۱... فضیلت کا سبب بروئے قرآن وحدیث کمال عبودیت ہے نہ مقرر ملائکہ میں ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ ملائکہ میں فقط قوت ملکیہ ہے تو اسے یہیمہ نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يَغْنُصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ تو ملائکہ کی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ وہ جرم نہیں کرتے کیونکہ ان میں جرم کرنے کی قوت ہی نہیں جیسا کہ عین کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ زنا نہیں کرتا کیونکہ عین میں زنا کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور جیسا مظلوم کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ چوری نہیں کرتا کیونکہ مظلوم میں چوری کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور انسان میں چونکہ قوت ملکیہ اور قوت یہیمہ دونوں ہیں اس لئے جو انسان قوت یہیمہ کی خواہشات کو ترک کر کے قوت ملکیہ کی خواہشوں کو پورا کرے اور عبودیت میں کمال پیدا کرے وہ انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے باوجود انسان ہونے کے تمام انسانوں سے عبودیت میں زیادہ کمال پیدا کیا ہے اس لئے وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ ۱۲ مرتب
- ۲... محبوبیت کی علت کمال عبودیت ہے نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ میں محبوبیت مطلقہ ہے جیسا کہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ سے ظاہر ہے اور جو محبوب اللہ ہوتے ہیں وہ دنیا میں مخلوق کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا کے راست میں دکھ دیئے جاتے اور ستائے جاتے ہیں تاکہ صفت مہربان کا بھی ظہور ہو۔ ۱۳ مرتب
- ۳... یہ سوال ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ اہل فارس و روم وغیرہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مشرک باسلام نہیں ہوئے تو اگر خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع کے زمانہ میں وہ مشرک باسلام ہو جائیں تو لازم آئے گا کہ خلفاء کی روحانیت وقدسیت زیادہ ہے، تو ایسے قائل کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خلفاء موصی اللہ علیہم کی کاروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اس بنیاد ذالی ہوئی کی تعمیر ہے اس لئے وہ بیحد نبوی کاروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔ ویسا ہی پیشگوئی آیت لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدُّنْيَا نُوْرًا کے تحت آخری خلیفہ نبوی یعنی مسیح ابن مریم کے زمانہ میں تحقق ہوگی۔ کیونکہ مسیح ابن مریم آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہو کر اور خلیفہ نبوی ہو کر تاسیس نبوی ﷺ کی تعمیر کریں گے۔ اس وجہ سے یہ تعمیر بیحد تعمیر نبوی ہوگی۔ ۱۴ مرتب
- ۴... خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ (انبیاء: ۲۱) اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ۱۴ مرتب

کیوں نہیں لے گیا۔ کیا ان میں کوئی نقص باقی تھا؟

۶..... کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جن انبیاء کو معراج میں دیکھا اور جن کی وفات پر قرآن مجید میں کوئی نص موجود نہیں۔ زندہ نہ مان لیا جائے۔

۷..... مسیح علیہ السلام کی شبیہ بنانے میں کیا حکمت تھی۔ کیا یہود سے صرف پیچھا چھوڑنا مقصود تھا؟

۸..... اس شخص کا جو مسیح کی بجائے مصلوب ہوا قرآن وحدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے آپ حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں کوئی ضعیف مرفوع متصل ہی پیش کریں۔

۹..... اس فعل میں کہ حلیہ بدل کر ایک دوسرے شخص کو مروانے میں کیا حکمت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے کہ اس کی طرف کوئی لغو کام منسوب کیا جائے۔

پھر اس میں بھی سینے! کہ وہ کون تھا :

(۱)..... حواری تھا، (۲)..... منافق، (۳)..... طیطاؤس، (۴)..... یہودیوں کا چوکیدار

تھا، (۵)..... کوئی شخص تھا، (۶)..... ایک پر شبیہ ڈالی گئی، (۷)..... جماعت پر شبیہ ڈالی گئی؟

۵..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا يَسْتَفْلِعُ عَمَّا يُفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَفْلَوْنَ۔ ۱۲۰

۶..... جیسا کہ ملاقات موتی موجب موت نہیں ویرا ہی ملاقات احیاء مستلزم حیات نہیں۔ انبیاء کی حیات سے تو قادیانی جماعت قنقر ہے اور ہم اسلامی جماعت کو تو اس نبی کی حیات کے ساتھ ایمان ہے جس کی حیات کی قرآن کریم یا حدیث نبوی شہادت دیں۔ ۱۲۱

۷..... مسیح ابن مریم کے شبیہ بنانے میں یہ حکمت تھی کہ یہود کو جو مسیح ابن مریم کے قتل کرنے کے لئے آئے ان کو سزا دی جائے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَكْرُؤُهُ اَوْ مَكْرُؤُ اللَّهِ وَاللَّهُ خَبِيرٌ الْمَا كِبِرُیْنِ (آل عمران) یعنی یہود کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی (کہ آپ کو آسمان پر اٹھایا اور ان یہود میں سے ہی ایک شخص کو مصلوب کرا کے قتل کروایا) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ ۱۲۲

۸..... قرآن کریم میں اتنا ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم کا شبیہ مصلوب ہوا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا قُلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور اسی کے ساتھ ہمارا ایمان ہے۔ اور اس شبیہ کی شخصیت معلوم کرنی ضروری نہیں۔ ۱۲۳

اگر یہ واقعہ ہوا تھا تو اس میں زمین و آسمان کے فرق پائے جانے کی کیا وجہ ہے؟
۱۰۔ کیا خدا تعالیٰ کو یہود سے اتنی محبت تھی کہ ان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو مسیح کا ہم
شکل بنا کر ان کو خوش کر دیا؟

۱۱۔ کوئی پیارے کی شکل کی جنگ نہیں کرتا۔ اگر کسی کے باپ کی تصویر پر پیر رکھ دیں تو وہ
لڑنے کے لئے چار ہو جائے گا۔ تو پھر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے کی شکل کو دوسرے کو دیکر
کیوں اس کی بے قدری کی۔

۱۲۔ جب وہ یہود کی طرف رسول تھے اور خدا نے ان کو چھپا لیا۔ اور اس کی بجائے ایک
اور شخص کو مسیح کی شکل دی جسے انہوں نے مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا کر مار دیا۔ تو یہود عند اللہ مجرم
نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے مسلمات سے یہی بات تھی کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ اور جو کاٹھ
پر لٹکا کر مارا جائے وہ لعنتی ہے۔

۱۳۔ ایسے ملعون شخص کو جو مسیح کا دشمن تھا بندہ اور سوار کی شکل دینی چاہئے تھی۔ نہ کہ اپنے
پیارے مسیح کی جو اس کا محبوب تھا جیسے وَمِنْهُمْ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ
مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ سے ظاہر ہے۔

۹۔ اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت و تدبیر محکم تھی کہ جو لوگ ایک مقرب الہی کا بے گناہ قتل کرنے کے ارادے پر آئے
انہی میں سے ایک شخص کو انہی کے ہاتھوں سے مصلوب کر دیا۔ ۱۲ مرتب
۱۰۔ خدا تعالیٰ کو یہود سے محبت نہ تھی بلکہ ان کو اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک مقرب الہی کے قتل کا ارادہ کیا سزا دینی مقصود تھی۔
۱۲ مرتب

۱۱۔ اس شہداء نے سے اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود نہ تھا کہ مسیح ابن مریم کی بے قدری کی جائے بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تدبیر محکم
کے ساتھ سزا دی جائے وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ، ۱۲ مرتب
۱۲۔ یہ عجیب دہم ہے۔ کیونکہ یہود تو اس وجہ سے مجرم ہیں کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کے جو مقرب الہی ہے قتل کرنے کا
ارادہ کیا۔ اور شیعہ کا مصلوب ہونا یہ تو سزا کا رنگ ہے۔ ۱۲ مرتب

الْقُلُوبُ السَّاجِدَاتُ

۱۴..... جب ان کی مدت کل چالیس سال زمین میں پہلی اور آخری ملا کر ہے تو وہ بنی اسرائیل کی طرف بقول آپ کے صرف تین برس تک رہے۔ پھر آسمان پر وہ ہزار سال تک اٹھائے گئے تو انہیں رُسُوْلَا اِلٰی بَنِيْ اِسْرَآئِيْل نہیں کہنا چاہئے بلکہ رُسُوْلَا اِلٰی اَهْلِ السَّمَاءِ کہنا چاہئے۔

۱۵..... نیز آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کو کمزور ماننا پڑتا ہے کیونکہ کمزور ہی چیز کو چھپایا کرتا ہے اور نیز آیت کَتَبَ اللّٰهُ لَا غَلْبَیْنٰ اَنَا وَرُسُلِنَا کے بھی خلاف ہے۔

۱۶..... مسیح میں وہ کوئی خاص صفت ایسی تھی۔ جو آسمان پر جانے کی متقاضی تھی اور دوسرے انبیاء میں وہ نہیں پائی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ مابہ الاقترار کوئی صفت ہے اور پھر وہ صفت اچھی ہے یا بری۔ اگر بری ہے تو وہ آسمان پر لے جانے کی باعث نہیں ہو سکتی۔

۱۳ ... وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِيْمًا اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور قدرتیں غیر متناہی و غیر محدود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جب ایک موقع پر حکمت اور عقلی قدرت کا جس رنگ میں ظہور ہو تو دوسرے موقع پر بھی حکمت اور عقلی قدرت اسی رنگ میں جلوہ گر ہو کیونکہ کُلُّ یَوْمٍ فِیْ سَفَآنٍ ۱۲ مرتب

۱۴ مسیح ابن مریم کی عمر کتنی بھی ہو وہ رُسُوْلَا اِلٰی بَنِيْ اِسْرَآئِيْل کے معنائی نہیں۔ اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (بلکہ رُسُوْلَا اِلٰی اَهْلِ السَّمَاءِ کہنا چاہئے تھا) عجیب جہالت ہے۔ کیونکہ اہل سماں بھی فرشتے مکلف ہی نہیں جیسا کہ اس آیت میں وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهُ ظَلُمْنَا جَهَنَّمَ ۱۷ یعنی انسان اس لئے مکلف ہے کہ اس میں کمال بالفعل نہیں اور کمال حاصل کرنے کی اس میں قوت ہے کیونکہ ظلم وہ ہے جس میں عدل بالفعل نہ ہو اور عدل کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو۔ اور جہول وہ ہے جس میں علم بالفعل نہ ہو اور علم کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو یعنی انسان اس لئے مکلف ہے کہ اس میں قوت ملکہ اور قوت ہیمنہ دونوں ہیں۔ اور چونکہ باقی حیوانوں میں فقط قوت ہیمنہ ہے قوت ملکہ نہیں اور فرشتوں میں فقط قوت ملکہ ہے ہیمنہ نہیں اس لئے جیسا کہ باقی حیوانات غیر مکلف ہیں ویسا ہی فرشتے بھی غیر مکلف ہیں۔ اور رسول اہل تکلیف کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ نہ غیر اہل تکلیف کی طرف۔ پس ثابت ہوا کہ قادیانی مناظر کا فقرہ مذکورہ عجیب جہالت ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۵ مسیح ابن مریم کے زندہ بجسده العنصری آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کی قدرت کا ملہ کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ یہ دفع الی السماء کامل القدر و الے کے سوائے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور نیز یہ رفع کَتَبَ اللّٰهُ لَا غَلْبَیْنٰ اَنَا وَرُسُلِنَا کے بالکل مطابق ہے کیونکہ یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول یعنی مسیح ابن مریم غالب ہوئے، اور مسیح ابن مریم کو ایسا غلبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ زمانہ میں خدا تعالیٰ اسی مسیح کو زمین پر نازل کرے گا۔ اور وہ مسیح آنحضرت ﷺ کا آخری خلیفہ ہو کر تجدید اسلام کرے گا اور اسی مسیح کے ہاتھ پر اهل البتة اليهودية مشرف ہوا اسلام ہوں گے۔ یہ کیسا اعلیٰ غلبہ ہے؟ ۱۴ مرتب

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

اگر اچھی تو رسول اللہ اس سے کیوں محروم رہے ہم تو آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء مانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ متعلق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

يَا عَيْنِ فَيْضِ اللَّهِ وَالْعِرْفَانِ يَسْعَى إِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمَانِ
وَوَاللَّهِ إِنَّ مُحَمَّدًا كَرْدَافَةٌ وَبِهِ الْوُضُوءُ بِسَدِّ السُّلْطَانِ

..... اور یہ

بعد از خدا بیخبر محمد محرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافر
ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم یک قطرہ ز بحر کمال محمد ﷺ است
اور تَمَثُّلٌ عَلَيْهِ صفات کُلِّ مَزِيَّةٍ وغیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی تمام کمالات کے جامع ہیں۔

۱۷..... مسیح علیہ السلام کے دو ہزار سال میں ان کے قوی میں تغیر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو

۱۶ مسیح ابن مریم میں تغیر جبریلی کی ایک جزوی خصوصیت ہے جس کی وجہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے اور یہ جزوی خصوصیت فضیلت کلی کا موجب نہیں ہو سکتی بلکہ فضیلت کلی کی علت کمال عبودیت ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہ ہے ویسا ہی آنحضرت ﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہ ہیں اور قادیانی مناظر نے جو آنحضرت ﷺ کے متعلق چند اشعار درج کئے ہیں۔ ان کے متعلق میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اشعار کلام مرزا صاحب نے ولی اعتقاد و اخلاص سے کہے ہیں اور نہ ہی قادیانی جماعت کو ان اشعار کے مضامین کے ساتھ اعتقاد ہے بلکہ ایسے اشعار اسلامی جماعت کو شکار کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں ورنہ مرزا صاحب یہ اشعار کیوں کہتے ہیں ع

| | | | | | | | | | |
|--------|------|------|-------|--------|------|--------|-------|------|----------|
| کر بلا | نیست | سیر | ہر | آئم | صد | میں | است | در | گر بیانم |
| آدم | نیز | احمد | مقدار | در ہرم | چلے | ہم | امرار | | |
| آنچه | داد | است | ہر | نہی | جام | آں | جامہ | را | تمام |
| آنچه | من | بشوم | زوق | خدا | بخدا | پاک | پاک | پاک | خطا |
| بجو | قرآن | منزه | اش | دائم | از | خطابا | ہمیں | است | ایمانم |
| انبیاء | گرچہ | بودہ | اند | بے | من | بفرقاں | نہ | کترم | کے |

(درشن)

..... اور نیز ع

منم مسیح زمان دمن کلیم خدا منم محمد و احمد کہ بچنے باشد
(ترباق القلوب ص ۳) (جاری)

الْقَظْفُ الرَّحْمَانِي

دو ہزار برس میں جو ان کی حالت ہو گئی ہوگی اس کا اندازہ کر لیجئے۔ اور اگر نہیں تو کیوں؟
۱۸۔ مَسْجِدَکَ اَوْ آسْمَانِی دِرَیْرَکَھْنِی سَے کیا فائدہ تھا۔ زمین پر کیوں نہ رکھا گیا تاکہ اُن سے مخلوق جدا کو بھی فائدہ پہنچتا۔ خصوصاً جبکہ فرمایا وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَمِمْکُثٌ فِی الْاَرْضِ۔

۱۹۔ اگر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو آیت وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے خلاف ہوگا۔ یہ نہیں کہ یہ وعدہ کسی وقت میں ہوگا بلکہ اِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کے الفاظ پر غور کر لیں۔

۲۰۔ اور علم فزیالوجی کے ماتحت ذی حیات چیز کے لئے پاور آف ایک کریشن اور پاور آف اسی وی میلیشن کا پایا جانا ضروری ہے مگر وہ اس وقت دونوں مسیح میں نہیں پائی جاتیں۔

۲۱۔ اگر مسیح دنیا میں دوبارہ آئیں تو وہ تمام جہاں کی طرف رسول ہو کر آئیں گے۔ تو یہ

(بقیہ) اور اسلامی جماعت کا باخلاص یہ ایمان ہے ع

| | |
|--|--|
| وَلَمْ یَدَانُوْهُ فِی عِلْمٍ وَلَا کَرَمٍ | فَاقَ النَّبِیْنَ فِی خَلْقِیْ وَلِیْ خَلْقِیْ |
| غُرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیْمِ | وَكَلِّهْم مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمَسِ |
| فَانْمُلُ الْتَصِلَتْ مِّنْ لُّوْرِهِ بِهَمٍّ | وَكُلِّ اٰیِ اَتٰی الرِّسْلَ الْکَرَامِ بِهَا |
| یَظْهَرُ اِنْوَالُهَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ | فَاِنَّ شَمْسَ فَضْلِہُمْ کَوَاکِبِهَا |

(۱۲ مرتب)

۱۔ مسیح ابن مریم کے دو ہزار سال میں ان کے قومی کو قائم رکھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں درحقیقت یہ استعجاب ان اللہ علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۸۔ قرآن کریم میں ہے لَا یَسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یَسْأَلُوْنَ اور ماموسولہ غالباً غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۹۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچوں میں واضح کر دیا ہے کہ اِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ہر چہارہ اہتمام کے متعلق ہے جس کی تائید

آیت لِیُظْهِرَہُ عَلٰی الَّذِیْنَ کُفَّہُ کرتی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

۲۰۔ انسان اور انسان کے قومی اور قومی کے افعال اور کیوں و کیوں ہونا اور خون کا بدل ماحلل بننا یہ سب چیزیں ان کا دار مطلق کی سخر اور محکوم ہیں اور جیسا کہ وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی کو بذریعہ مادی غذا کے قائم رکھتا ہے۔ ویسا ہی وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی بذریعہ غذا غیر مادی قائم رکھ سکتا ہے ویکھو حدیث لَنْسُتْ کَاخَذَکُمْ یَطْعَمُنِیْ ذَنْبِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔

۲۱۔ دو امر قابل توجہ ہیں اول یہ کہ رَسُوْلًا اِلٰی نَبِیِّ اِمْرَ اٰیِل الا یہ میں حضرتیں ورنہ عبارت یوں ہوتی۔ (جاری)

الْقَلْبُ الرَّحْمَانِي

رَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ میں تمام جہان کی طرف رسول ہوں اور قرآن مجید کہے گا وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ۔

۲۲۔ پھر یہ سوال بھی ہوگا کہ مسیح کی موت نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام اہل کتاب ایمان نہ لائیں اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن تک سب یہود ایمان نہیں لائیں گے۔ پس ثابت ہوگا کہ مسیح کی وفات قیامت کے بعد ہوگی۔

پس یہ باتیں احوال ہیں جو میں نے آپ کے تمام اعتراضوں کے جواب دے کر پیش کئے ہیں۔ اور نیز چھ سوال ۱۲ اور باقی وہ سوالات جو میرے پہلے پرچوں میں آچکے ہیں ان کے جوابات دیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ آپ کی یہ طاقت نہیں کہ آپ ان کا جواب دے سکیں۔ پس حیات مسیح کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر کئی سو اعتراضات ۱۳ وارد ہو سکتے ہیں، اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمارا نبی زندہ ہے اور تمہارا نبی مردہ۔ اور قرآن مجید کہتا ہے کہ مردے اور زندے برابر نہیں، پس آنحضرت ﷺ سے مسیح افضل ہیں۔ اور

(بقیہ) (إِلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ رَسُولًا۔ اور وہ مرایہ کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور مجدد و مکرّم تشریف لائیں گے۔ ۲۲۔ یہ جان بوجھ کر قرآن کریم کے ساتھ نہیں ہے۔ ۱۴ مرتبہ

۱۔ ان باتیں وہی سوالوں کی تردید عقل اور نقل کے ساتھ کی گئی ہے۔ اب ناظرین پر روشن ہو گیا ہے کہ جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پہلے پرچوں میں جا بجا شرط نمبر ۱ شرط نمبر ۲ کی خلاف ورزی کی ہے وہ جانتی ان باتیں وہی سوالوں میں اس نے شرطین مذکورین سے تجاوز کی ہے۔ اور نیز خیالی اور وہی باتیں پیش کرنے سے یہ طاقت ہو گیا ہے کہ قادیانی مذہب کی بناء خیال اور وہم پر ہے نہ عقل اور نقل پر۔

۲۔ یہ چھٹا حکوئلے بصورت سوال بھی آپ پیش کر دیتے انکا مالد عقل اور نقل کے ساتھ ان کا جواب دیا جاتا ہے۔ ۱۴ مرتبہ ۳۔ رونک اور مناظر وہ دیکھنے سے ناظرین یہ فیصلہ کریں گے کہ جواب دینے کی اسلامی مناظر کو طاقت نہیں یا قادیانی مناظر میں جواب دینے کی استعداد ہی نہیں۔ ۱۴ مرتبہ

۴۔ واقعی جن لوگوں کو ایمان بالقرآن والہ دیتے نہیں ان کو اس مسئلہ حیات مسیح ابن مریم پر کئی سو خیالات باطلہ اور توہمات کا ذہن پیدا ہوتے ہیں۔ ۱۴ مرتبہ

۵۔ قرآن کریم کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جن کی روحانیت زندہ ہے اور وہ لوگ جن کی روحانیت مردہ ہے برابر نہیں اور قرآن کریم کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ فوت شدہ سے افضل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ مولوی جلال الدین صاحب محسن جو زندہ ہیں مرزا صاحب سے افضل ہوں جو فوت شدہ ہیں۔ ۱۴ مرتبہ

الْقَوْلُ الرَّحْمَانِي

کفارہ کی بھی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ محض موت کو وہ کفارہ کا باعث نہیں مانتے بلکہ صلیبی موت کو۔ اور پھر اس کا آسمان پر جانا وغیرہ باتیں ان کے عقائد کی تائید کرتی ہیں۔ اور اگر مطلق موت نہیں تو جب بھی وہ مریں تو کفارہ ثابت ہو جائے گا اور ہمارا عقیدہ کہ طبعی موت سے وہ وفات پا چکے ہیں کفارہ کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے سچ فرمایا ہے حضرت مسیح موعود نے ع

قَدْ مَاتَ عِيسَىٰ مُطْرَقًا وَنَبِيْنَا حَيٌّ وَرَبِّيْ اِنَّهُ وَفَانِيْ

کیونکہ زندہ وہی ہو رہا ہے جس کا کام زندہ ہو۔ جس کی قوم زندہ ہو۔ جس کا مذہب زندہ ہو۔ لیکن مسیح خود وفات پا چکے۔ اس کی قوم روحانیت کے لحاظ سے مرچکی۔ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ ہی زندہ مری ہیں اور کوئی نہیں۔ ۱۲ فافہم

پریذینٹ
حاکم علی بقلم خود
مناظر جماعت احمدیہ
جلال الدین شمس

۱۔ ناظرین انصاف کیجئے ادیکھو یہ قادیانی مناظر کیا کہتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم بذریعہ صلیب فوت ہوئے ہیں اور قادیانی جماعت کا عقیدہ ہے کہ صلیب سے اتر کر کچھ عرصہ کے بعد جیٹن الفعی موت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں عیسائیوں اور قادیانی جماعت کے درمیان اگرچہ مسیح ابن مریم علیہما السلام کی موت کے اسباب میں اختلاف ہے۔ لیکن نفس موت میں متفق ہیں۔ اور اسلامی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام پر موت آئی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ بچسده العنصری آسمان کی طرف اٹھایا ہے اور وہ اب تک زندہ ہے اور قریب قیامت میں نزول فرما کر تجدید اسلام کریں گے۔ چونکہ کفارہ کی بنا مسیح ابن مریم علیہما السلام کی موت پر ہے۔ اس لحاظ سے دیکھنا یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں مسیح ابن مریم کی موت کو تسلیم کیا گیا ہے کفارہ کی بنا کئی کرتا ہے یا وہ مذہب جس میں ابن مریم کی موت سے بالکل انکار کیا گیا ہے کفارہ کی بنا کئی کرتا ہے؟ اسی کفارہ کی بنا کئی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا قُلُوْا يٰۤاٰیُّهَا النَّاسُ بَنُوْا لِلّٰهِ بُنُوٰنًا ۚ لَكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَسَبِّحُوْهُ ثَلٰثَ مِاٰلٍ اَلْفٍ مَّرَّةً ۚ يَوْمَ لَا خَلٰفَ لِّلَّذِيْنَ هُمْ اَعْتَدُوْا ۚ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا لَآ يَكُنَّ اُمَّةً ۙ اٰتَتْهُمُ الْاٰیٰتُ بَعْدَ مَا هُمْ اٰتٰوْنَ ۚ اِنَّ اُمَّةً اَكْثَرًا هِيَ اَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۲) ہوگا نہ ہا نسری بجے گی۔ ۱۲ مرتب

ع۔ قادیانی مناظر کا مرزا صاحب کے اشعار کو جا بجا پیش کرنا شراب کا مناظرہ کی کس قدر خلاف ورزی ہے۔ ۲ مرتب
سچ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی) قیامت تک زندہ ہی ہیں اور تمام دنیا میں یہی ایک کامل انسان ہے اس لئے اسلامی جماعت ان کو خاتم النبیین اعتقاد کرتی ہے اور ان کے ظہور نبوت سے خارج ہو کر کسی متنبی کے زیر سایہ ہونا (جاری)

پرچہ نمبر ۴

۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ؕ

مجھے افسوس ہے کہ باوجود میرے مناظر صاحب کے جواب نہ دے سکنے کہ پھر بھی وہ شرائط سے باہر ہو کر ادھر ادھر کی باتیں غیر متعلقہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ میں نے رفع الی اللہ کے معنی رفع الی السماء کئے اور میرے مناظر صاحب نے رفع الی اللہ کی کوئی مثال پیش نہیں کی اور دیگر مثالوں کو پیش کر کے رفع کیلئے اور معنی ثابت کئے یہ ان کو کیسے مفید ہو سکتا ہے۔ دیکھئے کہ قرآن کریم میں بعل کا معنی زوج ہے مگر اتذعنون بغلا میں بت مراد ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں اسف کا معنی حزن ہے مگر فلما اسفونا کا معنی فلما اغضبونا ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مراد مال ہے مگر کنز جو سورہ کہف میں ہے اس سے مراد صحیفہ علم ہے۔ وغیرہ وغیرہ جیسا کہ پرچہ نمبر ۱ میں درج ہے اس کا کوئی جواب نہیں۔ میں نے بل ابطالیہ کے مقتضا کو اور قصر قلب کے مقتضا کو بطریقہ بل رقعہ اللہ الیہ سے ابن مریم کی حیات ثابت کی۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب

(بقیہ) ایسا سمجھتی ہے جیسا کہ آگ جلتی ہوئی شعلہ زن میں داخل ہونا۔ لیکن افسوس کہ قادیانی جماعت (دہائی تو یہ کہتی ہے کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہی ہیں اور کوئی نہیں۔ لیکن اعتقاد احمق النبیین کا انکار کر کے مرزا صاحب کو نبی سمجھتی ہے۔ اور ایسے زندہ نبی اور انسان کامل کے قتل ظلیل سے خارج ہو کر مہنتی کے زیر سایہ ہونا اعلیٰ درجہ کی ضلالت و شقاوت ہے۔ یہ لوگ ذالک هو الفوز العظیم سے محروم ہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۱۔ فافہم کے ساتھ شاید قادیانی مناظر نے یہ کہا ہے کہ اسے اسلامی مناظر تو سمجھ لے کی میں آنحضرت ﷺ کو زندہ ہی مانا کرتا رہا ہوں نہ اعتقاداً۔ ۱۲ مرتب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

مطابق شرائط نہیں دیا۔ اور ہر چہار ضماں کے معارف ہونے کے لحاظ اور ان کا مرجع ایک ابن مریم علیہ السلام بعینہ ہونے کے لحاظ سے بھی میں نے حیات ابن مریم کو ثابت کیا مگر میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا۔ ہاں صنعت استحدام کا نام لے کر ایک شعر پڑھ دیا ہے لیکن علم بدیع کی طرف توجہ نہیں کی۔ البدیع هو علم يعرف به وجوه تحسين الكلام بعد رعاية المطابقة ووضوح الدلالة تو صنعت استحدام اس جگہ مراد نہیں ہوسکتی جہاں اس کے اختیار کرنے سے مطابقت اور وضوح کے خلاف ہو اور نیز قرینہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ شبوہ میں۔ اور قواعد نحو کے مطابق لیؤمنن سے استقبال مراد ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے قواعد نحوی کے رو سے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور قرآن کریم اور حدیث صحیح اور اقوال صحابہ اور لغت عرب اور صرف اور نحو اور معانی اور بیان اور بدیع امور مفسرہ قرار دیئے گئے تھے۔ اور میرے مناظر صاحب نے تو عجیب کام کیا ہے کہ کبھی کسی تابعی کا ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اور کبھی آیات کو ان کے غیر مصداق پر پیش کر کے اس کو ان آیات کا مصداق قرار دیتے ہیں جیسا کہ ملاحظہ میں کیا گیا اور کبھی جر ثقیل کا مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین شروع کر دیتے ہیں۔ جو فی الحقیقت

۱۔ یہاں لفظ کہا گیا ہے نہ لکھا گیا ہے۔ ۲۔ عرب

عقاد بانی مناظر نے یہ تقریر کی کہ قرآن کریم میں ہے کہ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا۔ الآية یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کو واپس نہیں ہونے دیتی بلکہ یہ کلام مسیح کیلئے کلام ہے۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ وغیرہ میں اس کے متعلق یہ لکھا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم نے عظیم القدر نبی قرار دیا ہے۔ ہم مطابق آیت جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ آیت ظالموں کے حق میں ہے اور نیز اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا تو قرآنی دلائل سے قطعاً ثابت ہے۔ اس لئے وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ معنوی مسیح یعنی مرزا صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے اس آیت کا وہ مصداق ہیں اور یہ کلام ان کے لئے لکھا ہے۔ ۲۔ عرب

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

ہماری توہین ہے۔ اس لئے مطابق جزاء ۱ سَيِّئَةً مِّثْلَهَا الخ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ تو ظالموں کا ذکر اور نیز ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام موعود تو ان کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصنوعی مسیح صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے وہ اس آیت کے مصداق ہیں اور یہ کلاً ان کے لئے کلاً ہے۔ اور شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن سے وفات ثابت نہیں ہوئی بلکہ قرآن کریم سے حیات ثابت ہوتی ہے اور کوئی آیت حیات کی مخالف نہیں۔ اور النصبتی جب مطابق آیت لیا گیا تو پھر کیا اعتراض ہے۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی آیت کے الفاظ میں غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ اور إِذَا الْأَعْلَاقُ کی مثال اذ کیلئے ہے نہ ماضی کے لئے۔ اور ماضی بکثرت بمعنی استقبال آتی ہے۔ وَلَفَّحَ فِي الصُّورِ وغیرہ اور جب تَوَفَّی بمعنی نیند اور موت ہے تو اس قدر تشبیہ کے لئے کافی ہے کہ دونوں میں معنی قبض روح کے ہوں اور ایک میں قبض مع الارسال ہونا اور دوسرے میں قبض مع الامساک ہونا تشبیہ کے خلاف نہیں۔

جَرَاحَاتٍ ۱ السِّنَانِ لَهَا التِّيَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ اور قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں سُنَّةُ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نَعُوذُ بِاللَّهِ) آنحضرت ﷺ رسول ۲ نہیں۔ پس موجب کلیہ یہ ہوا۔ اور تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ میں بھی کوئی دلیل ۳ نہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق خصوصیت سے ہم ۱ یعنی برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔ ۲ عرب ۳ یعنی نیروں کے زخم مل جاتے ہیں اور جو زبان زخم کرے وہ نہیں ملتے۔ دیکھو اس شعر میں کلمات کو جرح کے ساتھ تھمبیہ دی گئی ہے اور ما بہ التشبیہ مطلق تاثیر ہے نہ خاص تاثیر جرح۔ ۴ عرب ۵ یہ کیونکہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں بروئے قواعد نحو مِنْ قَبْلِهِ خَلَتْ کے متعلق ہے۔ ۶ عرب ۷ یہ کیونکہ جہاں اُفْر و تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ہے وہاں پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے قَدْ خَلَتْ نہیں۔ قرآن کریم کمال کر سورہ بقرہ میں ملاحظہ کریں۔ ۸ عرب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

نے جواب دیا نہ کہ دوسرے مقاموں کا۔ اور روح القدس بھی بوجہ اقنوم ثالث ہونے کے معبودات باطلہ میں داخل ہے۔ اور وَالَّذِينَ عام لفظ ہے اور اَمَوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءِ میں اَمَوَاتٌ کی تاکید غَيْرُ اَحْيَاءِ سے کی۔ اسی لئے کہ یہاں ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے كَانَا بِاَكْلَانِ الطَّعَامِ میں سُبْحَانَ اللَّهِ کیا گل کھلایا گیا۔ ہم نے تو یہی بات کہی ہے كَانَا کی ماضی بوجہ مریم کے ہے اور مریم کی اس تعبیر برنگ تذکیر میں تغلیب ہے۔ تو مناظر صاحب ہماری بات بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں۔ اور لَا يَأْمُرِيَمَ افْتِنِي لِرَبِّكَ وَالسُّجْدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ سے صاف ثابت ہے کہ جیسا ہماری نماز کے ارکان قیام رکوع سجود وغیرہ ہیں ویسا ہی عیسوی نماز میں، اور اس بحث میں میں نے جو حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكَاةً کو پیش کیا اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اور یہ اعتراض کہ بہت جگہ زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد ہے یہ اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ہر جگہ یہی مراد ہو اور مِّنْ بَعْدِي میں اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں۔ ۲. وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ خُلَيْهِمْ عَجَلًا جَسَدًا لَّهُ خُورًا ۚ قَالَ اللَّهُ لَنَبِيٍّ مِّنْ بَعْدِي ۚ وَهُوَ عَجَلٌ مِّنْ بَعْدِي ۚ دیکھا۔

جناب من! لَا نَبِيَّ مِّنْ بَعْدِي میں بوجہ ہونے نکرہ غیر نفی میں مرزا صاحب کی نبوت کا بطلان ہوتا ہے یہ فقرہ مشتمل بر نفی ہے اور مِّنْ بَعْدِي مشتمل بر اثبات ہے۔ ذرا غور کریں اگر بات نہ بنے تو ویسا بلا سمجھے سوچے کچھ کہہ دینا مفید نہیں اور مِّنْ نُّعْمَةٍ مِّنْ اَعْطَاءِ عَمْرٍ وَتَكْلِيْسٍ کا بیان ہے۔ پس بس۔ اور حدیث لَوْ كَانَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ..... الخ آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے بالکل برخلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا جواب آپ نے کوئی نہیں عطا فرمایا۔

۱۔ یعنی اے مریم فراموشی کر دے اپنے کے اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کر نیوالوں کے۔ ۲۔ مریم ج۔ یعنی اور بتایا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جیسے موسیٰ کے اپنے زیوروں سے چمچر اٹھائے ایک جسم جس سے آواز نکلتی تھی۔ ۳۔ عجلہاں آیت میں مِّنْ بَعْدِهِ سے مراد من بعد غیوبہ موسیٰ ہے نہ کہ من بعد موت موسیٰ اور جیسا کہ اس آیت میں اثبات ہے۔ ویسا ہی آیت مَبَشِّرْ أَبْرَئِيلَ مِّنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ اثبات ہے۔ ۴۔ مریم

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

معراج کی حدیث ابن ماجہ جو میں نے پیش کی ہے اس کا کوئی جواب دینے کی ضرورت ابھی نہیں کیونکہ اس میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول بعینہ ثابت ہے اور ایسا ثابت ہے کہ جس کا جواب کوئی نہیں۔ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فرق سمجھتا ہوں آپ امتحان کر کے دیکھ لیں۔ اور حدیث کَیْفَ تَهْلِكُ أُمَّةٌ أَنَا أَوَّلُهَا وَالْمَهْدِيُّ أَوْسَطُهَا وَالْمَسِيحُ آخِرُهَا میں میرے پر الزام لگایا گیا ہے کہ یہ شیعوں کا اعتقاد ہے۔ جناب من! ہم ہر حیثیت سے امامیہ صاحبان کے مخالف نہیں بلکہ اس امر میں اتفاق ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تشریف لائیں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔

دستخط

مفتی غلام مرتضیٰ

اسلامی مناظر

دستخط :

مولوی غلام محمد

پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

ازمکوید ضلع ملتان



۱۔ یعنی چونکہ قادیانی مناظر کے پاس اس حدیث ابن ماجہ کا کوئی جواب نہیں اس لئے مجبوراً قادیانی مناظر کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ۱۲ مرتب
۲۔ کیونکہ عرج فیہا بروح عیسیٰ۔ الیغ میں اضافت بیانی ہے۔ اسی عرج بالروح الذی ہو عیسیٰ جیسا کہ عرج کے لفظ سے ظاہر ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر ۵

مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ط

رَبِّ اُفْرِخْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي وَاخْلُ عَقْدَةً مِنْ

لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝

آپ مجھ پر افسوس کرتے ہیں لیکن جناب مفتی صاحب آپ کو افسوس نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ آپ کی حالت پر مجھے افسوس آتا ہے۔ کیونکہ یہ پرچہ میرے تیسرے پرچہ کے جواب میں تھا نہ کہ چوتھے یا دوسرے پرچہ کے جواب میں کہ آپ نے حیات مسیح علیہ السلام کی دلیل لکھنی شروع کر دی۔ اہل علم آپ کو کیا کہیں گے سوائے اس کے کہ وہ کہیں کہ مفتی صاحب گھبرا گئے تھے اور کچھ نہیں کہیں گے دیکھئے یہی بیان آپ کے تیسرے پرچہ میں موجود ہے اور اسی کو آپ دوہرا رہے ہیں۔

میں نے آپ کی تمام توجیہات کو خدا تعالیٰ کے فضل سے توڑ دیا اور قرینہ بھی

۱۔ قادیانی مناظر کو مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر ۱ کا شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت وہ کر کوئی جواب نہیں آیا جیسا کہ روکنا اور مناظرہ سے روشن ہے۔ اس لئے گھبرا کر اور حیا کو دور کر کے اسلامی مناظر کو گھبراہٹ کا الزام لگا رہا ہے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ کے سوائے کوئی نئی بات بطور دلیل پیش نہیں کی بلکہ بطور تردید اور قادیانی مناظر نے گھبرا کر اپنے پرچہ نمبر ۱ کے سوائے میں بھی نئی دلیلیں پیش کی ہیں۔ مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر معینک جو معولیک کے ذیل میں لکھی ہے حالانکہ یا عیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ۔ اللہ کو قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں نہیں پیش کیا۔ ۱۲ مرتب

۲۔ سبحان اللہ قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی توجیہات کو اس طرح توڑا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق وہ کوئی جواب نہیں دے سکا اس لئے گھبرا کر اس قادیانی مناظر نے تو رات کو پیش کیا جو یہود (جاری)

الْقَلْبُ السَّرَّاجُ

بتا دیا۔ اور ہل کے لفظ سے جو آپ تضاد ثابت کرتے ہیں اس کو لے کر بھی آپ کے معنوں کی تردید کر دی۔ اور ہل ترقی کے لئے ہوتا ہے۔ کوئی شرط نہیں ہے آپ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں۔

میں خوب جانتا تھا کہ آپ مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید نے جو دلائل وفات مسیح پر دیے ہیں کوئی نہیں جو انہیں توڑ سکے۔ آپ کی منطق دانی کی کیفیت تو میں تیسرے پرچے میں لکھ چکا ہوں۔ اب آپ کی صرفی قابلیت لفظ ۳ اَمْتِنْتِنِی سے ظاہر ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آپ غلطی سے نہیں لکھا۔ بلکہ آپ کے علم میں ہی یہی ہے۔ اور علم

(بقیہ) کی محرف اور منسوخ شدہ کتاب ہے اور چاہے کہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے پاس تورات کا ایک نسخہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا پس عمرؓ نے تورات کو پڑھنا شروع کر دیا جس پر حضور اکرمؐ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا پس حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ اے عمرؓ تم کو کیا ہو گیا۔ دیکھتے نہیں کہ حضورؐ کے چہرے کی کیا حالت ہو رہی ہے حضرت عمرؓ نے جب آنحضرتؐ کی طرف دیکھا تو خوف زدہ ہو کر کہنے لگے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهِ وَهَئِنَا بِاللّٰهِ رَبِّنا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنَا وَمُحَمَّدٍ نَبِيْنَا پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر موسیٰؑ ظاہر ہوا تو مجھے ترک کر کے اس کی اتباع کر دو تو یقیناً تم صراط مستقیم سے گمراہ ہوتے اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانے کو جانتے تو ضرور وہ بھی میری اتباع کرتے۔ (رواہ الدارمی بحکلوۃ) یہ تورات وہ محرف منسوخ شدہ کتاب ہے جس کو آنحضرتؐ نے نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ لیکن قادیانی مناظر نے اس تورات کو اپنی تائید میں پیش کیا اور افسوس کہ اس کتاب محرف منسوخ شدہ نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی اداوت کی کیونکہ قادیانی مناظر نے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ اور تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استنباب ۲۱، ۳۰۳) ۱۲ مرتب

۱۔ یہ کئی علم کا نتیجہ ہے جیسا کہ ظاہر ہو چکا ۱۲ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے تمام دلائل وفات کو توڑ دیا ہے جیسا کہ روئے ادا مناظر سے روشن ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کھانا بھی حکم ہے۔ ۱۲ مرتب
۳۔ قادیانی مناظر کا اَمْتِنْتِنِی اور اَمْتِنْتِنِی پر زور دینا یہ اس کی شکست و مغلوبیت کی دلیل ہے کیونکہ قادیانی مناظر ایسا کوئی مضمون پیش نہیں کر سکا جو موضوع مناظر سے چسپاں ہو کر یہ ظاہر کرے کہ اسلامی مناظر اس کا جواب نہیں دے سکا۔ اور اس کے متعلق قادیانی مناظر کے پرچہ نمبر ۳ کے حاشیہ میں تفصیل کی گئی ہے اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں یہ بھی لکھا ہے اور اَمْتِنْتِنِی کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے اگر کوئی تخرورہ کیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ ۱۲ مرتب

الْفَلَا تَرْجَا نِي

صرف میں آپ کی تعلیمی حالت بہت کمزور ہے۔ حاضرین کو میں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مفتی صاحب کو بار بار کہا گیا کہ آپ ہر پرچہ میں سے اپنے الفاظ اَمَاتٌ يُعْمِئْتُ باب جس کی ماضی تَوْفِئْتَنِي کے مقابلے میں اَمِئْتَنِي ہوگی نہ اَمِئْتَنِي کیونکہ موت کا لفظ مضاعف نہیں بلکہ اجوف ہے۔ (پڑھیں)۔ مگر آپ نے نہیں پڑھا۔ لہذا مجبوراً مجھے ہی ان کی ذیولٹی ادا کرنی پڑی ہے مجھے مفتی صاحب۔ اس سے ایک تو آپ کی قرآن دانی کا بھی پتہ لگ گیا۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی کہ رَبَّنَا اَمَتْنَا الثَّانِيْنَ وَ اَحْيَيْنَا الثَّانِيْنَ کیا قرآن مجید میں اَمِئْتَنَا ہے یا اَمَتْنَا پھر روح المعانی میں آیت فَلَمَّا تَوْفِئْتَنِي کے ماتحت اس کے معنی اَمِئْتَنِي لکھے ہیں نہ کہ اَمِئْتَنِي۔ کتاب ہمارے پاس موجود ہے اگر آپ کسی مبتدی سے بھی اس کی گردان کرائیں گے تو وہ بھی بتا دے گا کہ اَمَاتٌ اَمَاتَا اَمَاتُوا اَمَاتَتْ اَمَاتْنَا اَمْتُنْ۔ اَمَتْ۔ جب مذکر واحد مخاطب کے صیغہ پر آئے گا تو اَمَتْ کہے گا نہ اَمِئْت اور ادغام کا بھی شاید آپ کو قاعدہ معلوم نہیں رہا کہ ادغام کس وقت ہوتا ہے اگر آپ صرف کی کوئی ابتدائی کتاب بھی پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ لفظ اَمِئْتَنِي ہے نہ اَمِئْتَنِي۔ تَوْفِئْتَنِي کے متعلق میں پہلے پرچہ میں بالوضاحت لکھ چکا ہوں۔ نیز اِذَا الْاَغْلَالُ کی مثال صرف اِذَا کے لئے تھی کہ وہاں اِذَا آیا ہوا ہے۔

یا اس لئے کہ جب وہ فعل ماضی پر داخل ہو تو اس کے معنی استقبال کے ہوتے ہیں۔ جب اہل علم اس مناظرہ کو دیکھیں گے تو وہ آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ اور تشبیہ موت اور نیند میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میں بتا چکا ہوں کہ تَوْفِئْتَنِي جب بغیر قرآن منام اور لیل ۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ لکھا ہے۔ اِذَا اسْتَقْبَالَ کے لئے بھی آتا ہے فَسَوْفَ يَغْلَمُونَ اِذَا الْاَغْلَالُ فِي اَحْشَاهُمْ۔ اس عبارت سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ مثال لفظ اِذَا کی ہے نہ ماضی کی۔ اور دوسرا یہ کہ اِذَا ماضی کے لئے بھی آتا ہے اور استقبال کیلئے بھی۔ جب اہل علم مناظرہ کو پڑھیں گے تو قادیانی مناظر کے فہم و ادراک پر افسوس کریں گے۔ اس کی کافی تردید اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر ۴ میں کر چکا ہے جس کی توضیح حاشیہ میں کی گئی ہے۔ قادیانی مناظر ویسے ہی جادو کا ہاتھ لکھ دیتا ہے۔ ۱۲ مرتب

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

وغیرہ کے استعمال ہو تو اس کے معنی نیند کے نہیں ہوتے۔ دوسرے حدیث میں دلالت امت بیان کر کے آپ نے فرمایا ہے کہ میں وہی کلمات کہوں گا جو مسیح علیہ السلام نے کہے۔

اور آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ کو پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیا سنت بھی ذی روح ہے۔ چاہئے تھا کہ آپ مثال ایسی پیش کرتے کہ جس میں خلا کا لفظ ذی روح کے لئے آیا ہوتا۔

ہم نے جو قرآن مجید سے مثالیں پیش کی ہیں ان میں ذوی الروح پر خَلَتْ کا لفظ آیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قُلْ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ میں موت مراد نہیں ہے بہت ہی عجیب ہے۔ کیا پہلے جن کا ذکر ہے وہ آسمان پر چلے گئے تھے یا وفات پا چکے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ

۱۔ قادیانی مناظر سخت اضطراب و گھبراہٹ میں ہے کیونکہ اس کو اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں دلیل قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کی تردید کرتے ہوئے یہ مثال پیش کی ہے: وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ خِيَابِ رَبِّهِمْ فَهُمْ فِيهَا مَأْمُونُونَ جس میں فاعل ذی روح ہے ۱۲ مرتب ۲۔ قادیانی مناظر کا اضطراب موجزن ہے کیونکہ وہ اسلامی مناظر کو مخاطب کر کے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں یہ لکھتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ قُلْ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ میں موت مراد نہیں اور اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر ۴ میں اس طرح ہے: "اور قُلْ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ وغیرہ میں بھی کوئی دلیل نہیں"۔ دیکھو اسلامی مناظر کی عبارت میں یہ فقرہ (موت مراد نہیں) کہاں ہے۔ بلکہ اسلامی مناظر کی اس عبارت کا (کوئی دلیل نہیں) یہ مطلب ہے کہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے وہاں قَدْ خَلَتْ نہیں اور جہاں قَدْ خَلَتْ ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ ۱۲ مرتب

۳۔ قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی تحریر و تقریر کا مطلب نہیں سمجھا۔ کیونکہ اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ اگر خَلَتْ کے معنی مائت کے جائیں اور الرُّسُلُ کا الف لام استغراقی تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ رسول نہیں کیونکہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں مِنْ قَبْلِهِ بروئے ترکیب نحوی الرُّسُلُ کی صفت و نعت نحوی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ صفت و نعت نحوی تابع کی قسم ہے اور جو تابع ہو وہ ذکر میں متبوع سے مؤخر ہوتا ہے جیسا کہ تابع کی تعریف سے ظاہر ہے التابع کل ثان ای کل متاخر (کافیہ و شرع جامی ص ۷۷) اور جب مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کی بروئے ترکیب نحوی صفت نہ ہو سکتی تو وہ خَلَتْ کے متعلق ہوگا جس کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں و ہو کما تروی۔ اور قادیانی مناظر نے جو کافیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فاعل کا اصل محل فعل کے ساتھ متصل ہے جس کی وجہ سے ضرب غلامہ زید میں زید ضمیر مجرور کا مرجع ہو سکتا ہے۔ اور اس سے یہ مراد یعنی بالکل غلط ہے کہ صفت و نعت نحوی بھی فاعل سے ذکر میں مقدم ہو سکتی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر کو ضبط ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے اردو اور انگریزی خوانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کافیہ کے محض الفاظ یاد کئے ہوئے ہیں۔ اور صراط اللہ العزیز الحجد میں العزیز الحجد اللہ کی صفت و نعت نحوی نہیں بلکہ العزیز الحجد مہدل منہ ہے۔ اور اللہ بدل ہے۔ اب یہ امر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ قادیانی مناظر کو نہ کافیہ آتی ہے اور نہ ہی قرآن کا فہم و ادراک ہے۔ ۱۲ مرتب

الْفُضْلُ الرَّحْمَانِي

اگر موجب کلیہ ہی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول نہیں ہیں۔ اور پھر پڑچہ کے علاوہ آپ تقریر میں بیان فرماتے ہیں کہ مِنْ قَبْلِهِ كَوْصِفَتِ الرُّسُلِ کی بنانا صحیح نہیں۔ کیونکہ صفت موصوف سے مقدم نہیں آتی۔ لیکن میں کہاں تک مفتی صاحب کو نحو سکھاؤں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ فاعل کے متعلق لکھا ہے وَالْأَصْلُ فِي الْفَاعِلِ أَنْ يَلِيَ الْفِعْلَ وَلِهَذَا جَاءَ ضَرْبُ غَلَامَةٍ زَيْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرْبُ غَلَامَةٍ زَيْدًا كَافِيَهُ پڑھ لی ہوتی پس الرُّسُلُ جو خَلِث کا فاعل ہے۔ اور اصل فاعل میں یہ ہے کہ وہ فعل سے ملا ہوا ہو۔ اس لئے یہاں صفت محلاً موخر ہے اور یہ جائز ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صفت مقدم آئی ہے۔ جیسے ﴿صِرَاطُ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ اللَّهُ﴾ پس آپ نے کافیہ نہیں تو قرآن مجید کو ہی پڑھ لیا ہوتا۔

اور میں نے لکھا تھا کہ روح القدس اموات میں تینوں باتوں کی وجہ سے شامل نہیں ہے۔ باقی تمام معبودان باطلہ جن کے متعلق تینوں باتیں ثابت ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ فرماتے ہیں غَيْرُ أَحْيَاءٍ کا لفظ لانے سے ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے ٹھیک ہے۔ معبودیت ان کے مردہ ہونے سے ہی باطل ہوئی اور غَيْرُ أَحْيَاءٍ نے اموات کے لفظ کی تفسیر کر دی۔ اور آیت كَانَا يَا تَحْلَانِ الطَّعَامِ میں جو تغليب ۱۲ آپ نے لکھی تھی وہ حضرت مریم علیہا السلام کے لحاظ سے تھی۔ اور اب آپ نے تسلیم کر لیا کہ تغليب مسح التغليب ۱۳

۱۔ اسلامی مناظر نے جن باتوں کا مکمل طور پر جواب دے دیا ہے۔ قادیانی مناظر عام لوگوں کو مخالفین کے لئے پھر پھر بیان کرتا ہے۔ وَاللَّيْنِ يَلْعَوْنَ..... الخ. عام ہے اور الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد ۱۴. مرتب اللہم اغفر لکاتبہ ولو الذیہ ومن سعى فیہ.

۲۔ قادیانی مناظر سخت گھبرا کر ادھر ادھر باتیں مار رہا ہے مثل مشہور ہے کہ ”ذو بے کو تنکے کا سہارا“ اصل مطلب باطل صاف ہے کہ مریم اور ابن مریم دونوں سے تعبیر کرنے کے وقت تذکیر کو تانیہ پر غلبہ دے گا كَانَا يَا تَحْلَانِ الطَّعَامِ کہا گیا ہے۔ اور كَانَتْ مِنَ الْفَاتِنَيْنِ اور وَارْتَحَبْنِي مَعَ الرَّائِجَيْنِ بھی كَانَا يَا تَحْلَانِ کے نظائر ہیں۔ ۱۴ مرتب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

کے لحاظ سے ہے کیونکہ مقصود بالذات انہی کا ذکر ہے۔ کہ وہ پہلے کھانا کھاتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے۔ اور آیت کَانَتْ مِنَ الْقَتِينِ اور وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ سے ہمارے استدلال پر بالکل زوہبیں پڑ سکتی۔

آپ فرماتے ہیں کہ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَا وَزَكَاةً کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت میں کیوں ذکر کرتا۔ شرط میں لکھا ہے۔ قرآن مجید کی قرآن مجید سے تفسیر کی جائے گی۔ لہذا میں نے اس سے تفسیر کی کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا جہاں کہیں قرآن مجید میں اکٹھا ذکر آیا ہے وہاں مالی زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

اور ابن ماجہ کی حدیث کا میں پہلے پرچہ میں جواب دے چکا ہوں۔ کہ جب بخاری کی حدیث ثابت کرتی ہے کہ مسیح مردوں میں شامل ہیں تو یہ حدیث اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور بخاری کی حدیث اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ سے بھی اس کے خلاف ہے اور اس کی تردید کرتی ہے۔ مَن نُّعَمِّرْهُ ۖ مِّنْ دَوَامِ عَمْرٍۭ قَطْعًا مراد نہیں ہے۔

۱۔ سبحان اللہ زکوٰۃ کی تفسیر میں آیت حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَا وَزَكَاةً کو پیش کرنا یہ تفسیر القرآن بالقرآن نہیں تو اور کیا ہے۔ اور لفظ صلوٰۃ کے صدق مفروضہ میں کثرت استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں لفظ صلوٰۃ ہو وہاں اس سے صدق مفروضہ ہی مراد ہو۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے سنن ابن ماجہ کی وہ حدیث تردید میں پیش کی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ بن مریم کی زبانی ان کا نزول بعینہ بیان فرماتے ہیں۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو مردوں کی جماعت میں دیکھا۔ عجیب بات ہے۔ کیونکہ مردوں کی صحبت صحبت کرنے والے کی موت کو مستلزم نہیں۔ ورنہ آنحضرت ﷺ بھی جب مردوں میں شامل ہوتے تو فوت ہو جاتے۔ ۱۲ مرتب

۳۔ بیان ہو چکا ہے کہ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ حال ہے جو غیریت کو چاہتا ہے۔ ۱۲ مرتب

۴۔ اسلامی مناظر نے کہا ہے کہ اس سے مراد عمر ہے اور یہ نہیں کہا کہ دواوی عمر مراد ہے۔ ۱۲ مرتب

الْفَقْدُ الرَّحْمَانِي

اور احادیث لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى کا جواب میں پہلے پرچہ میں دے چکا ہوں۔ اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے حدیث تسلیم کیا ہے۔ اس سے آپ نے مان لیا کہ اس وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔

اب رہی حدیث ۲: كَيْفَ تُهْلِكُ أُمَّةَ أَنَا فِي أَوَّلِهَا وَالْمُهْدَى فِي وَسْطِهَا وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي آخِرِهَا اس حدیث میں امت کے وسط میں مہدی کا آنا قرار دیا گیا ہے۔ حضرات شیعہ صاحبان کے عقائد کی طرح آپ کا عقیدہ قرار دینے کی وجہ میں پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں اور سنیوں کی طرح ہمارا یہ فتویٰ نہیں کہ ان سے کھانا پینا اور ان کا ذبیحہ حرام ہے۔

اقاد دینی مناظر کے پیغمبر لکھتے ہیں۔ ”یاد رہے کہ ہمارے اولاد ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات ہے۔ اگر درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بھگ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔“ (تحد کو ذریعہ ۱۹۹) دیکھو پیغمبر تو قرآن پر فیصلہ کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ اور اس کا اتنی قرآنی ثبوت دینے سے عاجز ہو کر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں پر زور دے رہا ہے۔ طرفہ یہ کہ ان سے بھی اس کا دعویٰ وفات مسیح ثابت نہیں ہوتا۔ ۱۲ مرتب

۳: یہ حدیث بروئے الفاظ اس طرح ہے۔ كَيْفَ تُهْلِكُ أُمَّةَ أَنَا أَوَّلُهَا وَالْمُهْدَى وَسْطِهَا وَالْمَسِيحُ آخِرُهَا (مفقود) اور اسلامی مناظر نے بھی اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ لکھا ہے۔ امامیہ کا ذکر کرنا یہ قادیانی مناظر کا ڈھکوسلہ ہے جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

۴: قادیانی مناظر جابجا شرائط مناظر سے تہاؤں کر رہا ہے۔ اسلامی مناظر کا یہ فتویٰ نہیں بلکہ اس کا یہ فتویٰ ہے کہ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ اور قادیانی جماعت کے ہی تنگ دلی کے خلاف وسعت اسلام فتوے ظاہر ہو چکے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب نے جو خط عبدالکیم خان صاحب کو لکھا۔ اس میں یہ فقرہ ہے۔ ”ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔“ اور میاں محمود صاحب خلیفہ رشید مرزا صاحب رسالہ تحفۃ الایمان کے صفحہ ۱۳۹ پر یہ لکھتے ہیں۔ تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں۔ اس لئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے ہم ان کو کافر کہیں گے۔ ۱۲ مرتب

حضرت مسیح موعود سب کے متعلق فرماتے ہیں ۔

اے دل تو نیر خاطر ایناں نگہدار کا خر کنند دعوائے حب پیغمبرم
وہا نبوت کے متعلق۔ تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو مسیح ناصری کے نزول کو
مانتے ہیں وہ اسے نبی بھی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ حجج الکرامہ میں لکھا ہے فَإِنَّهُ وَإِنْ
كَانَ خَلِيفَةً فِي الْأُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لَكِنَّهُ رَسُولٌ وَنَبِيُّ كَرِيمٍ عَلَى حَالِهِ لَا كَمَا
يَظُنُّ بَعْضُ النَّاسِ أَنَّهُ يَأْتِي وَحِدًا مِّنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِذَوْنِ نَّبُوَّةٍ وَرِسَالَةٍ اور انبیاء
سے نبوت کا چھینا جانا آیت ذالک بَانَ اللَّهُ لَمْ يَكْ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ
حَتَّى يُغَيِّرُ مَا بِأَنْفُسِهِمْ اور سنوں کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ پس اب اہل دانش
فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی نبی آنا چاہے تو اس امت سے یا بنی اسرائیل سے۔ ظاہر ہے کہ
مطابق آیت وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ اور مطابق عقائد اسلامیہ كُلُّ رَسُولٍ أَبُو أُمَّتِهِ
آنحضرت ہمارے باپ۔ اور مطابق حدیث بخاری الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةُ عَلَائِہِ۔ حضرت عیسیٰ
ہمارے چچا ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ کی روحانی وراثت کے ملنی چاہئے۔ عقل، نقل، قانون،
رواج، شریعت سب یہی کہتے ہیں کہ بیٹا وارث ہوگا نہ چچا۔ پس نبی کا آنا تو آپ بھی مانتے
ہیں۔ اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ وہ (آنے والا مسیح) نبی اللہ ہوگا۔ پس ہماری بات کہ

۱۔ اسلامی مناظر تو فانی تَنَازَعْتُمْ فِيْ حُسْبِيٍّ فَرَفُؤُهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ کے مطابق مناظرہ کرنا ہے اور قادیانی مناظر شراب
مناظرہ کی خلاف ورزی کر کے حجج الکرامہ کی عبارت پیش کر رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نبوت کے دورخ ہیں بطون
اور ظہور، ظہور میں انقلاب آ سکتا ہے نہ بطون میں حضرت عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو بطون میں انقلاب نہ ہوگا ظہور میں
انقلاب ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہو کر بذریعہ قرآن کریم تجدید اسلام فرمائیں گے ۱۲ مرتبہ
۲۔ قادیانی مناظر جہلاء کے لئے تو طمع سازی کر سکتے ہیں لیکن فضلاء کے لئے ان کا مغلطہ مؤثر نہیں ہو سکتا۔ جسے جناب مناظر
صاحب احقرت عیسیٰ (۱۴) اس حیثیت سے کہ بعد النزول وہ مومن بالقرآن ہوں گے اور قرآن پر عامل ہو کر آنحضرت ﷺ
کی اتباع سے مستفیض ہوں گے اور بذریعہ قرآن تجدید اسلام کریں گے۔ آنحضرت ﷺ کے روحانی بیٹے ہوں گے نہ
چچے۔ ۱۲ مرتبہ

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

آنے والا اسی امت سے ہوگا۔ صحیح ہے۔

ہمارے تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور قرآن مجید اور احادیث سے ان کی وفات ثابت ہے اور ان کی وفات سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

اسی واسطے مسیح موعود فرماتے ہیں ۔

قَدْ مَاتَ عِيسَى مُطْرَقًا وَنَبِيْنَا حَيٌّ وَ رَبِّيْ اِنَّهُ وَالْاٰنِي

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو جس کی قوم زندہ ہے۔ جس کا دین زندہ ہو۔ لیکن عیسائیت مرچکی۔ عیسائی بلحاظ دین مرچکے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام ختم ہو چکا۔ اب رسول اللہ ﷺ کے دین کو تازہ کرنے کے لئے آپ کے خادمؐ ہی آئیں گے نہ کوئی اور، پیارو، آنے والا آپ کا اور اس نے اپنے مقابل پر بلایا۔ اور اس نے تَوْفِی کے لحاظ کے متعلق ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ دیا۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ اس

اقتادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق اپنے پرچہ نمبر میں وفات مسیح ابن مریم پر قرآن کریم سے دس دلیل پیش کی ہیں جو درحقیقت مغالطات ہیں۔ کیونکہ وہ دلیل تو ایسی ہیں جن میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر تک نہیں۔ اور ایک پہلی دلیل اگرچہ ایسی ہے جس میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر ہے لیکن اس دلیل کے متعلق قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا جس سے اتفاقاً ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے آج وفات کا ثبوت نہیں۔ اور پھر بھی اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کی شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر اجمالی اور تفصیلی طور پر پوری تردید کی ہے جس کا مکمل مدعا و مناظرہ سے روشن ہے۔ اور ویسا ہی حال پانچ حدیثی دلیلوں کا ہے۔ اور اسلامی مناظر نے دو قرآنی دلیلیں اور دو حدیثی دلیلیں اپنے پرچہ نمبر میں اپنے دعویٰ حیناً مسیح ابن مریم کے اثبات کے لئے بیان کی ہیں۔ اور شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر ایسے استدلال کئے ہیں جن کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ مناظرین پڑھ کر خود فیصلہ کریں گے۔ ۱۲ مرتب

ع اسلامی مناظر نے یہ بات مدلل کر دی ہے کہ علت افضلیت کمال ہے نہ عمر کا زیادہ ہونا۔ ۱۳ مرتب

س کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں امتی اور خادم ہونے کی قابلیت نہیں۔ ۱۴ مرتب

ع یہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کے لئے سخت مغالطہ ہے کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ تَوْفِی باب تَفْعُل سے ہوا اور قائل خدا تعالیٰ ہوا اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور قبض کے معنی ہوتے ہیں۔ اگر اس کے برخلاف کوئی دیکھے تو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ تو اردو خوان اور انگریزی خوان سمجھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہود عریضیت سے ناواقف ہونے (جاری)

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

انعام کو حاصل کر سکے۔ پس جب اوقات ثابت ہو گئی تو حضرت مسیح موعود کی صداقت بھی ثابت ہو گئی۔ پس ۲۱ یاد رکھو کہ مسیح کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے اور کوئی آسمان سے نہ اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو آسمان سے اترتا نہ دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ وہ بھی حضرت مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان سے نہ

(بقیہ) کے یہ نہیں سمجھتے کہ تَوَفَّىٰ مَعَ الْقَبُودِ الْمَذْكُورِ سے قبضِ رون کے معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت تَوَفَّىٰ یعنی یا عیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اِیْ مَمْبِیْکَ اور آیت تَحَابُّ لَیْنِیْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ اِیْ اَمْتِنِیْ وفات مسیح بن مریم کو ثابت کرتی ہے، کیونکہ آیت تَوَفَّىٰ سے بر تقدیر تفسیر مَمْبِیْکَ بھی یہ ثابت ہوتا کہ مسیح ابن مریم زندہ ہجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، اور آیت تَحَابُّ لَیْنِیْ سے بر تقدیر تفسیر اَمْتِنِیْ جیسا حیات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی جو مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۔ پس جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام قرآن کریم سے ثابت کر دی تو حسب تحریر مرزا صاحب، مرزا صاحب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہوئے۔ ۱۳ مرتب

۲۔ یہ کیسا دھکوسلہ بدیہی ابطالان ہے کیونکہ قیامت کا وقوع سب اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے اور تمام اہل اسلام کو قیامت کے وقوع کے ساتھ اس لئے ایمان ہے کہ خبر صادق اور قرآن کریم نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔ اگر قادیانی مناظر کے اس دھکوسلے کو گھج مانا جائے تو قیامت کا وقوع بھی باطل ثابت ہوتا ہے کیونکہ یوں کہہ سکتے ہیں یہ پس یاد رکھو کہ قیامت کا وقوع محض جھوٹا خیال ہے۔ قیامت کوئی نہ ہوگی۔ قیامت کے ماننے والے جواب زندہ موجود ہیں وہ تو ہم مریں گے اور کوئی ان میں سے قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی وہ بھی قیامت کو نہ دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ ورا ز گزر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر قیامت واقع نہیں ہوئی۔ جب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ قیامت نہیں ہوگی۔ اور قیامت کا وقوع حق واجب الایمان ہے پس ثابت ہوا کہ یہ دھکوسلہ باطل ہے۔ قادیانی مناظر کے تمام پرچے ایسی ہی خیالی اور وہمی باتوں سے ہی بھرے ہوئے ہیں۔ ۱۴ مرتب

الْفُضْلُ الرَّحْمَانِي

اترے۔ تب دانشمند ایک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔

اور اگر مفتی صاحب ابھی ایک مثال جس میں کہ تَوْفِي باب تَفْعُل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول فی روح ہو۔ اور اس کے معنی بجسده العنصری آسمان پر لے جانے کے ہوں پیش کریں۔ تو میں ابھی نقد پچاس روپیہ مفتی صاحب کو انعام دوں گا۔ قرآن مجید، حدیث، یا لغت سے پیش کریں۔ اب میں آخر میں دعا کرتا ہوں۔

اے ہمارے قادر خدا! ہماری عاجزانہ دعائیں سن لے۔ اس قوم کے کان کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے۔ اور زمین تیرے راست باز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر جو ہر ایک طاقت اور قدرت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ التَّبَعَ الْهُدٰی

مناظر: جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

حاکم علی پریذیٹ جماعت احمدیہ

۱۹۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆☆☆

ایہ عوام کے لئے مغلطہ ہے ورنہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ میں توفی سے رفیع جسمانی ثابت کرتا ہوں۔ بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وَمَا قُتِلُوْهُ یَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ سے بخانا بَلْ اِنْطَالِبِہِ و تضرع قلب یہ امر ثابت ہے کہ کج ابن مریم زندہ و بجسده العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ۱۴ مرتبہ

۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر ۵

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ط

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ط

حضرات سامعین! یہ میرا آخری پرچہ ہے۔ آپ کو میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے رَفَعَ إِلَى اللَّهِ اور بَلْ اِبْطَالِيہ اور قَصْرِ قَلْبِ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے لے کر اور لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ اور مرجع ابن مریم ہونا لُيُؤْمِنَنَّ بِه قَبْلَ مَوْتِهِ سے لے کر

اس کی تشریح یہ ہے کہ آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۲ کے تحت ردہ کرچند باتیں قطعی طور پر ثابت کر دی ہیں۔ پہلی یہ کہ رَفَعَ إِلَى اللَّهِ سے مراد آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور اس تفسیر کی تائید میں دو حدیثیں اور ایک آیت اور عقلی شہادت پیش کی گئی ہیں اور تیسری اس تفسیر کی تائید میں مرزا صاحب کا قول پیش کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ اس آیت میں بقرآن نفی بَلْ اِبْطَالِیہ ہے اور بَلْ اِبْطَالِیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو ان دونوں وصفوں کے درمیان تنافی اور تضاد ہو دیکھو آیت ام یقولون بہ جنة بل جاءهم بالحق (مؤمنون) اور آیت ویقولون ۱ انا لنار کوا الھتنا لشاعر محضون ۲ بل جاء بالحق (طہ) اور آیت وقالوا اتخذوا الرحمن ولداً سبخنہ بل عباد مكرمون (انبیاء) پس بَلْ اِبْطَالِیہ کے مقتضاء کے لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ کیونکہ وہ صفت جس کا ابطال مقصود ہے یعنی قتل المسیح اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود یعنی رفع المسیح ان دونوں وصفوں کے درمیان تنافی و تضادیت اسی صورت میں تصور ہوتی کہ جب بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے بصورت زندگی رفع جسمانی مراد لی جائے اور رفع روحانی مراد لی جائے تو قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان تنافی و تضادیت نہ ہوگی اور قادیانی مناظر اس بَلْ اِبْطَالِیہ کے استدلال کا شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت ردہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ ردہ اور مناظرہ سے روشن ہے میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور تیسری یہ کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں قصر قلب ہے اور قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد المؤمنین دوسری وصف کا مزموم نہ ہو تاکہ مخاطب کا اعتقاد متکلم کے اعتقاد کے برعکس مقصود ہو اور قصر قلب کا یہ مختص بھی اسی صورت میں پورا ہوتا ہے جب کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے یہ مراد لی جائے کہ چونکہ مسیح ابن مریم مقررین سے ہے اس لئے قتل المسیح کو رفع المسیح لازم ہے۔ اور یہ قصر قلب کے خلاف ہے اور (جاری)

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

ان سپاہیوں سے لشکر تیار کیا۔ اور پھر میں نے ان کو ہتھیار مطابق شرائط جنگ مناظرہ پہنا کر میدان میں بھیجا۔ الحمد للہ کہ اس میرے لشکر کا زبردست فریق مخالف مقابلہ نہ کر سکا۔ بلکہ اس نے شکست کھائی۔ میں نے یہ ہتھیار نہایت کوشش سے تیار کئے تھے۔ اور دو خادم یعنی دو حدیثیں بھی اس لشکر کو رسد پہنچا کر تقویت دے رہی تھیں۔ اور پھر یہ بات قابل غور

(بقیہ) قادیانی مناظرہ اہل قعر قلب کے استدلال کا بھی شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ روکدا و مناظرہ سے واضح ہے۔ اور میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور ان دین و مآ قتلوا یقیناً بل رقعہ اللہ الیہ میں یہ خوبی ہے کہ یہ قرآن کریم کا فقرہ ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام و ذکر ہے اور رقعہ صیغہ ماضی کا ہے اور یہ جملہ خبریہ تعجبیہ ہے۔ اور مرزائی جماعت جو مخالفت برک دلائل پیش کرتے ہیں ان میں قرآن کریم کا ایسا فقرہ کوئی نہیں جو ان صفات مذکورہ کا جامع ہو اور آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ کے متعلق اسلامی مناظرہ نے شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر چند امور ذکر کئے ہیں۔ اول یہ کہ تمام مخلوقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس فعل مضارع کے اخیر میں نون تاکید ثقیلہ ہو اور ابتداء میں لام تاکید ہو اس فعل مضارع سے زمانہ استقبال اور خبر دینی مراد ہوتی ہے جیسا لِيُؤْمِنَنَّ میں۔ دوسرا یہ کہ موع کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے۔ ایک سیاق کلام کے لحاظ سے اور دوسرا موع کی نور اللہ بن صاحب نے بھی اس ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم کو قرار دیا ہے جن کی مرزا صاحب نے دینی رنگ میں اہل دوج کی توہین کی ہے۔ اور تیسرا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی کو ثابت کرتی ہے کہ مَوْتِهِ کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے۔ اور ان امور مذکورہ کے لحاظ سے آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجود وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ اہل کتاب تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ قادیانی مناظرہ اس دلیل کا بھی شرط نمبر ۲ و شرط نمبر ۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ روکدا و مناظرہ سے روشن ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۔ اسلامی مناظرہ نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں قرآنی دلائل کے علاوہ دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں۔ ایک یُنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَعْبُذُ وَيُؤَلِّدُ لَهُ..... الحج اور دوسری لِيُوْثِقُنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا..... الحج۔ اور ان دونوں حدیثوں سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے الفاظ سے حقیقی معانی مراد ہیں نہ مجازات۔ کیونکہ بروئے قواعد فن بیان مجاز و باں لی جاتی ہے جہاں حقیقت معجز رہو اور مرزا صاحب ان حدیثوں میں حقیقت کے امکان کے قائل ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں“ (دراۃ اہم ص ۹۹۸) اور بلحاظ قانون فن بیان اور مرزا صاحب کے تسلیم امکان ان دو حدیثوں سے بھی حیات مسیح ابن مریم ثابت ہوگئی۔ اور قادیانی مناظرہ ان حدیثوں کا بھی شرط ۱ و شرط ۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ روکدا و مناظرہ سے واضح ہے۔ ۱۲ مرتب

الظفر الرابع

ہے کہ منطوق ۱ دلائل کا عام دلائل مقابلہ نہیں کر سکتے۔

دیکھو المطلقَات يَتَرَبُّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ میں حاملہ اور غیر حاملہ اور شوہر دیدہ

۱۔ قادیانی مناظر نے جو وفات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے مغالطات برنگ دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے اور مسیح ابن مریم کی شخصیت کا ان میں کوئی ذکر نہیں۔ جیسے وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ لَقَوْلٍ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَائِكُمْ فَرَأَيْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَائُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِلَّا إِنَاثًا تَغْلِبُونَ فَكَلِمَةٍ بِاللَّهِ فَهَيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادِكُمْ لِغَافِلِينَ (اس) اور مَا مَحْضَمٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ. اور وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ. اور فِيهَا تَخْبُونَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ. وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ اور أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءٍ اور وَمَنْ نَعْمَرِهِ نَبْكَسُهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ اور وَمِنْكُمْ مَنْ يَتُوفَى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْدَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْنًا (ع)

اسلامی مناظر نے ان آیات عامہ کے تفصیلی جوابات دے کر پھر اپنے پرچہ نمبر ۵ میں اجمالی و اصولی طور پر بھی جواب دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ یہ امر مسلم ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دیکھو المطلقَات يَتَرَبُّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ یعنی مطلقہ عورتوں کے لئے حد سے تین حیضیں ہیں۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ اور غیر حاملہ شوہر دیدہ اور شوہر نا دیدہ حاملہ اور غیر حاملہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی حدت تین حیضیں ثابت ہوتی ہے۔ اور دیکھو يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْلَمُونَهَا لَعَلَّيْنِ اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں سے نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کرو تو ان عورتوں کے لئے کوئی حدت نہیں۔ یہ مطلقہ شوہر نا دیدہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے اور دیکھو

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مِنَ الْمُحْضِ مَنْ نَسَابِكُمْ إِنْ أَزْنَحْتُمْ فَعَلَيْتُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ وَأَوَّلَاتِ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (الطلاق)

یعنی وہ عورتیں جن کی بوجہ کبریا کے حیض بند ہو چکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں ان کی حدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورتوں کی حدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت غیر حاملہ اور حاملہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے یہاں یہ عام دلیل ان خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نا دیدہ اور غیر حاملہ حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور دیکھو إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اور خَلَقْنَاهُ مِنْ نَرَابٍ ویسا ہی چونکہ آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اور آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے لئے خاص منطوق دلیل ہیں۔ یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے عام دلائل کا یہ اجمالی و اصولی طور پر جواب دیا ہے۔ لیکن انہوں نے مختوم محمد صدیق صاحب امیر جماعت احمدیہ کے فہم وادراک پر کہ انہوں نے اپنے اشتہار میں یہ لکھا ہے۔ ”طلاق اور حیض والی عورتوں کے مسائل شنائے شروع کروئے۔ غیر متعلقہ مسائل کے بیان کرنے سے کچھ دیر طبقہ پر ظاہر ہو گیا کہ مفتی صاحب سخت گھبرائے ہیں اور ان کا علمی ذخیرہ ختم ہو گیا۔ جب ہی تو حیات مسیح کے مسئلہ کو چھوڑ کر حیض اور طلاق کے مسائل بیان کرنے لگ گئے۔“ انتھی۔ اب اس علم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر کا یہ مضمون حسب قول مختوم صاحب غیر متعلقہ ہے یا موضوع مناظرہ کے ساتھ چسپاں و مربوط ہے۔ مختوم صاحب اس فہم وادراک میں معذور ہیں کیونکہ ان کی علمی بضاعت اسی قدر ہے۔ ۱۳۲۲ھ

الْقُلُوبُ السَّاجِدَاتُ

اور شوہر نادیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب داخل ہیں۔ لیکن یہ آیت عام ان آیات خاص کا مقابلہ کر سکتی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا. اور وَالَّتِي يَتَسَنَّنَ مِنَ الْمَحِيضِ مَنْ يَسَاءَلُكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحْضُنَّ وَأُولَاثِ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.

اور آپ! جو تاریخ نبوت بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ الہام نے مرزا صاحب کو نبی بنایا ہے اس لئے جب سے وہ ملہم ہیں اسی وقت سے نبی

۱۔ اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ دعوی نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم ان کو مغربی اعتقاد کرتے ہیں اور اسلامی مناظر نے مرزا صاحب کی تین کتابوں کے حوالے دیے ہیں۔ چشمہ معرفت، از الہ اوہام برائین احمد یہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے وقت مرزا صاحب کی کبھی حالت تھی۔ مرزا صاحب اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں۔ ”اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی۔“ ص ۳۱۔ اور مرزا صاحب از الہ اوہام میں لکھتے ہیں۔ ”اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو در حقیقت وہی بنادیا ہے۔ وَتَكُنَّ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور یحییٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے وَتَكُنَّ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (ص ۵۵) اور جمالی مناظر نے برائین احمد یہ کی عبارت بطور اثر ام نہیں پیش کی جیسا کہ اس نے اپنے پرچہ نمبر امیں تصریح کی ہے۔ اور اگر بطور التزام پیش کی جائے تو پھر بھی شرط نمبر ۱ کے خلاف نہیں کیونکہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت الہام ہے اور بوقت تصنیف برائین احمد یہ مرزا صاحب ملہم تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت الہام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو پہلے پہلے اقرا باسم ربک الذی خلق کی وحی ہوئی تو اسی وقت نبوت کا وقت شروع ہو گیا نہ یہ کہ قرآن کے کثیر حصہ کے نزول کے بعد نبی بنے۔ تو اس لحاظ سے جب مرزا صاحب کا دعوی نبوت ہے تو ان کو اور ان کے مریدوں کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب جب سے ملہم ہیں تب سے ہی اپنے زعم میں نبی ہیں۔ ۲۔ مرتب

الْقَلْبُ الرَّجَائِي

ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو صحابی ہیں جو شرائط کے مخالف نہیں۔ اور ابن عباس^۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مُتَوَفِّیْکَ سے مُمِیْتُکَ مراد لینا اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں بلکہ اسی آیت اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ..... الاٰیۃ سے رفع جسمانی ثابت ہوتی ہے اور الوافع کا معنی اعزاز دہندہ کو یہ منافی نہیں کہ رفع جسمانی بھی مراد لی جائے یا رفع روحانی ہی مراد لی جائے۔ اور اَمْتِنِّیْ^۲ کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے۔ اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور فقرہ^۳ حدیث ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی میں ظاہر ہے کہ گو فاعل مذکور نہیں لیکن یہ دفع فی الحقیقت من جانب اللہ ہے جو اس لحاظ سے فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہے۔ اور اِنِّی مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ وغیرہ میں رفع الی اللہ کا ذکر نہیں بلکہ ہجرت الی اللہ یا فرار الی اللہ وغیرہ۔ اور اَنْتُمْ اَتِمُّوْا الصَّیَامَ اِلٰی اللَّیْلِ سے صاف ظاہر ہے کہ رات ہوتے ہی افطار کیا جائے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ تمام رات گزار کر اخیر جزوات میں افطار کیا جائے۔ تو یہی حال رفع الی اللہ یعنی رفع الی السَّماء کا ہے۔ اور مطابق فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ جب وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ سے یہود کا اعتقاد معلوم ہے تو پھر تورات کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور (استثناء باب ۲۱، ۲۰۲) میں درج ہے کہ مجرم مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ نہ کہ مطلق مصلوب۔ اور ابن مریم کا بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آنا

۱۔ اس کا بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ کیونکہ کناہ اور حقیقت دونوں محامد ہو سکتی ہیں۔ ۱۲ مرتب

۳۔ اسلامی مناظر نے جب یہ فقرہ لکھ دیا ہے تو تمام مناظرہ میں سے اسی بات پر زور دینا یہ قادیانی مناظر کی تقلید کی دلیل

ہے۔ ۱۲ مرتب

۴۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ۱۲ مرتب

اس کے منافی نہیں کہ مجذد ہو کے اخیر زمانہ میں آئے۔ اور میرے مناظر صاحب نے جو کئی ایک نمبر دیکر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں ان کا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ کا فرض تھا کہ پہلے مضمون لکھتے اور پھر اس پر آیت قرآنی یا حدیث نبوی پیش کرتے۔ اور معراج کی رات کو آنحضرت ﷺ کا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا اس سے موت لازم نہیں آتی۔ اور لَکِنُّ شُبُهَ لَهُمْ کے قصہ کو آپ نے کیوں چھین دیا۔ ہم نے تو بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے مع لحاظ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ حیات مسیح ثابت کی ہے بلکہ قابل غور یہ بات ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بَلْ ہے جو ماضی پر داخل ہے اور بلحاظ اَم يَقُولُونَ بِهِ جَنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وغیرہ ضروری ہے کہ اس ماضی کی ماضویت ماقبل کے لحاظ سے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ واقعہ یہود پیچھے ہو۔ اور پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو اس سے عقیدہ احمدی کی تردید ہوتی ہے اور میرے مناظر صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آنحضرت ﷺ کی افضلیت پر بڑا زور دیا۔ لیکن مرزا صاحب پھر یہ کیوں فرماتے ہیں۔

”منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد“

اور پھر مرزا صاحب اپنی کتاب ”چشمہ معرفت“ میں کیوں بیان کرتے ہیں کہ ”مجھے اس قدر معجزات دیئے گئے ہیں کہ اگر وہ معجزات ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ہر ایک کی نبوت ثابت ہو جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل

اسلامی مناظر نے اس فقرے کے ساتھ مرزائی عقیدہ کی تردید کی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم صلیب پر چڑھائے گئے لیکن تکلیف کھینچ کر زندہ اتر آئے اور کچھ عرصہ بین پر گزار کر فوت ہو گئے۔ اور تردید کی تفصیل یہ ہے کہ آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بَلْ ابطالہ ماضی پر داخل ہے اور بَلْ ابطالہ جس ماضی پر داخل ہو اس ماضی کی ماضویت ماقبل بَلْ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جیسا اَم يَقُولُونَ بِهِ جَنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ میں اتیان بالحق پہلے ہے اور لبسہ ہوا میں پیچھے ہے ویسا ہی بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی رفع پہلے ہے اور واقعہ قتل پیچھے ہے۔ یعنی مسیح ابن مریم صلیب چڑھائے ہی نہیں گئے۔ ۱۲ مرتب

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

ہو کر شرف امتی حاصل کرنے کے لیے زندہ ہیں جو امت محمدیہ میں داخل ہو کر تجدید دین کریں گے۔ اور ہم لوگ تو اس بات کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔

كُلُّهُمْ مِنْ رُسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ شَفَا مِنَ الدِّيمِ

اور میں نے پہلے پرچہ میں لکھ دیا ہے کہ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا..... الآية میں استثناء بعد نفی کے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو۔

افسوس! جان بوجھ کر چھیڑتے ہیں۔ اور دیکھو ۲ یا عیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ

..... الآية میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہونا مطابق معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نیز ثابت ہے۔ کیونکہ مُتَوَفِّیْکَ سے مُمِیْتُکَ مراد لیا جائے تو بھی بلحاظ ہر چہار ضماں خطاب اور بلحاظ واو عاطفہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور واو عاطفہ کے متعلق قاعدہ نحوی متعلق عدم ترتیب ملاحظہ ہو۔ اور نیز اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةً (بقرہ) وَقُولُوا حِطَّةً وَاَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (اعراف) ملاحظہ ہو۔

ایہ بیت قصیدہ بردہ کا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ مجمع کمالات ہیں اور دیگر انبیاء کے کمالات کو آنحضرت ﷺ کے کمالات کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک چلو کو دریا کے ساتھ نسبت ہے۔ یا ایک چوئے کو باران کے ساتھ نسبت ہے۔ اور پھر یہ کمالات بھی دیگر انبیاء نے آنحضرت ﷺ سے حاصل کئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلہ آفتاب ہیں اور دیگر انبیاء بمنزلہ چاند کے ہیں۔ اس کی تشریح ہو چکی ہے۔ ۱۲۰

اخیری فیصلہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا
وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ أَوَّلَ نَبِيٍّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِيمَانَ
لَيَأْزُرُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْزُرُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا. (مشفق علیہ، مشکوٰۃ)

دیکھو کہ مدینہ طیبہ میں اس وقت کوئی احمدی جماعت میں سے نہیں ہے۔ بلکہ کلہم
دوسرے مسلمان ہیں۔ اسی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس مذہب کا نام اسلام ہے، مذہب
احمدی اس میں داخل نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کے سوائے جو اور مذاہب ہیں ان میں سے
ہے پس ثابت ہوا کہ مطابقِ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ کے یہ مذہب احمدی حق نہیں۔

دستخط : اسلامی مناظر

مفتی غلام مرتضیٰ

دستخط : پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

ازمکتوبہ ضلع ملتان

مولوی غلام محمد

یعنی فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہ اسلام غربت میں شروع ہوا اور غریب غربت کی طرف رجوع کرے گا جیسا کہ شروع ہوا اور غریب
فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یقیناً ایمان واپس ہوگا طرف مدینہ طیبہ کے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف واپس ہوتا ہے۔ ۱۲ مرتب

دُعَاء

”اے ہمارے قادر مطلق ہماری مخلصانہ دعائیں سن لے۔
اس قوم کے کان اور دل کھول دے جو تیرے حبیب خاتم النبیین ﷺ
کے سایہ سے لوگوں کو نکال کر منہ بنی کے سایہ کے نیچے داخل کرنے کی
کوشش میں ہیں۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ مطابق پیشگوئی لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ شَكْلَهُ تمام ادیان باطلہ اٹھ جائیں اور تمام دنیا میں دین
اسلام ہی پھیل جائے۔ اور ہر جگہ اور ہر ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ کے
نعرے بلند ہوں جو معلم توحید ہے۔ (۲۱ مرتب)

ناظرین

غور فرمائیں کہ جو شخص مومن ہے وہ مطابق آیۃ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ
اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے کیونکہ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔ اور معشوق جب ایک امر کے
متعلق فیصلہ کر دے تو عاشق مِنْ حَيْثُ هُوَ عَاشِقٌ کو یہ حق نہیں کہ اس فیصلہ کی مصلحت
دریافت کرے۔ اگر مصلحت دریافت کرے تو وہ عاشق الہی نہیں۔ تو پھر مطابق آیۃ مذکورہ وہ
مومن بھی نہیں۔

روندِ مناظرہ کے پڑھنے سے روشن ہو گیا ہوگا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے
آیۃ مذکورہ پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے خلاف۔ اور نیز روشن ہو گیا ہوگا کہ

مطابق اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے تمام دلائل کے جانب مخالف کے احتمالات راجحہ بلکہ یقینیہ پیدا کر کے اس کے تمام استدلال کو باطل کر دیا ہے۔ اور قادیانی مناظر اسلامی مناظر کے دلائل کے جانب مخالف کا احتمال مرجوح بھی نہیں دکھا سکا۔

علماء و فضلاء حاضرین مناظرہ کثیر التعداد کے آراء حقہ متعلق مناظرہ موصول ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بوجہ خوف طوالت فقط چند علماء و فضلاء کی آراء حقہ بطور مشتمہ نمونہ خروار ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے دلائل قویہ اور تبحر علمیہ کا پتہ چلتا ہے۔

عالم بيشمل فاضل نے بدل علامہ دہر

مولانا حضرت جناب مولوی غلام محمد صاحب

(ساکن گھوڑا خان پریذینٹ)

(اسلامی جماعت)

احقر بحیثیت صدر جماعت اسلامیہ مناظرہ واقعہ موضع ہریاض گجرات بتاریخ ۱۸ و ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء ظاہر کرتا ہے کہ جماعت اسلامیہ کی طرف سے ہمارے ملک کے مشہور فاضل مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانہ ضلع شاہ پور مناظر تھے۔ اور قادیانی جماعت کے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل تھے جن کا اس سے زیادہ کچھ پتہ نہیں۔ اس مناظرہ کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ:

..... انعقاد مجلس مناظرہ کے متعلق مفتی صاحب کے مساعی جمیلہ قابل شکر یہ ہیں۔ یہ مفتی

صاحب کا ہی اثر تھا کہ جس مناظرہ کی ذمہ داری برے بڑے افسر نہ لے سکے اس کا ذمہ وار مفتی صاحب کا ایک معتقد ہو گیا۔ مفتی صاحب نے بڑی کوشش کی کہ مناظرہ ضرور ہوتا کہ قادیانی جماعت کو حوصلہ نہ لے کا موقع دیا جائے اور ان کے خیالات کا پورا قلع قمع کر دیا جائے۔ گو قادیانی جماعت نے بے حد کوشش کی کہ مناظرہ نہ ہو سکے۔ مگر مفتی صاحب کی تدابیر نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اگر قادیانی جماعت حق شناس ہوتی تو اس کو مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا۔

۲..... مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر کہ وہ نے آفرین آفرین کہی۔ باوجودیکہ فریق مخالف کا مناظرہ نہایت بد خو تھا۔ اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو مفتی صاحب کی ذات کے متعلق اس نے استعمال کئے جمع کئے جائیں تو کافی تعداد ہو جائے۔ مگر مفتی صاحب نے اپنی کوہ وقاری و نہی و جلی شرافت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔ میرے خیال میں فی زمانہ ایک مولوی صاحب کے لئے یہ حلم و بردباری تقریباً محال ہے۔

۳..... قادیانی مناظر نے گو حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حسب عادت فرقہ ہذا نہایت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے۔ مثلاً کہا کہ مسیح (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو کھلا کا کھلا واپس نہیں آنے دیتا جس کا مطلب بیان کرتا بھی کفر ہے۔ اور بزرگوں کی اہانت کے کلمات سننے سے ہر مسلمان کو جوش آ جاتا ہے۔ مفتی صاحب بھی جوش میں آئے اور مناسب تھا کہ جھوٹے مسیح کو بھی کھلا ٹھوکتے مگر آپ نے مرزا صاحب کے متعلق نہایت عزت کے الفاظ استعمال کئے جو کسی مسلمان کو نہ بھاتے تھے۔

۴..... قادیانی مناظر نے دو دفعہ قرآن کریم کو سخت غلط پڑھا۔ ایک تو آیت اَنْتَ قُلْتَ

لِلنَّاسِ الْآيَةُ كَوَافِرٌ دُوسَرُ مَا كَانَ لِبَشَرٍ..... الآية کو جس کی وجہ سے میدان مناظرہ میں سخت ایلٹری پھیل گئی۔ اس واسطے کہ قرآن شریف کو غلط پڑھنا سخت قبیح ہے اور پھر عوام کے نزدیک تو یہ بالکل افتح ہے۔ میں نے دیکھا کہ عوام مفتی صاحب اور احقر کے سکوت کو بے محل قرار دے کر فساد پر آمادہ ہیں۔ چنانچہ حافظ غلام محمد صاحب ساکن میانہ گوندل کا نام نامی مجھے یاد ہے اور ان کی وہ جھنجھلاہٹ والی شکل یاد ہے جس سے باور ہوتا تھا کہ قادیانی مناظر کو شاید نگل جائیں گے۔ مگر مفتی صاحب نے لوگوں کو سخت منع کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ گوبال بھی ہو۔ اس واسطے کہ ذمہ دار اس کا میں ہوں اور شریف اپنی ذمہ داری کو نبھایا کرتا ہے۔

۵..... قادیانی مناظر کے سارے مناظرہ کے اجلاسوں کی بے قاعدگیاں یعنی خلاف ورزیاں شرائط مقررہ فریقین ۴۹ ہیں۔ اور مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرائط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتا۔

۶..... مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیقی والزامی تقریب تمام سے مزین تھی۔ مگر قادیانی مناظر بالکل تقریب کے قریب نہ جاتا۔

۷..... مفتی صاحب اپنا بیان تقریری و تحریری بڑے آرام اور نرمی سے سناتے تھے۔ مگر قادیانی مناظر کی زبان کی رفتار بہت تیز تھی۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سلسلہ جماتی تھی مگر قادیانی مناظر کی تقریر کامل تنفیر کا موجب ہوتی تھی۔ بلکہ بعض تو اٹھ کر چلے جاتے تھے۔

۸..... قادیانی جماعت نے مفتی صاحب پر پہرہ لگا دیا کہ کسی سے مدد نہ لے سکیں۔ جب ہم نے بھی قادیانی مناظر کے متعلق ایسا انتظام کرنا چاہا تو مفتی صاحب نے روک دیا اور فرمایا کہ جس سے مدد لیں روکو نہیں۔ چنانچہ ایک پتلے دبلے عینک دار قادیانی مناظر کی کاپی کی

اصلاح کرتے رہے اور مفتی صاحب کے علمی اعتماد نے انہیں اپنے ارمان نکالنے دیئے مگر ہوا وہی جو منظور ایزدی تھا۔

۹..... جب پہلے دن کا اجلاس ختم ہوا تو اسلامی جماعت کو خیال آیا کہ مجمع کثیر ہے اور فرصت کو ہاتھ سے نہ بھوننا چاہئے اور سلسلہ تبلیغ شروع کرنا چاہئے۔ تاکہ عوام آریہ وغیرہ کے خیالات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اس کا اعلان کیا گیا مگر قادیانی مناظر معہ قادیانی جماعت نہایت ناراض ہوئے اور کہا کہ اگر تبلیغ وغیرہ کا ارادہ ہے تو ہم کو گوارا نہیں۔ پس ہم جاتے ہیں لہذا تبلیغ کا سلسلہ روکا گیا۔

۱۰..... قادیانی جماعت نے پہلے دن ایک صدر مقرر کیا اور دوسرے دن دوسرا صدر مقرر کیا تاکہ کسی طرح سے مسلمان لوگ ہماری مخالفت کریں اور ہم دوسرے دن کا مناظرہ کئے بغیر نکل چلیں۔ احقر صدر اسلامی جماعت بار بار وقت کی پابندی کی تاکید کرتا تھا۔ مگر صدر قادیانی جماعت فرماتے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ اتفاقاً احقر کہہ بیٹھا کہ آپ کی گھڑی مجھ دے یعنی نئی ہے جس پر قادیانی جماعت بگڑ گئی اور بڑے اصرار سے روبراہ ہوئی جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے نکل چلیں۔

فَتْلُكَ عَشْرَةَ كَامِلَةً وَلَدِينَا مُزِيدٌ

اس سے ناظرین اندازہ لگالیں کہ کون مفتوح ہوا اور کون فاتح۔ میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا تھا کہ اگر مفتی صاحب کی تقریر مرزا صاحب خود بھی سنتے تو مسلمان ہو جاتے مگر ہدایت مقدّر نہ تھی۔

احقر غلام محمد
ساکن گھوڑہ ضلع ملتان

جامع الفنون النقليہ والعلوم العقليہ مولانا مولوی محمد نجم الدین صاحب

پروفیسر اور فیکلٹی کالج لاہور

تاریخ ۱۸ و ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء ایک تحریری مناظرہ اہل اسلام و اہل قادیان میں منعقد ہوا۔ ماضی میں سے ایک میں بھی تھا۔ اہل اسلام کے مناظر جناب مولانا مولوی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی تھے۔ اور اہل قادیان کی طرف سے مولوی جلال الدین شمش تھے۔ میں نہ صرف تقاریر و دلائل جانبین میں حقانیت کے عنصر غالب کا متلاشی تھا۔ بلکہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ پابندی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کونسی جانب متانت و ثقاہت استقلال و تحمل سے کام لے رہی ہے۔ مجھے دور و زہ تجربہ کی بنا پر افسوس سے یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ قادیانی مناظر نے متانت مجیدگی کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف شرائط مناظرہ کی پابندی سے آزادی کا عملاً اعلان کیا بلکہ اسلامی مناظر کی شخصیت پر بار بار تحریروں میں شوخیانہ اور غیر شریفانہ حملے کر کے اپنی تنگ نظری و حقیر مائیگی پر شہادت دی۔ مفتی صاحب جہاں عزم و ثبات، وقار و استقلال ان کا طرہ امتیازی تھا وہیں متانت و شرافت، تہذیب و شائستگی کے پیکر بن کر موافق و مخالف سے تحسین لے رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا مفتی صاحب کے دلائل و شواہد کو توڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ ادھر ادھر کے غیر مربوط و غیر متعلق امور سے حاضرین کی تواضع کرتے رہے۔ مناظرہ آخر تک سکون و امن سے ہوتا رہا یہ سکون اور زیادہ ہو گیا جب آخر میں آفتاب صداقت کی ضیا باریکی سے کذب و بطلان کی گھنگور گھٹاؤں کا شیرازہ سراسر منتشر ہو گیا۔ والسلام

محمد نجم الدین

پروفیسر اور فیکلٹی کالج لاہور

جناب مولانا مولوی ابوالقاسم محمد حسین صاحب مولوی فاضل

از کولونا ز خلع کو جرانوالہ

مکرم بندہ حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہریا سے روانہ ہو کر میں جلال پور جٹاں پہنچا تھا۔ وہاں دو تین تقریریں مرزا جی کے کفر والحاد پر ہوئیں جن سے نہایت عمدہ اثر ہوا۔ اس کے بعد یہی مولوی جلال الدین شمس قادیانی معذ ان چودھری صاحب کے جو وہاں جلسہ ہریا میں پریذیڈنٹ تھے جلال پور آئے۔ شرائط مناظرہ طے نہ ہوئے۔ لہذا وہاں کی انجمن نے اعلان کر دیا کہ مرزا صاحب قادیانی کے کفر والحاد پر تقریر ہوگی۔ جلسہ ہوا۔ قادیانی بھی مجبوراً آئے اور مناظرہ میں پھنس گئے کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے مرزائیوں کو دعوت دی تھی اس نے بھی ان کی شکست کا اقرار کیا اور مرزائی بصد رسوائی وہاں سے بھاگے۔ شیعہ و سنی اخباروں میں ان کی شکست کا حال شائع ہوا۔ فالحمد للہ علی ذلک

مناظرہ ہریا کے متعلق خاکسار کی رائے

میں مناظرہ ہریا میں جو مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب و مولوی جلال الدین صاحب شمس دربارہ حیات مسیح منعقد ہوا تھا حاضر تھا۔ مناظرہ دو دن نہایت خوش اسلوبی سے ہوا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے قرآن کریم سے دو دلیلیں حیات مسیح علیہ السلام پر پیش کیں جن کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا اور قواعد عربیت سے نہایت محکم استدلال کے ساتھ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں ان کا جواب مرزائی مناظر صاحب سے کچھ نہ ہو سکا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

الْقَظْفُ السَّرْحَانِي

ان ادلہ کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اہل علم جو قواعد عربیت کے ساتھ قرآن کریم کی آیات سے حیات مسیح پر استدلال کرتے ہیں مرزائی مناظر ہر مناظرہ میں مہبوت رہ جاتے ہیں اور وہ اسے کج بحثی اور دفع الوقتی کے ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح پر شمس قادیانی نے پندرہ دلیلیں جو درحقیقت مغالطات تھیں وفات مسیح ﷺ پر پیش کیں۔ مگر کسی کو بھی صاف طور پر وفات مسیح ﷺ سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ اہل علم کی نظر میں صرف ابلہ فریبی اور دفع الوقتی تھی اور یہی اس قوم کا مشن ہے جس کو مرزا صاحب نے اپنی امت کے لئے مسنون قرار دیا۔

مصرعہ: ”وَلِكُلِّ قَوْمٍ سُنَّةٌ وَأَمَامُهَا“۔ الغرض شمس صاحب قادیانی اگر چہ زود نویسی کی وجہ سے نقل رسائل وغیرہ سے بہت سے اوراق سیاہ کر دیتے تھے۔ اور خلاف شرائط مناظرہ بہت جلدی تقریر کر کے مرزائی تبلیغ بھی کرتے جاتے تھے۔ مگر مفتی صاحب ممدوح کے ادلہ قطعیہ اور براہین نقلیہ کا جواب نہ دے سکے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ط

ابوالقاسم محمد حسین علی عنہ مولوی فاضل

از کولتاری

مولانا مولوی محمد کامل الدین صاحب منشی فاضل از میلو وال

حال مقیم رتو کار تحصیل بہلوال ضلع شاہپور

میں مناظرہ ہر یا کے سب اجلاسوں میں شریک رہا۔ علامہ مفتی صاحب نے اپنا دعویٰ صرف ایک آیت وَمَا قَتَلُوهُ..... الایۃ سے بھی ثابت کر دیا اور اس آیت سے اسی طریقہ پر استدلال بر حیات مسیح علیہ السلام کیا جو شرائط میں مشروط تھا۔ یعنی آیت کے ان معنی جو احادیث نبوی اور اقوال صحابہ و قواعد صرف، نحو، لغت معانی، بیان، بدیع، کے عین مطابق تھے مولوی جلال الدین احمدی اپنے دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام کے لئے تذبذب کی حالت میں کبھی کوئی آیت پیش کرتے تھے کبھی کوئی۔ کبھی تورات تحریف شدہ کو پیش کرتے تھے۔ کبھی اشعار مرزا صاحب زبان پر لاتے تھے جو شرائط مجہ زہ کے بالکل خلاف تھا اور اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ خود ان کو کسی ایک آیت پر اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے پورا وثوق اور تسلی نہیں۔ بلکہ تمام حاضرین نے قادیانی مناظر کی گھبراہٹ اور علامہ مفتی صاحب کے استقلال کو اچھی طرح اس وقت پر کھا جبکہ مفتی صاحب دوسرا پرچہ لکھ کر مولوی جلال الدین صاحب کو دینے لگے تو انہوں نے مفتی صاحب کو کہا کہ آپ اخیر پرچہ میں ان الفاظ کے ساتھ قسم لکھ دیں۔ ”مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں نے یہ پرچہ اسی اجلاس میں لکھا ہے اور میں نے کسی غیر سے امداد نہیں لی“۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے بلا توقف یہ الفاظ لکھ دیئے۔ حالانکہ حضرت مفتی صاحب نے قادیانی مناظر سے پہلے کوئی قسم وغیرہ طلب نہیں کی۔ حالانکہ قادیانی مناظر سے ضرور قسم لینی چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے بعض امور کی بابت میرے ہم جماعت اور اپنے استاد مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل سے مدد لی ہے۔ جس کا مجھے ذاتی علم ہے اور اس بات پر میں مولوی صاحب موصوف کے ساتھ قسم اٹھانے

کے لئے تیار ہوں۔ اور باوجود اس بات کے کہ مفتی صاحب کو آج تک کبھی کسی میدان مناظرہ میں آنے کا موقع نہیں ملا صرف ایک آیت میں اپنے مناظر کو لا جواب کر دیا۔ خصوصاً ایسی قوم کے مقابل کھڑا ہونا نہایت ہی مشکل ہے جو قرآن کریم میں تحریف کرنے اور احادیث میں رد و بدل کرنے سے ذرا بھر بھی نہیں جھجکتی۔ اس بات کا پورا ثبوت مرزا صاحب کے اس قول سے چلا ہے جو انہوں نے ”اعجاز احمدی“ میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ :

”جو حدیثیں میرے الہام کے خلاف ہوں ہم ان کو ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں“ یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اگر مرزا صاحب کے وہ اقوال اور الہامات پیش کئے جائیں جو صراحۃً قرآن کریم اور احادیث کے خلاف ہوں تو ادھر سے پہلو تہی کر کے ان کا لقب تشابہات تجویز کیا جاتا ہے۔ مثلاً ع

”منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشد“

دوران گفتگو جلسہ گاہ میں میرے سائق ہم جماعت مدرسہ حمیدیہ لاہور مولوی محمد اسماعیل صاحب احمدی جلاپوری مولوی فاضل دمشقی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان نے علامہ مفتی صاحب کی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب ایک عالی دماغ آدمی ہیں اور تقریر سے ان کی علمی لیاقت نکلتی ہے۔ بوقت تقریر مفتی صاحب کے حق میں لافض فوق کی صدائیں آرہی تھیں۔ رپورٹ شائع ہونے پر مولوی جلال الدین صاحب کو پتہ چلے گا کہ میں کیا اور کس سے باتیں کر رہا تھا۔ نعرہ

ستعلم لیلی ای دین تدایننت وای غریم فی التقاضی غریمها

ع ”حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم“

حافظ کامل الدین دمشقی فاضل مولوی

مقیم رتو کالہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء

مولانا مولوی امام الدین صاحب (ساکن کندوال تحصیل پنڈا داغخان ضلع جہلم) ع

بحث کا جو تھا نتیجہ آگیا مرجا صد مرجا صد مرجا
میرزا یوں کی عجائب گت بنی جب مباحثہ شہر ہریا میں ہوا
میرزا یوں کے جلال الدین تھا اہل سنت سے غلام مرتضیٰ
بحث تھی عیسیٰ کی زندگی موت میں یعنی عیسیٰ زندہ ہے یا مرگیا
معیار تھا قرآن ہم قول نبی ﷺ فیصلہ اس پر مسلم ہو چکا
مفتی صاحب جب پڑھا قرآن شریف لحن داؤدی سے جلسہ بھردیا
آیت اِنَّا قَتَلْنَا جب پڑھی رَفَعَهُ اللّٰہ سے یہ ثابت کر دیا
زندہ ہے عیسیٰ ابھی افلاک پر دیکھ لے نکتہ عجب بَلٰ میں پڑا
ہے یہ اضربۃ ابطالیہ بَلٰ اور قصر قلب ہے اس میں چھپا
موت کو باطل کیا ماقبل نے جو کہ پہلے آچکا نافیہ مَا
رَفَعَهُ سے یہ آوازے آرہے زندہ ہے وہ آسمان پر چڑھ گیا
اس میں ہیں اثبات جسد غصری اس کا منکر ہے نہیں جز اشقیاء
بَلٰ کے اندر پھس گیا صنعی شمس منہ پہ پر وہ پڑ گیا کسوف کا
ہاتھ پاؤں مارے سب لیکن کہیں رستگاری کا قصہ ہرگز راہ ملا
سب کو روشن ہو گیا زندہ مسیح علیہ السلام موت کا قائل ہوا ہے روسیا
ہر طرف سے آرہی تھی یہ ندا آفریں صد آفریں مفتی غلام مرتضیٰ

راقم امام الدین

از کندوال ڈاک خانہ بلد شریف

مولانا مولوی شیخ امام الدین صاحب (ساکن ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات) ع
بھگوان اللہ خدا بنمود مارا غلام مرتضیٰ حق کا پیارا
بہ ہریا قدم رنجہ چوں بفرمود دیا کر حق و باطل میں ستارا
لوائے مرزائی منہدم شد بمیدان مباحثہ آشکارا
غلام مرتضیٰ در ملک پنجاب چمکتا ہے ہدایت کا ستارا
گنوید شیخ از شادی ہمہ دم عجب ہیں عالم دینی دلارا
ایضاً ع

یا اے طالب صدق و صفائی ہمیں در صدق شان کبریائی
چو آمد صدق و حق باطل نہاں شد عیاں شد صدق و حق را در باری
گروہ احمدی زیر و زبر شد چو غالب شد بیان مرتضائی
چو بشیدند علم مفتی دیں شکست آمد بشان میرزائی
بزیر سائبائے مغولان مباحثہ گشت بھر رہنمائی
کہ تا داند سنی حق و باطل کنند از فقر فقہ ضالۃ جدائی
کمر بستہ درآمد مفتی دیں بسر کردہ کلاہ چشتیائی
سلیمان دار برکری نشست چو یوسف دار از اخوان رہائی
ایضاً ع

واہ سبحان اللہ رب خالق سوہنا کم بنایا
جلسہ وچ میانی آیا ہریے رب لیایا

باغِ قلوبِ اساڈیاں اُٹے گھٹی بادِ بہاری
ہسیاں کلیاں ہویاں شگفتہ آئی انہا ندیواری
جہاں غریباں کدیں نہ ڈٹھا ایہ جلسہ فیضانی
فدا فشانے ایہ حقانی دیکھ ہوئے قربانی
ہوئی زیارت لوکاں تائیں عالمِ گھروچ آئے
مکذہ قرآن حدیث کتاباں مسئلے خوب سنائے
مفتی صاحبِ میانی والے وچہ آپے سرکردے
کاٹھاندے سنگ لوجہ بھارے جان بچارے تردے
اس زمانے ظاہر جا پن ثانی تفتازانی
انفخ اُتے مبرد وانگوں نحوی مردِ حقانی
نصِ حدیثوں مفتی صاحبِ کل جواب لیایا
قادیانوالے ملاں صاحبِ سائیں گل سنایا
حیاتِ مسیح علیہ السلام دی ثابت مفتی واہ حدیث قرآنوں
نازل ہوئی وچہ زمانے آخرِ سچ پہچانوں
جسدمِ عالمِ قادیانوالا کرداسی تقریراں
سننے والیاں تائیں ہرگز ہون نہیں تاثیراں
نالِ تحمل اُتے تامل مفتی صاحبِ گولن
خوش بیانی اُٹے مومن جندِ جاناں سب گھون
علمِ بیانوں مفتی صاحبِ خوب بیان سنایا
علمِ کلامِ معانی اندر ابلق تیز چلایا

مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا
جتھے قدم مبارک رکھیا کسے نہ پھیر اٹھایا
از مسکین شیخ امام الدین (از قریہ ہریہ)

جناب مولوی گل احمد صاحب

ساکن چنڈا دھان خلع جہلم

شمس تیری چمک دیکھی اجالے میں اندھیرا ہے متور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے
لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوؤں سے کوئی بیڑ جا ڈھونڈھو کہ تو بھی اک بیڑا ہے
غلام میرزا پہلے تو کر لے علم کی تحصیل غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے
ذرا دیکھو وَمَا قَتَلُوا وَمَا صَلَبُوا کی آیت کو تمہارے موت کے عقدے کو کیا اس نے بکھیرا ہے
اگر مطلوب زندگی ہے تو بَلْ دَفَعْ کی بَلْ دیکھو مسیح موعود کا چرخ بلندی پر بسیرا ہے
فلک کی کج ادائی نے لگایا شمس کو کہنا جیسی تو اس کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے

جناب مولوی بدر الدین صاحب

ساکن رکن شلع حیرات

بحمد اللہ کہ از فصل خداوند دل ہر اہل حق گردید خورسند
نماندہ مشتبہ دجال و عیسیٰ جلی شد کذب فریبوں صدق موی
غلام مرتضیٰ مفتی حقانی رمیدہ ازوے شمس قادیانی
دم از علم بیاں بروئے دمیدہ ہیں حلقوم کا سید چوں بریدہ
نئے گویم کہ عیسائے زمان است ولے دجال کشتن راجوان است

واعظ بینظیر و مبلغ خوش تقریر مولانا حضرت سید صدیق شاہ صاحب

ساکن مگوال تحصیل خوشاب ضلع شاہپور

حمد خدا صلوات محمد آل اصحاب رلائیں

اس تجھیں پیچھے واضح ہووے ساریاں مومنات تائیں

مرزائیاں تے مفتی صاحب شرطیں کیتیاں تائیں

وچہ انہاندے جھگڑا کرے باہر جائے تائیں

مفتی صاحب فاضل پورا شرماں والا بندہ

وچہ شرطاندے پورا اتریا چھوڑ نکماں دھندا

کل شنی یرجع الی اصلہ حضرت دافرمانا

جیسا اصل کے واہ ہوئے اس پاسے اس جانا

ہر کوئی جانے مفتیانوالا ہے شریف گھرانہ

نال شرافت پورا اتریا چھڑکے مکر بہانہ

مفتی صاحب مرزایاں نوں نچھڑ ماری ہل دی

تائیں وچہ انہاندے سینے آتش غمدی بلدی

عیسیٰ انوں آسماناں اُتے ہل چڑھا یا چل دی

ہل انہاندے ول نکالے واہ نہیں کوئی چل دی

خوش رہویں اے مفتی شالا ہووے لمی حیاتی

اللہ پاک بنایا تینوں رحمت دی برساتی

مردیاں دے دل زندے کیتے تیریاں خوش تقریراں

دنیا تے رب زندہ رکھے تیں جیتاں تصویراں
ہے خوش خلقت ساری تیں تے رب ہووے خوش شالا
توں اج مردیاں دلاں اندر جانی پاؤں والا
توں من اپنے شعر سنا کے بس کر شاہ صدیق
مفتی صاحب چھوڑیا ناہیں باقی کوئی دقیقہ
صدیق شاہ (ازنگوال)

خلاصہ

یہ ہے کہ جیسا مرزائی جماعت کے پاس دیگر مسائل مختلف فیہا میں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب تام ہو ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس ایسی کوئی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب تام ہو۔ اس کی تائید میں ہم ایک مکالمہ پیش کرتے ہیں۔

مکالمہ مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اور

مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اول مرزا صاحب)

جن دنوں مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں اول مدرس تھے ان دنوں مولوی ابراہیم صاحب کے مکان واقع کشمیری بازار میں بموجودگی مولوی ابراہیم صاحب و دیگر چند اصحاب بتاريخ ۱۴ یا ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء مابین مفتی صاحب و مولوی صاحب موصوف یہ مکالمہ ہوا۔

مفتی صاحب: میں آپ کو مرزا صاحب کے معتقدین میں سے وسیع المعلومات

اعتقاد کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے اشتیاق ہے کہ آپ وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر کچھ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: تقریر شروع کرنے سے پہلے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں اس حکایت کو میری تمام تقریر میں ملحوظ رکھنا۔ وہ حکایت یہ ہے کہ:

ایک دن ایک سائل نے میرے سے دریافت کیا کہ اس مقدمہ کا کیا مطلب ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال میں نے سائل کو کہا کہ تم نے اس مقدمہ کا کیا مطلب سمجھا ہوا ہے، سائل نے کہا کہ میں نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہوا ہے کہ ایک دعویٰ مثلاً موجب ہے تو اس کی دلیل کے مقدمات و اجزاء بھی موجب ہوں گے۔ اور وہ دلیل اپنی ایجابی جانب کے لحاظ سے اس دعوے کو ثابت کرے گی۔ اور اگر اس دلیل کے مقدمات و اجزاء کی جانب مخالف یعنی سلبی جانب کا احتمال ہو تو وہ استدلال باطل ہوگا اور وہ دلیل اس دعوے کو ثابت نہ کرے گی۔ میں نے سائل کو کہا کہ یہ مطلب غلط ہے بلکہ اس مقدمے کا یہ مطلب ہے کہ اگر احتمالوں پر غور کی جائے تو کوئی شخص دلیل قائم ہی نہیں کر سکتا۔

مفتی صاحب: جناب میں نے اس حکایت کو سمجھ لیا ہے لیکن جس طریق سے میں استفسار کروں اس طرز پر آپ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: کہئے۔

مفتی صاحب: یہ تو آپ کا عقیدہ ہے ہی مات عیسیٰ۔ لیکن میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ مات عیسیٰ وہما ہے یا شکاً یا ظناً یا تقلیداً یا یقیناً۔

مولوی صاحب: میرا عقیدہ مات عیسیٰ یقیناً ہے۔

مفتی صاحب: تو پھر ضروری ہے کہ اس یقینی دعوے کے ثابت کرنے کے لئے جو

- دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہوں۔
- مولوی صاحب: یقینی دعویٰ میں یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہو۔
- مفتی صاحب: واقعی یقینی دعوے دو قسم ہیں۔ بدیہی اور نظری۔ بدیہی تو اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج نہیں۔ لیکن نظری اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج ہیں۔ اب میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً بدیہی ہے یا نظری؟
- مولوی صاحب: نظری ہے۔
- مفتی صاحب: جب آپ کا یہ دعویٰ نظری ہے تو پھر ضرور اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہے اور چونکہ آپ کا یہ دعویٰ یقینی ہے اس لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ دلیل اس یقینی دعوے کو ثابت نہ کر سکے گی۔
- مولوی صاحب: تو پھر کیا ہوا۔
- مفتی صاحب: جناب پھر جو مطلب مقدمہ جاء الاحتمال بطل الاستدلال کا سائل نے بیان کیا ہے وہ صحیح ثابت ہوا اور جو معنی آپ نے لئے ہیں وہ غلط ہوئے۔
- مولوی صاحب: آپ مانحن فیہ کی طرف رجوع کیجئے۔
- مفتی صاحب: رجوع کرتا ہوں۔ جناب من اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل بیان فرمائیں گے خواہ وہ دلیل قرآنی ہو یا حدیثی یا مجموعی اس دلیل کے متعلق اتنا فرما دیجئے کہ اس دلیل میں تقریباً تمام ہے۔
- مولوی صاحب: یہ تو میں کبھی نہ کہوں گا۔
- مفتی صاحب: جناب جب آپ کا دعویٰ یقینی ہے اور آپ کو اپنی دلیل پر پورا بھروسہ

ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں فرماتے۔

مولوی صاحب: یہ میں نہیں کہوں گا

اسی نزاع میں مکالمہ ختم ہوا۔ اور مولوی نور الدین صاحب نے اخیر میں فرمایا کہ مفتی صاحب نے مناظرہ کا نیا ڈھنگ نکالا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں! کہ یہ مولوی نور الدین صاحب وہ ہیں کہ جن کو تمام مرزائی جماعت کے اشخاص اپنی جماعت میں علمی حیثیت سے فائق سمجھتے ہیں۔ اور ان کے مضامین کے ساتھ مرزا صاحب ہمیشہ رطب اللساں رہے اور مرزا صاحب کے انتقال کے بعد یہی مولوی صاحب موصوف خلیفہ اول ہوئے۔ باایں ہمہ پھر بھی یہ مولوی صاحب اپنا دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کر سکے جس میں تقریب تام ہونے کا دعویٰ کریں۔

مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا صاحب کو مناظرہ کیلئے دعوت

مرزا صاحب کے خلیفہ اول کا حال تو ناظرین نے سن لیا ہے اب ہم مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی یعنی مرزا محمود احمد صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے ساتھ مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام میں بمقام لاہور اس طریق پر مناظرہ کریں کہ تمام مناظرہ کے دو پرچے ہوں۔ پہلے پرچے میں مرزا محمود احمد صاحب اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی دلیل ایسی تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط اول (۱) و شرط دوم (۲) کے عین مطابق ہو۔ اور ویسا ہی مفتی صاحب پہلے پرچہ میں اپنے دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی ایسی دلیل تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

ہوا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے عین مطابق ہو۔ اور دوسرے پرچے میں ہر ایک مناظر اپنے فریق مخالف کے پرچے اول کی مطابق شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ تردید تحریر کرے۔ اور ہر ایک مناظر اپنے ہر دو پرچوں کو عام اجلاس میں ایک وقت معین کے اندر بیان کرے۔

نوٹ: ہم نے خاص کر مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام میں مناظرہ کرنے کے لئے اس لئے دعوت دی ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ہی اپنے صدق و کذب کے لئے معیار و میزان قرار دیا ہے۔

ہدایات

قادیانی مناظر نے روئیداد مناظرہ کے ساتھ ایک ضمیمہ بعنوان ”چند ضروری باتیں“ چسپاں کر دیا ہے جس میں اس نے انحرافات اور مغالطات درج کر دئے ہیں جن کے متعلق چند ہدایات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے ”مشتہر سطر ۲ و ۳ میں لکھتا ہے کہ موضوع مناظرہ حیات و وفات مسیح ابن مریم تھا اور صرف اسی مسئلہ پر مباحثہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ کرنا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ خود مفتی صاحب نے کہا تھا کہ میں صرف اس مسئلہ پر ہی بحث کروں گا۔“

ہدایت

یہ نا فہمی ہے کیونکہ مشتہر نے لکھا ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

کرنا چاہا۔ اور قادیانی جماعت کا یہ چاہنا ہم ابتداء میں بعنوان تعیین موضوع مناظرہ، مفصل لکھ چکے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ مشہر نے ہم پر شرط نمبر ۲ لکھ کر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف کیا ہے۔ یہ تو مناظرہ کے پرچہ جات پڑھنے سے ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ دونوں مناظروں میں سے کس نے شرائط کے خلاف کیا ہے۔ براہین احمدیہ سے حوالے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تحریریں اور اپنے آخری پرچوں میں کئے دلائل پیش کرنا کیا شرائط کے خلاف نہیں تھا۔ جس کے مفتی صاحب مرتکب ہوئے۔

ہدایت

براہین احمدیہ کے حوالے خلاف شرط نمبر ۱ اور نمبر ۲ نہیں۔ کیونکہ پہلے تو اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھ دیا ہے کہ ”میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے“ اور دوسرا یہ کہ دعویٰ نبوت کی تاریخ جو مرزا صاحب اور ان کے معتقدین نے بیان کی ہے وہ ہم پر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم مرزا صاحب کو متنبی اور ان کے معتقدین کو معتقدین متنبی سمجھتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کی علت ملہمیت کو قرار دیا ہے اور بوقت تالیف براہین احمدیہ مرزا صاحب بزعم خود ملہم تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب کے پیغمبر ہونے کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب پہلی

دفعہ یہ وحی ہوا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ تو اسی وقت سے سلسلہ نبوت شروع ہو گیا۔ یہ کہ قرآن کریم کے حصہ کثیر نازل ہونے کے بعد سلسلہ نبوت شروع ہوا۔ اور نیز مولوی نور الدین صاحب کی تحریریں پیش کرنا شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھ دیا ہے کہ میں نے مولوی نور الدین صاحب کے اقوال کو اس حیثیت سے پیش نہیں کیا کہ وہ احمدی ہیں اور نہ ہی اس حیثیت سے کہ وہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں بلکہ اس حیثیت سے پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کے زمانہ میں مولوی نور الدین صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ اور ان اقوال پیش کردہ کی بعد نہ مرزا صاحب نے ترمیم و تنسیخ کی ہے اور نہ ہی مولوی صاحب موصوف نے۔ اور ویسا ہی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آخری پرچوں میں کوئی نیا مضمون بطور دلیل بیان نہیں کیا بلکہ بطور تردید۔ بیشک قادیانی مناظر نے شرط نمبر ۲ کے خلاف کثیر التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً تو راایت کا پیش کرنا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ والامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنا شاہ رفیع الدین صاحب و مجاہد کو پیش کرنا اور پرچہ نمبر ۱ دلائل میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا قول درج کرنا خیالی اور وہی باتوں سے اپنے پرچوں کو لبریز کر دینا جو مومن من حیث ہو مومن کا بھی حق نہیں کہ ایسی باتیں مومن کے مقابلہ میں پیش کرے۔ علم فریادہ کی کے مسائل کو بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ پھر بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ آیت لکھ کر کہتے ہیں کہ بَلْ ابطال یہ میں ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہو اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو

الْقَوْلُ الرَّجَائِي

ان میں تنافی اور ضدیت ہونی ضروری ہے مگر رفع روحانی و اعزاز اس قتل کو لازم ہے الخ۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ مختصراً اس کا جواب یہ ہے کہ بَلْ اِبْطَالِیہ بھی یہاں مان لیا جائے تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہو جاتا تھا چور رفع روحانی کے منافی ہے۔ اس لئے یہود کے قول کی نفی کرتے ہوئے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی دعویٰ میں جھوٹ ثابت نہیں کر سکے اس کی ضد کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں کو لفظ بل سے ثابت کیا ہے۔

ہدایت

”ڈوہتے کو تنکے کا سہارا“ اب قادیانی مناظر کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ دیکھو قادیانی صاحب فرماتے ہیں۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ پرچوں میں انہوں نے جواب دیتے ہوئے تورات کو ہی پیش کیا ہے جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے۔ اور جس کا پیش کرنا بروئے قرآن و حدیث نبوی جائز نہیں۔ اور نیز یہ کتاب محرف منسوخ شدہ قادیانی مناظر کی امداد کرنے سے انکاری ہے۔ کیونکہ قادیانی مناظر نے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہوتا ہے، تورات کا درحقیقت یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سبب ملعونیت جرم ہے نہ مصلوبیت۔ ارشاد ہے :

اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقْتَلُوْا

دیکھو اس آیت میں خِزْمِی کا سبب قتل و صلب بوجہ جرائم یعنی محاربه اور فساد فی الارض کو قرار دیا گیا ہے نہ مطلق مقتولیت اور مصلوبیت وغیرہ کو۔ اور پھر قادیانی مناظر لکھتے ہیں۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ یہ کیسی اعلیٰ جہالت ہے کیونکہ اس مضمون کی صحت اس صورت میں موبہوم ہو سکتی تھی۔ جب قتل اور رسالت میں تنافی وضدیت ہوتی۔ حالانکہ قتل اور رسالت میں تنافی وضدیت نہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ آیا اگر محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ یعنی اگر وہ فوت ہوں یا مقتول ہوں تو تب بھی تم کو اپنے ایمان پر مستحکم رہنا چاہئے۔ کیونکہ موت اور قتل رسالت کے منافی نہیں۔ اور یہود کا لفظ رسول اللہ کو بڑھانا بطور استہزاء ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر فرماتے ہیں۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہو جاتا تھا..... الخ۔ یہ کیسی نرالی جہالت ہے۔ کیونکہ بروئے قرآن کریم یہود کا عقیدہ ہے اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اور قرآن کریم نے اس باطل عقیدہ کی تردید اپنے فقرہ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کے ساتھ کی ہے اور ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے اپنی طبعی موت سے مرے گئے۔ قادیانی مناظر کی اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یا وہ مغلوب الجہالہ ہے یا

اس نے بوقت سلامتی عقل یہ تحریر نہیں کی۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتے ہیں اور مشہور خود لکھتا ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخالف کا اعتقاد برعکس اعتقاد متکلم متصور ہو۔ اور ہر امر میں ایسا ہونا ضروری نہیں۔ ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہو سکتے کہ ایک شخص زندہ ہو اور مرفوع الی اللہ نہ ہو۔ یہاں پر یہود کے اعتقاد کی دفع اللہ سے تردید کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب تھے۔

ہدایت

یہ کیسی بے نظیر جہالت ہے۔ کیونکہ کلام اس میں ہے کہ قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو۔ اور قادیانی مناظر نے نہ تو قصر قلب کی کوئی مثال پیش کر کے نقض کیا ہے اور نہ ہی لزوم اور عدم لزوم کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ غیر مربوط یہ فقرہ لکھ دیا ہے ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہو سکتے کہ ایک شخص زندہ ہو۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ جب جملہ منفی ہو تو اس وقت بل ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ بَلِ ادْرِكْ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ کے صریح خلاف ہے کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لیکر معنی درست ہو نہیں سکتے۔

ہدایت

یہ قادیانی مناظر کا نزاع جہل مرکب ہے کیونکہ نفی کے بعد بل ابطالیہ سے یہ مراد ہے کہ وصف منفی کو یہ بل باطل کرتا ہے۔ اور جس وصف پر داخل ہے اس کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ مِثْلُ قَتْلِ الْمَسِيحِ مَنْفِيَّ ہے جس کو بل نے باطل کر دیا۔ اور رفع مسیح پر بل داخل ہے جس کو اس نے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظر نے جو آیت بطور تردید پیش کی ہے وہ درحقیقت اسلامی مناظر کی صاف طور پر تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہا کو پہنچ کر رہ گیا۔ یعنی وہ جاہل رہ گئے۔ دیکھو اس آیت میں شعور یعنی علم بالآخرۃ منفی ہے جس کو بل باطل کر رہا ہے۔ اور جہل بالآخرۃ پر بل داخل ہے جس کو وہ ثابت کر رہا ہے اور جیسا کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ مِثْلُ قَتْلِ الْمَسِيحِ اور رفع المسیح کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی و ضدیت ہے۔ ویسا ہی آیت وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ بَلِ اذْكُرْ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ میں علم بالآخرۃ اور جہل بالآخرۃ کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی و ضدیت ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہوا ہے کہ قادیانی مناظر نے تردید میں آیت وَمَا يَشْعُرُونَ پیش کی ہے جس میں شعور کی نفی ہے اور یہ آیت اسلامی مناظر کی ایسی تائید کر رہی ہے کہ قادیانی مناظر کو اس تائید کا شعور نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کی پردہ دری ہو کر اس کے مذہب کا بطلان آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو چکا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مشترکہ لکھتا ہے کہ یہ دلیل معدوم النظر ہے۔ بیشک اس سے جو استدلال کیا گیا ہے اپنی بیہودگی میں معدوم النظر ہے۔ کیونکہ صحیح دلائل اور استدلالوں کے نظائر دنیا میں موجود ہوتے ہیں۔

ہدایت

بیشک قادیانی مناظر کا اس مقام اور ایسے استدلال پر لفظ بیہودگی استعمال کرنا بیہودگی میں معدوم النظر ہے۔ کیونکہ اس نے اس بیہودگی کی کوئی صحیح وجہ بیان نہیں کی۔ اور ہم نے جہاں قادیانی مناظر کی جہالت کا دعویٰ کیا ہے وہاں ہی اس جہالت کو مدلل و مبرہن کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ کیونکہ یہ جملہ خبریہ تعجیز یہ ہے۔ ایسا وفات مسیح ابن مریم کے متعلق کوئی فقرہ نہیں۔ اس آیت میں تو رفع کے معنی بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھا لینا ہی ثابت نہیں ہو سکتے تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہو سکتی ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں بروئے محاورہ قرآنی و محاورات احادیث و بروئے قاعدہ نحوی متعلق بل و بروئے قاعدہ علم معانی متعلق قصر قلب آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں

الظفر السراجانی

دے۔ کا جیسا کہ روئداد مناظرہ پڑھنے سے روشن ہے۔ بلکہ قادیانی مناظر نے اس استدلال کے جواب میں تو ریت پیش کر کے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ میرے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہیں۔ اور ہم نہایت زور سے اعلان کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قادیانی جماعت میں سے کوئی فرد بھی شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر اس استدلال کا تاقیامت جواب نہ دے سکے گا جیسا کہ وقتاً فوقتاً علماء و فضلاء زمانہ پر اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر ہوتی رہے گی، تو پھر قادیانی مناظر کا یہ کہنا ” (تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہو سکتی ہے) “ کیسی دیدہ دانستہ دلیری ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہوں۔ اور رُفِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور ہی نہیں۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امام حسن رحمہ اللہ و حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب تھا کہ وہ آپ کا ایک کشف یا خواب تھا جیسا کہ بخاری کی حدیث وَاسْتَقْبَطَ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے ثابت ہے کہ معراج کا واقعہ دیکھ کر پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے۔ اور اس کو واقعہ حاصل کہہ کر پیچھا چھوڑنا نہایت مشکل ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں آپ کے اس مضمون کی تردید میں صحیح بخاری کی حدیث کا یہ فقرہ پیش کیا ہے۔ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۔ اور

الْقَلْبُ الرَّحْمَانِي

رُفِعَتْ إِلَى رَبِّي پیش نہیں کیا۔ اور اس فقرہ حدیث میں طرز تردید یہ ہے کہ جیسا خُلِقْتُ میں اگرچہ فاعل مذکور نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ فعل خلق کا فاعل خدا تعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں ہو سکتا۔ خُلِقْتُ کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے ویسا ہی رُفِعَتْ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنتَهَى اگرچہ مجہول الفاعل ہے، لیکن اس لحاظ سے کہ فعل رَفَعَ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنتَهَى کا فاعل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں ہو سکتا رُفِعَتْ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنتَهَى کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے۔ اب دیکھو کہ اس صحیح بخاری کی حدیث کے فقرہ میں رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے۔ اور مفعول ذی روح انسان ہے اور مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر نے کہا ہے۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے الخ۔ ہم اس کو اس کے متعلق یہ ہدایت کرتے ہیں کہ اسلامی مناظر کی طرز تردید یہ ہے کہ فقرہ ثُمَّ رُفِعَتْ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنتَهَى میں فعل رفع ہے اور خدا تعالیٰ فاعل ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے۔ اور اس فقرہ کے الفاظ سے مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہے۔ اور معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اسلامی مناظر کی طرز تردید کو مضرت نہیں۔ کیونکہ معراج عالم رویا میں ہو یا عالم کشف میں یا عالم یقظہ میں ہو ہر صورت میں فقرہ ثُمَّ رُفِعَتْ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنتَهَى کے الفاظ سے مراد تو اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہی ہے۔ قادیانی جماعت کے ان افراد کا جنہوں نے لالچ دنیاوی اور طمع نفسانی کی وجہ قادیانی مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے ہمیشہ سے وطرہ ہے کہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو شکار کرنے کے لئے ایسی تحریریں عملاً پیش کرتے رہتے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ اس طرح تو انہی مُہَاجِرُوْا إِلَى رَبِّي کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا مراد ہے۔ ورنہ کسی کے لئے دکھاؤ تو سہی کہ قرآن کریم

الْفَرْقُ الْمَخَالِقِ

یا حدیث میں کسی نے اپنے لئے مُهَاجِرًا اور اِلَى رَبِّیْ کا لفظ کہا ہو اور اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کا اِنِّیْ ذَاہِبٌ اِلَیْ رَبِّیْ سَیِّدِیْنِ سے بھی کوئی ان کے آسمان پر جانے کا استدلال کرے تو کہہ سکتا ہے اور دلیل مانگی جائے تو آپ کی طرح کہہ دے کہ یہ واقعہ خاص ہے ورنہ یہ الفاظ کسی اور کے لئے آئے ہوں تو پیش کرو۔

ہدایت

یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ عروج الی اللہ اور صعود الی اللہ اور رفع الی اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ یعنی آسمان پر جانا یا لے جانا اور عروج اور صعود اور رفع میں بلندی کے معنی ہیں۔ اور ہجرت اور ذہاب میں بلندی کے معنی ماخوذ نہیں۔

مخالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ جملہ خبریہ تجزیہ وفات مسیح کے متعلق قرآن مجید میں کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْہُمْ ہے۔ خود مسیح کہہ رہے ہیں اور صرف خدا تعالیٰ کے رقیب ہونے سے پہلے اپنے قول فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی سے اپنی وفات کا اقرار کر رہے ہیں۔

ہدایت

تجزیہ یہ سے یہ مراد ہے کہ اس میں شرط کے معنی نہ ہوں اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْہُمْ میں لَمَّا بمعنی حین متضمن معنی شرط ہے۔ اور نیز کُنْتُ اور تَوَفَّیْتَنِی کی ماضویت آج کے لحاظ سے نہیں بلکہ قیامت کے لحاظ سے جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر کہتا ہے۔ اور جوابات ہم نے تورات سے پیش کی ہے۔ وہ یہود کا عقیدہ بیان کرنے کے لئے پیش کی ہے۔ وہ قرآن مجید کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ اور یہودیوں کے نزدیک مسیح مجرم ہی تھے اور انہوں نے آپ پر بغاوت کا الزام لگایا تھا۔ اور پھر تورات میں صاف لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور نیز استثنا ۲۱/۲۳ میں لکھا ہے۔ ”وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے ملعون ہے۔“ اسی کے مطابق گلٹیوں ۳/۱۳ میں پولوس کہتا ہے۔ ”مسیح ہمارے بدلے لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکا یا گیا وہ لعنتی ہے۔“

ہدایت

یہ تحریر قادیانی مناظر کی مناظرہ کے بعد کی ہے بلکہ اس قادیانی اجلاس کے بعد کی ہے جس میں تمام قادیانی جماعت کے افراد شامل تھے۔ ایسے وقت کی تحریر میں قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور قواعد عربیت کو متحرک کر کے پھر بھی تورات کو پیش کرنا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ قادیانی مناظر بلکہ تمام قادیانی جماعت نے اعتراف کر لیا ہے کہ ہمارے پاس شرط ۱ و ۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں۔ اور تورات محرف منسوخ شدہ کتاب کے پیش کرنے کی بھی قرآن کریم اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ قرآن کریم کا فقرہ وَمَا قَتَلُوهُ..... الایہ یہود کے جس عقیدہ کی تردید ہے اس عقیدہ کو قرآن کریم نے اپنے اس فقرہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ..... الایہ کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ پھر قادیانی مناظر نے لحاظ آیت فَاَسْتَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ قرآن کریم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور نیز قادیانی مناظر نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک مصلوب ملعون نہیں بلکہ مجرم مصلوب ملعون ہے۔

الْقَفْلُ الرَّجَائِي

قادیانی مناظر نے اور بھی اختراعیات اور مغالطات لکھے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق ہدایت کرنے میں تجميع الاوقات ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو بدیہی البطلان ہیں اور بعض ایسے جن کی تشریح و تردید ہو چکی ہے۔ اور بعض ایسے جن کا موضوع مناظرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِئْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلٰى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا
رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا
فَاَنْصُرْنَا عَلٰى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ؕ

(مرتب) ۱۲-۵

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو

مناظرہ کیلئے دعوت

کئی سال سے قادیانی جماعت کے لوگ مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر مناظرہ کرنے کیلئے مجھے دعوت دے رہے تھے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ آج کل کا مباحثہ درحقیقت مناظرہ نہیں ہوتا بلکہ مجادلہ یا مکابرہ ہوتا ہے۔ میں اجتناب کرتا رہا اور قادیانی جماعت نے اسلامی جماعت کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ورنہ مفتی غلام مرتضیٰ مناظرہ سے اجتناب نہ کرتا۔ اس پر اسلامی جماعت کے کثیر التعداد اشخاص کے عقائد میں تشویش اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ بلکہ اغلب امید ہو گئی کہ اگر مناظرہ نہ ہوا تو اسلامی جماعت کے کثیر التعداد افراد مرتد ہو جائیں گے۔

اس حالت کے لحاظ سے مناظرہ کرنا فی سبیل اللہ یعنی بغرض حفاظت عقائدِ حق میں نے
مناظرہ اللہ اپنا فرض لازمی سمجھ کر اعلان کر دیا کہ قادیانی جماعت کافرِ داعی یا متوسط یا ادنیٰ جو
میدانِ مناظرہ میں نکلے میں اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

چنانچہ مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل آمدہ از قادیان کے ساتھ
میرا مناظرہ تحریری و تقریری بتاریخ ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۲ء بمقام ہریا، ضلع گجرات ہوا۔ جس
کی تمام روئداد ہدیہ ناظرین ہے۔ بنا بریں اب میرا استحقاق ہے کہ قادیانی جماعت میں
سے جس فرد کو مناظرہ کے لئے میں دعوت دوں وہ میدانِ مناظرہ میں نکلے۔

چونکہ میاں محمود احمد صاحب کو قادیانی جماعت نے سب سے فائق سمجھ کر
مرزا صاحب کی خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور نیز میاں صاحب قریباً چالیس کروڑ اہل
اسلام اور کلمہ گو کی تکفیر کرنے میں مقتداء ہیں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں۔

”یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو
ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کے رو
سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالفین باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔“

(تحد گولڈ ویس ۱۶۶)

اس لئے میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو
دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہا السلام پر بمقام لاہور
اس طریق سے مناظرہ تحریری و تقریری کریں کہ ہر ایک مناظر مطابق آیت **فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ**
فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ..... الایہ اپنا اپنا دعویٰ قرآن کریم اور حدیث نبوی

الْفَقْرُ الرَّجَائِي

کے ساتھ ثابت کرے اور قرآن کریم وحدیث نبوی چونکہ عربی لغت میں ہیں اس لئے ان کی تفسیر میں امور مفصلہ ذیل کے سوائے کوئی گنجائش نہ کی جائے گی۔ قرآن ۱، حدیث ۲، اقوال صحابہ ۳، لغت عرب ۴، صرف ۵، نحو ۶، معانی ۷، بیان ۸، میاں صاحب کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول کو پیش کر سکوں گا، کیونکہ میاں صاحب مرزا صاحب کو نبی اعتقاد کرتے ہیں۔ اور میں مرزا صاحب کو نبی نہیں اعتقاد کرتا بلکہ متنبی سمجھتا ہوں۔

اب تمام ناظرین پر واضح ہو کہ اگر میاں صاحب میری دعوت کو قبول کر کے میدان مناظرہ میں آگئے تو ہم سمجھیں گے کہ میاں صاحب کے دل میں خلوص اور دیانت داری ہے اور اپنے عقائد ثابت کرنے کے لئے ان کے دل میں جرأت اور قوت ہے۔ اور اگر میاں صاحب نے میری دعوت کو قبول نہ کیا اور مناظرہ میں نہ آئے تو یہ ثابت ہوگا کہ ان کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ان کے دل میں خلوص اور دیانتداری بلکہ میاں صاحب کی تمام تلمیعات اور دھتکوں میں شکار بازی مقصود ہے اور ”زربدہ سخن درین است“ والا معاملہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ آمین

خادم الاسلام داسلمین

مفتی خادم مرتضیٰ

از میانی، ضلع خوشاب، پنجاب